

امام العصر سماحۃ الشیخ

علامہ ابن باز رحمہ اللہ

تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ







امام العصر سماحۃ الشیخ

علامہ ابن باز رحمہ اللہ

تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ

مکتبہ کتاب و سنت

ریحان چیمہ - ڈسکہ



نام کتاب

امام العصر سماحۃ الشیخ

علامہ ابن باز رحمہ اللہ

تالیف

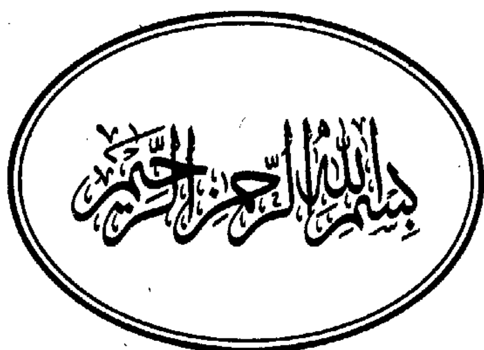
فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ

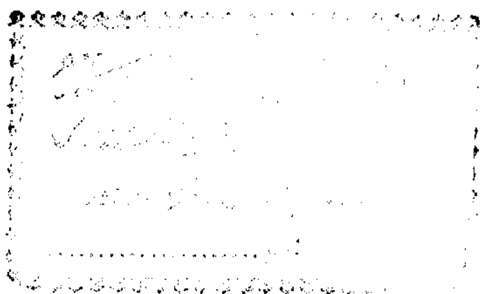
تعداد	ایک ہزار
اشاعت	جنوری 2011ء
سرورق	ابوسفیان عزیزی

ام القریٰ پبلی کیشنز

سیالکوٹ روڈ فتو منڈ، گوجرانوالہ فون: 0321-6466422. 0333-8110896

Www.umm-ul-qura.org





امام العصر سماحۃ الشیخ

علامہ ابن باز رحمہ اللہ

فہرس



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ، وَ نَسْتَعِيْنُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. **أَمَّا بَعْدُ:**

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کی شخصیت پورے عالمِ اسلام میں معروف ہے۔ الشیخ عبدالرحمٰن بن یوسف الرحمۃ نے علامہ موصوف کی سوانح حیات بنام "الإنجاز في ترجمة الإمام ابن باز" لکھی تو اس کا مقدمۃ ہیئۃ کبار العلماء سعودی عرب کے ممبر اور وفاقی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس علامہ عبداللہ بن سلیمان المنیع حفظہ اللہ سے لکھوایا، اس میں انھوں نے علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے لیے جو القابات وخطابات استعمال کیے ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

"عہدِ حاضر کے امام ومجدّد، امامِ حدیث، امامِ فنِ رجال، امامِ فقہ، امامِ دعوت، امامِ کرمِ نفس و دست، امامِ نصیحت، امامِ سماحت، امامِ تواضع، امامِ قناعت، امامِ تقویٰ، امامِ صلاح و اصلاح۔"

غرض اتنی بڑی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہوتی، تاہم ان کی زندگی کے بعض گوشے عوام الناس ہی نہیں بلکہ بکثرت اہلِ علم کی نگاہوں سے بھی اوجھل ہوتے ہیں، جنھیں آشکارا کرنے کے لیے یہ کتاب مرتب کی گئی ہے۔ تاکہ ملت اسلامیہ پر ان کے احسانات کا کچھ بدلہ چکایا جاسکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ نیز ہماری اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہماری لخت جگر آنسہ نبیلہ قمر اور نادیہ قمر کو بیش از پیش توفیق خیر سے نوازے جنھوں نے ہمارے اس مسودے کو نہ صرف مرتّب کیا بلکہ کمپوز بھی کر دیا ہے۔ فَجَزَاهُمَا اللّٰهُ خَيْراً فِي الدُّنْيَا وَ الآخِرَةِ

اسی طرح محترم بھائی جناب ابو عمران جاوید نذیر صاحب (الخبر) کا بھی شکر گزار ہوں جن کے تعاون سے یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ بَارَكَ اللّٰهُ فِي أَهْلِهِ وَ مَالِهِ وَ أَعْمَالِهِ الصَّالِحَةِ.

کتاب پریس میں جانے کے لیے تیار تھی کہ علامہ ابن باز رحمہ اللہ سے گہرے مراسم اور رشتۂ تلمذ رکھنے والے ہمارے فاضل دوست جناب ڈاکٹر محمد لقمان سلفی صاحب حفظہ اللہ (الریاض) سے رابطہ ہوا اور اُن سے مسوّدہ پر نظر ثانی کرنے اور اس کا مقدمہ لکھنے کے لیے کہا گیا تو انھوں نے بکثرت علمی مصروفیات کے باوجود مسوّدہ دیکھنے کا وعدہ فرمایا، اور محض ایک سرسری و طائرانہ نظر ڈال کر چند مفید مشورے اور معلومات مہیّا فرمائیں جن میں سے بعض پر عمل کیا گیا ہے، اور بعض کے لیے متعلقہ افراد سے تا حال رابطہ نہ ہو سکنے کی بنا پر انھیں آئندہ ایڈیشن پر ڈال دیا گیا ہے۔ تب تک ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ کی باریک نظر ثانی اور مفصّل مقدمہ بھی آ جائے گا تو اُسے اگلے ایڈیشن میں شامل کر لیں گے، ان شاء اللہ۔ کیونکہ بعض احباب اس پہلے ایڈیشن کو اسی شکل میں جلد شائع کر دینے کا مشورہ دے رہے ہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابو حسّان محمد منیر قمر نواب الدین

بروز جمعۃ المبارک ۱۷/۷/۱۴۳۱ھ = ۲۹/۶/۲۰۱۰ء

ترجمان سپریم کورٹ الخبر و داعیہ متعاون بمراکز الدعوۃ والارشاد

بالدمام والظہران والخبر سعودی عرب

آغاز کتاب

عہدِ حاضر کے امام و مجدّد، امامِ حدیث، امامِ فنِ رجال، امامِ فقہ، امامِ دعوت، امام کرمِ نفس و دست، امامِ نصیحت، امامِ سماحت، امام تواضع، امامِ قناعت، امامِ تقویٰ، امامِ صلاح و اصلاح سماحۃ الشیخ مفتیٔ عالم و مفتیٔ اعظم سعودی عرب العلامہ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ۔

نام ونسب:

اس عابد و زاہد اور عالم و مفتی کا نام نامی و اسمِ گرامی عبد العزیز بن عبد الرحمٰن بن محمد بن عبد اللہ آل باز اور کنیت ابو عبد اللہ تھی۔

شیخ سلیمان بن حمدان نے تراجم حنابلہ سے متعلق اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ آل باز علم و فضل اور تجارت و زراعت میں معروف خاندان ہے جن کی اصل تو مدینہ منورہ سے ہے لیکن ان کے آباء و اجداد میں سے ایک شخص الدرعیۃ منتقل ہوگیا اور پھر اس کے بعد یہ لوگ حوطۃ بنی تمیم میں منتقل ہوگئے۔ خود شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے "المجلۃ" نامی میگزین کو انٹرویو دیتے ہوئے ایک مرتبہ کہا تھا کہ ہمارے خاندان آل باز کے افراد الریاض، حوطہ بنی تمیم، الاحساء (ہفوف وغیرہ) اور حجاز (مکہ و مدینہ) میں بھی ہیں حتیٰ کہ اردن، مصر اور بعض دیگر بلادِ عرب و عجم میں بھی کچھ لوگ آل باز کہلواتے ہیں جبکہ ہمیں ان کے بارے میں باوثوق ذریعہ سے کچھ علم نہیں ہے۔[1]

[1] الإنجاز للشيخ عبد الرحمن بن يوسف الرحمه (ص: ٦٢٦ و ٦٢٧)

کنیت:

ائمہ و محدثینِ کرام میں سے امام شافعی، امام مالک، امام ثوری اور امام احمد بن حنبل اور امام بخاری رحمہ اللہ جیسے جہابذہ کی کنیت ابوعبد اللہ تھی اور یہی شیخ ابن باز کی بھی کنیت تھی۔ ❶

ولادت ونشأت:

علامہ ابن باز نجد کے پایۂ تخت الریاض میں ۱۳ ذوالحج ۱۳۳۰ھ میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے اور سوائے حج و عمرہ اور موسمِ گرما میں تمام سرکاری اداروں کے الطائف چلے جانے کے وہاں سے کہیں نہیں گئے۔

تعلیم:

سب سے پہلے شیخ نے قرآنِ کریم حفظ کیا اور اس کے بعد علماءِ کرام سے کسبِ علم کا آغاز کیا، کتاب وسنّت کی طرف رغبت دلانے میں سب سے زیادہ ہاتھ ان کی والدہ کا تھا جیسا کہ اپنے ایک لیکچر "رحلتي مع الكتاب" کے آخر میں خود انھوں نے اس کی وضاحت کی ہے۔ ❷

بینائی کا فقدان:

اللہ کی قدرت وحکمت دیکھیے کہ ابھی سولہ برس کی عمر ہی ہوئی تھی کہ ۱۳۴۶ھ میں ایک بیماری کے نتیجہ میں بینائی کم ہونا شروع ہوگئی اور ۱۳۵۰ھ تک، جبکہ ان کی عمر تقریباً بیس سال تھی، مکمل طور پر بینائی سے محروم ہوگئے، لیکن حصولِ علم کے جذبہ میں ذرا برابر فرق نہ آیا بلکہ بصارت کے فقدان کے ساتھ بصیرت میں اضافہ

❶ الممتاز في مناقب الشيخ ابن باز۔ ڈاکٹر عائض عبد اللہ القرني (ص: ۱۰)

❷ الإنجاز للشيخ عبد الرحمن بن يوسف الرحمه (ص: ۲۷ و ما بعده)

ہوتا گیا۔ فقدانِ بصر سے انہیں متعدد فوائد حاصل ہوئے جن میں سے صرف چار کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے:

① اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب (جنت) کے حقدار ہوئے:

صحیح بخاری میں ایک حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

«اِذَا ابۡتَلَیۡتُ عَبۡدِيۡ بِفَقۡدِ حَبِیۡبَتَیۡهِ عَوَّضۡتُهُمَا الۡجَنَّةَ»[1]

''جب میں اپنے کسی بندے کو (دونوں آنکھوں کی) بینائی کے فقدان سے آزماتا ہوں تو اسے اس کے عوض میں جنت کا حقدار بنا دیتا ہوں۔''

② بے پناہ حافظہ:

ان کی قوتِ حفظ اور دانش و ذکاء میں بہت اضافہ ہو گیا یہاں تک کہ اگر آپ اُن سے کسی حدیث کے بارے میں پوچھیں اور وہ صحیحین وسُننِ اربعہ اور مسند احمد کی حدیث ہو تو عموماً اس حدیث کی سند ومتن، اس کے رجال، ان کے بارے میں ماہرینِ فن کا کلام اور اس کی شرح سب انہیں مستحضر واز بر ہوتی تھی۔[2]

③ زہد وورع:

دنیا کی رونقوں، زینتوں اور فتنوں سے بچ گئے اور اللہ نے انہیں انتہائی عابد و زاہد بنا دیا، انکساری وتواضع اور آخرت کی زندگی کی طرف انتہائی زیادہ توجہ ہو گئی۔

④ نورِ قلب:

اللہ نے انہیں نورِ چشم کی بجائے نورِ قلب سے نواز دیا، علم کی محبت اور سنّت

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٥٦٥٣) مع الفتح (١٠/ ١١٦)

[2] الإنجاز (ص: ٥٧٩-٥٨٠) و القرني في الممتاز (ص: ١٣، ١٤)

پر عمل کو آپ کا اوڑھنا بچھونا بنا دیا حتیٰ کہ آپ ایسے عابد و زاہد اور وسیع العلم علماء سے شمار کیے جانے لگے جو صرف انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ ❶

خاندانی پس منظر:

علامہ مرحوم کا خاندان علم و فضل میں معروف تھا۔ شائد ان کے خاندان کے سب سے بڑے عالم شیخ عبدالمحسن بن احمد بن عبداللہ بن باز (ت ۱۳۴۲ھ) تھے جنھوں نے معروف عالمِ نجد شیخ حمد بن عتیق جیسے کئی کبار اہلِ علم اور اصحابِ فتویٰ و قضاء سے علم حاصل کیا تھا۔ سلطان عبدالعزیز آل سعود نے انھیں ۱۳۴۰ھ میں قاضی کے عہدے پر فائز کیا اور الطائف، البیشہ، الجلوۃ، الارطاویہ اور حریملاء میں خدمات انجام دیں لیکن وہ صرف دو سال اس عہدے پر فائز رہنے کے بعد نابینا ہو گئے اور وفات پا گئے۔

اسی طرح اس خاندان کے دوسرے بڑے عالم شیخ مبارک بن عبدالمحسن بن باز تھے جن کی کنیت ابوحسین تھی۔ انھوں نے بھی علماء سے کسبِ فیض کیا اور انہیں بھی سلطان عبدالعزیز نے ۱۳۵۶ھ میں قاضی کے عہدے پر فائز کیا مگر جلد ہی انھوں نے استعفیٰ دے دیا اور عبادت و ریاضت کے لیے فارغ ہو گئے۔ غرض علم و فضل کا عنصر آپ کے خاندان میں پہلے سے چلا آ رہا ہے گویا آپ ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ❷

شادی:

۱۳۵۴ھ میں چوبیس برس کی عمر میں کریمہ بنت عبداللہ بن شیخ سلیمان بن سحمان سے شادی کی جسے تین سال بعد طلاق دے دی، یہ طلاق اپنی والدہ کی

❶ الإنجاز (ص: ۱۲۔۱٤) الممتاز (ص: ۲۸۔۳۰)

❷ من أعلامنا (ص: ۷) و الإنجاز (ص: ۳۰۔ ۳۳)

وفات کے ایک سال بعد دی تھی۔

پھر ہیا بنت عبد الرحمٰن بن عبداللہ بن عتیق سے شادی کی۔ عبداللہ و عبدالرحمٰن اور تین بیٹیاں انھی سے پیدا ہوئیں۔

۱۳۸۶ھ میں منیرہ بنت عبد الرحمٰن الخضیر (بریدہ القصیم) سے شادی کی۔ شیخ احمد و خالد اور تین بیٹیاں ان سے ہوئیں۔[1]

یوں آپ کے چار لڑکے اور چھ لڑکیاں یعنی کل دس بچے ہیں جبکہ بعض دیگر اہلِ علم نے آٹھ بچے (چار لڑکے اور چار لڑکیاں) ذکر کیے ہیں۔[2]

اولاد و بنات:

شیخ مرحوم کے بڑے بیٹے کا نام عبد اللہ ہے اور اُسی کی وجہ سے کنیت ابو عبداللہ تھی، دوسرے بیٹے کا نام عبد الرحمٰن ہے، یہ عمل بالسنۃ کی ایک عمدہ مثال ہے کیونکہ صحیح مسلم، ابو داود، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ»[3]

”اللہ کو سب سے پیارے نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں۔“

یہ دونوں بیٹے میدانِ تجارت میں مصروفِ عمل ہیں۔ تیسرے بیٹے کا نام احمد ہے جو کہ ایک فاضل نوجوان ہیں، والد کے حضر و سفر کے ساتھی ہیں اور کلیہ شرعیہ کے معید (پروفیسر) ہیں ہر جمعرات کی صبح وہ الریاض کی الجامع الکبیر میں علامہ

[1] بحواله كتاب "الشيخ عبد العزيز بن باز بقية السلف و إمام الخلف" للندوة العالمية للشباب بالشرقية (ص: ٩) و إمام العصر للزهراني (ص: ١٤) جریدہ الاقتصادية، جمعه ١٤/ مئی/ ١٩٩٩ء (شمارہ: ٢٠٦٠)

[2] دیکھیے: الإنجاز للشيخ الرحمة (ص: ٣٣، ٣٤)

[3] صحيح الجامع الصغير (ص: ١٥٩)

عبدالمحسن بن قاسم (جامع مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ) کی کتاب "الدرر السنیّة في الأجوبة النجدية" اپنے والد کے سامنے پڑھتے اور شیخ اس کی شرح بیان کیا کرتے تھے۔ اس طرح وہ اس کتاب کی جلد اول مکمل کر چکے ہیں، اِن سے توقع کی جارہی ہے کہ یہ اپنے عظیم والد کے خلفِ صدق بنے گے۔ ان شاء اللہ۔ سب سے چھوٹے بیٹے کا نام خالد ہے اور یہ جامعۃ الملک سعود میں طالب علم ہیں۔

قبائل آل فطیح کے امیر شیخ حسین بن ذیب المہان نے پوچھا کہ چاروں بیٹوں میں سے سب سے پیارا کونسا بیٹا ہے؟ تو شیخ نے فرمایا تھا:

"میرے نزدیک چاروں ہی برابر ہیں۔ میں اِن میں سے کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتا۔"

یہ بات مرحوم نے شیخ عبدالرحمٰن سوانح نگار شیخ ابن باز کی موجودگی میں کہی جسے انھوں نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔[1]

چہرہ مہرہ اور قد کاٹھ:

درمیانہ قد، گول چہرہ، گندمی رنگ، اٹھی ہوئی ستواں ناک، متوسط منہ، گالوں پر ہلکی پھلکی اور ٹھوڑی پر گھنی مہندی سے رنگی ہوئی داڑھی، چوڑا سینہ اور خنداں پیشانی۔ یہ تھے علامہ زماں مفتیٔ دہر سماحۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ، اکثر ڈھیلا ڈھالا سفید لباس زیب تن رکھتے، کپڑا آدھی پنڈلی سے اوپر رہتا اور جُبہ پہنا کرتے تھے۔

ہیبت و وقار:

مرحوم انتہائی پُر وقار اور پُر ہیبت شخصیت کے مالک تھے، فضول گوئی نہ قہقہے، بلکہ خود بھی اور مجلس بھی ذکر وفکر سے مزین ہوتی اور انتہائی منکسر المزاج اور متواضع طبع تھے مگر اپنے اخلاقِ کریمانہ اور شمائلِ حمیدہ سے عوام وخواص کے دلوں پر ایک

[1] نیز دیکھیے: الإنجاز (ص: ۳۳، ۳٤) و الممتاز (ص: ۷۸)

دھاک بٹھا رکھی تھی گویا اپنے عالی کردار سے لوگوں پر اپنا احترام فرض کر رکھا تھا۔

آپ کے شاگردِ رشید شیخ عبد العزیز بن محمد السدحان بیان کرتے ہیں کہ آپ کی مجلس انتہائی پُر ہیبت و باوقار ہوتی تھی حتیٰ کہ ان کی صحبت پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے شیخ امام عبد الرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ کی مجلس کا گمان ہوتا تھا جن کے بارے میں علامہ ذہبی نے نقل کیا ہے:

"لَا يُتَحَدَّثُ فِي مَجْلِسِهِ كَأَنَّهُمْ فِي الصَّلٰوة" [1]

''ان کی مجلس میں کوئی بات نہیں کیا کرتا تھا گویا کہ وہ نماز میں مصروف ہوں۔''

مؤمنانہ فراست اور قوتِ حافظہ:

شیخ عائض القرنی لکھتے ہیں کہ آپ کو قرآنِ کریم کے علاوہ بلوغ المرام، الفیہ ابن مالک، حافظ ابن حجر کی بعض مؤلفات اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کی بعض کتب زبانی یاد تھیں۔ [2]

سب سے پہلے قرآنِ کریم حفظ کیا، پھر طلبِ علم کے دوران اللہ سے جو قوتِ حافظہ کی دولت پائی تھی اُسی کا نتیجہ ہے کہ صحیح بخاری و مسلم دونوں مکمل طور پر زبانی حفظ تھیں جبکہ سننِ اربعہ اور مسند احمد پر استحضار کچھ ایسا تھا کہ اگر کوئی موقع آتا تو ان کتب کی احادیث و متون، اسانید اور رجالِ اسانید پر محدثین کے کلام سمیت ذکر کیے چلے جاتے تھے۔

آپ انتہائی قوی الحافظہ اور حاضر دماغ تھے۔ ان کا آیاتِ قرآنیہ اور احادیث کا یوں استحضار دیکھ کر تو یوں لگتا تھا کہ اگر آپ علامہ ذہبی کے زمانے میں ہوتے تو وہ

[1] تذكرة الحفاظ للذهبي (ص: ٣٣١)

[2] الممتاز في مناقب الشيخ ابن باز للشيخ عائض بن عبد الله القرني (ص: ٦٨)

ضرور اپنی معروف کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں آپ کے حالات بیان کرتے۔

ان کی قوتِ حافظہ کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی تھوڑی سی جان پہچان والا دسیوں سال کے بعد بھی آکر ملتا اور سلام کہتا تو فوراً اُسے پہچان لیتے اور اس کا نام لے کر اُسے سلام کا جواب دیتے تھے۔ ان کی مؤمنانہ فراست اس سب کچھ پر مستزاد تھی۔ [1]

میرے علم و معلومات کے مطابق شیخ کو جس طرح پوری اسلامی دنیا میں شرفِ قبول حاصل تھا اس میں ان کا کوئی سہیم و حصہ دار نہیں تھا۔ [2]

ضیافت و مہمان نوازی:

آپ کی ضیافت و مہمان نوازی کا یہ عالَم تھا کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ شیخ نے کبھی کسی مہمان کے بغیر اکیلے کھانا نہیں کھایا تو وہ اپنی قسم میں جھوٹا ثابت نہیں ہوگا۔

حِلم و بردباری اور وسعتِ صدر:

علم وحلم اور وسعتِ صدر شیخ کے اخلاقِ کریمانہ کا حصہ تھے جس کا اندازہ کرنے کے لیے صرف چند واقعات ہی کافی ہیں:

1. انھیں کسی کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ کئی سال تک آپ کے خلاف زبان درازی کرتا رہا ہے لیکن اب وہ آپ سے معافی کا خواستگار ہے۔ اس پر شیخ نے فرمایا:
   "میں نے اسے اپنا حق معاف کردیا اور اللہ سے امید و دعا ہے کہ اسے ہدایت سے نوازے اور حق پر ثابت قدم رکھے۔"

---

[1] الإنجاز للشيخ الرحمه (ص: ٤٢ تا ٤٥)

[2] مجلة الدعوة بحواله الإنجاز (ص: ٥٧٢ ـ ٥٧٨)

مرحوم کے سوانح نگار شیخ الرحمہ نے اپنے کانوں سنے ہوئے یہ کلمات نقل کیے ہیں۔ [1]

۲ ایک اعرابی کا طلاق کے سلسلہ میں سوال کرنا اور شیخ کا کہنا کہ اسے طلاقِ بائنہ (مغلظہ) ہوگئی ہے اور وہ اس وقت تک تمہارے ساتھ دوبارہ نکاح نہیں کرسکتی جب تک کسی دوسرے سے شادی کرکے بیوہ یا مطلقہ ہوکر نہ آئے۔

وہ اعرابی بار بار سوال دہراتا رہا اور شیخ بار بار اپنا وہی جواب دہراتے رہے، آخر اس اعرابی نے اپنے مخصوص دیہاتی لہجے میں کہا: ''تَكْفٰى يَا شَيْخُ عَلَشَانِیْ''

''اے شیخ! براہِ مہربانی میری خاطر کچھ کیجیے۔''

تو شیخ نے اپنے ساتھ والوں سے صرف اتنا کہا:

''مجھے ذرا ڈنڈا پکڑانا...... کیا یہ کوئی کھلونا ہے!''

شیخ اُس وقت غصہ میں نہیں تھے بلکہ اس اعرابی کو محض سمجھانا مقصود تھا کہ طلاق کے معاملے میں لاپرواہی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ [2]

۳ مندرجہ ذیل واقعہ بظاہر خواب و خیال کی بات لگتا ہے جبکہ شیخ کے بعض قریبی ذرائع میں سے شیخ عبد الرحمٰن الرحمہ نے پوری تحقیق کر لینے کے بعد لکھا ہے کہ شیخ نے ایک شخص کو پندرہ سو (1500) ریال کا چیک دیا، اس نے چیک پر ایک صفر کا اضافہ کر دیا جس سے وہ پندرہ ہزار (15000) ریال بن گئے، کیشیئر نے محسوس کیا کہ اس شخص کو اتنے پیسے دینے کا کوئی باعث نظر نہیں آتا، لہٰذا شیخ کے پاس تصدیق کرنے کے لیے چلا گیا۔ شیخ نے جب سنا تو چند لمحات کے لیے شیخ کے ہونٹ ہلتے رہے۔ پھر لحظہ بھر کے لیے

---

[1] الإنجاز (ص: ٥٥ـ ٥٧) و الدرر الذهبية من عيون القصص البازية للشيخ عبد الرحمن بن يوسف الرحمه (ص: ٤٢)

[2] الإنجاز (ص: ٥٥٩)

سر جھکایا اور حکم دیا کہ اسے پندرہ ہزار ہی دے دو اور ساتھ ہی کہا:

''مجھے لگتا ہے کہ وہ حاجت مند ہے اور اس کی حاجت وضرورت نے ہی اسے اس جعل سازی پر مجبور کیا ہوگا۔''[1]

[۴] شیخ کے دفتر کے مدیر شیخ محمد الموسیٰ بتاتے ہیں کہ شیخ کے ایک شاگرد نے، جو کہ ان کے ساتھ ہی کام کرتے تھے، ایک دن خط لکھا جو انتہائی سخت و سست الفاظ پر مشتمل تھا۔ اپنی مظلومی کی دہائی دی، شیخ کے عدل و انصاف پر حرف گیری کی اور لکھا کہ اللہ کے پاس میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں گا۔ بات صرف اتنی سی تھی کہ میں عرصہ سے کام کر رہا ہوں اور میری ترقی کے آرڈر آپ نے جاری نہیں کیے۔ شیخ کو خط سنایا گیا، خط مکمل ہوا تو شیخ رحمہ اللہ مسکرا دیے اور کہا:

''اللہ اسے معاف کرے۔ اس کے انداز سے مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے یہ اپنے دل میں میرے خلاف کچھ چھپائے ہوئے ہے، اس کو لکھو: اللہ کی قسم! میرے دل میں تمھارے خلاف کوئی بات نہیں بلکہ تم میرے محبوب ترین لوگوں میں سے ہو اور ترقی کے سلسلے میں تم نے کبھی بات ہی نہیں کی۔ یہ خط بدلو، نئے سرے سے لکھو اور اپنا مدعا ذکر کرو، ہم ان شاء اللہ آپ کی ترقی کروانے کی کوشش کریں گے۔''

نیز آخر میں اُس کے لیے توفیق وفلاح کی دعا کی۔ شیخ کا یہ خط پڑھ کر وہ شخص انتہائی شرمندہ ہوا بلکہ شرمندگی سے اس کا چہرہ سرخ ہوگیا اور شیخ سے معافی مانگی۔ انھوں نے اُسے پاس بٹھایا، معاف کیا، پیار کیا، معذرت بھی کی اور دعائیں بھی دیں۔[2]

---

[1] الدرر الذهبية (ص: ٦٢-٦٣)

[2] الدرر الذهبية (ص: ٤٣، ٤٤)

تواضع:

شیخ کی تواضع وانکساری کا یہ عالم تھا کہ بعض اہلِ علم وفضل نے تجویز پیش کی کہ کھانا کھاتے وقت آپ کے دسترخوان پر ملازم، طالبِ علم، فقراء ومساکین، عرب وعجم سب ہوتے ہیں اور کچھ بڑی (سرکاری وغیر سرکاری) شخصیات کو شائد یہ اچھا نہ لگتا ہو لہٰذا آپ ان عام لوگوں کو الگ کھلا دیا کریں اور خود کبار شخصیات کے ساتھ الگ کھایا کریں۔ یہ سن کر شیخ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور کہا:

"مسکین ہیں یہ رائے رکھنے والے، انھیں مسکینوں کے ساتھ کھانا کھانے کی لذت کا اندازہ ہی نہیں۔ میں یہی سلسلہ جاری رکھوں گا، جس کا جی چاہے یہیں میرے ساتھ بیٹھے، جسے ہمارے ساتھ اس طرح بیٹھنا اچھا نہ لگے ہم کسی کو بیٹھنے پر مجبور نہیں کرتے۔"[1]

کرم وکشادہ دلی:

فقراء ومساکین اور محتاجوں کے لیے اتنے جود وکرم کے مالک تھے کہ کبھی کسی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا، ان کی کشادہ دلی کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ انھوں نے کبھی تھوڑا یا زیادہ مال سنبھال کر نہیں رکھا بلکہ جو ہوتا دے دیتے حتیٰ کہ بعض دفعہ اپنے ماہانہ مشاہرہ کو ختم کر کے ادھار لے کر ضرورت مندوں کو نوازتے اور کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوا کہ بعض ضروری اور قیمتی چیزوں کو بیچ کر مجاہدین اور عام محتاجوں کی ضرورتیں پوری کیں۔

کھانا کبھی اکیلے کھایا ہی نہیں تھا بلکہ ان کے دسترخوان کی وسعت وکشادگی کا یہ عالم تھا کہ ہر کھانے پر مقامی وبیرونی مہمان سینکڑوں کی تعداد میں ہوا کرتے

[1] إمام العصر (ص: ٩٣) الدرر الذهبية (ص: ٢٣) مواقف مضيئة في حياة الإمام ابن باز للشيخ حمود بن عبد الله المطر (ص: ٤٨، ٤٩)

تھے، جن میں طلبہ، علماء، مفکرین، ادباء، دانشور، وزراء اور چھوٹے بڑے حتیٰ کہ فقراء ومساکین تک شامل ہوتے تھے۔

آپ کی فیاضی اور کرمِ ضیافت و میزبانی کا یہ عالَم تھا کہ آپ کے چاہنے والوں میں سے بعض لوگوں نے آپ کو دورِ حاضر کا ''حاتم طائی'' قرار دے رکھا تھا۔ کیونکہ وہ بھی فقیر ومحتاج کی معیت کے بغیر اکیلے کھانا نہیں کھایا کرتے تھے۔[1]

ان کے اخلاقِ کریمانہ اور کشادہ دلی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی صاحب کے بقول الادب المفرد امام بخاری کے شارح شیخ فضل اللہ جیلانی ہندی کی علاّمہ ابن باز رحمہ اللہ نے دعوت کی، جب مہمان دستر خوان پر جمع ہوچکے تو شیخ نے گھر کے برتن دھونے والے ملازم کے بارے میں محسوس کیا کہ وہ موجود نہیں ہے، اسے آوازیں دیں، بلوایا کہ وہ بھی ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے اور جب تک وہ آ نہیں گیا شیخ نے کھانا شروع نہیں کیا۔

مجھ سے شیخ جیلانی نے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ شیخ کا بیٹا ہے؟ میں نے انھیں بتایا کہ یہ شیخ کے گھر کے برتن دھونے والا ملازم ہے تو انھیں یقین نہیں آیا، پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور کہنے لگے کہ ضعیف کے ساتھ یہ عظیم تواضع اور رحم دلی میں نے اس سے پہلے اپنی زندگی میں کبھی کہیں نہیں دیکھی اور نہ ہی کہیں تاریخ میں پڑھی ہے۔[2]

محبوبِ خلائق ہونے کا سبب:

شیخ عبدالعزیز بن محمد السدحان نے ایک مرتبہ شیخ رحمہ اللہ سے پوچھا: لوگوں کے دلوں میں آپ کے لیے جذباتِ احترام ومحبت اور آپ کی اس قبولیتِ عامہ کا اصل سبب کیا ہے؟

[1] البداية والنهاية إمام ابن كثير (١٩٧/٣)

[2] الدرر الذهبية من عيون القصص البازية للشيخ عبد الرحمن الرحمه (ص: ٦٣)

شیخ رحمہ اللہ نے اس کا جواب دینے سے اعراض و پہلو تہی کی تو انھوں نے اس محبت کے ساتھ جواب لینے پر اصرار کیا کہ یہ محض لوگوں کے استفادہ کے پیشِ نظر ضروری ہے، اس پر شیخ نے کہا:

''میں اپنے دل میں کسی بھی شخص کے خلاف کوئی حسد وبغض اور غصہ نہیں رکھتا۔''

نیز دیگر کئی امور میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کے نہ صرف ریاض و سعودیہ اور نہ صرف عالمِ عرب بلکہ پورے عالمِ اسلام کے محبوب ہونے میں اجماع یا تقریباً اجماع ہے۔[1]

اساتذۂ عظام:

علامہ ابن باز نے بڑے بڑے علماء وفضلاء کے آگے زانوئے ادب وتلمذ طے کیے اور ان سے کسبِ علم کیا۔ ہم ان میں سے چند کبار اہل علم وفضل کے مختصر تذکرہ پر اکتفاء کرتے ہیں:

1. شیخ محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن حسین بن شیخ محمد بن عبدالوہاب، جو الریاض میں ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے، اپنے والدِ ماجد کے علاوہ شیخ محمد بن عتیق اور دیگر کبار علماء سے کسبِ فیض کیا، تحصیلِ علم سے فارغ ہوئے تو شاہ عبدالعزیز نے انھیں القویعیہ اور پھر الوشم میں قاضی کے منصب پر فائز کیا۔ اسی طرح انھیں عسیر و حجاز کے علاقوں میں داعی و مبلغ بنا کر بھی بھیجا گیا اور ان کی دعوت و تبلیغ خلقِ کثیر کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنی۔ جب ان کی بے پناہ صلاحیتوں کا پتہ سلطان عبدالعزیز کو چلا تو انھوں نے انھیں سعودی حکومت

[1] الممتاز في مناقب الشيخ ابن باز للشيخ عائض بن عبد الله القرني (ص: ٣٩) الدرر الذهبية (ص: ٤٤، ٤٥)

کے دار السلطنت الریاض کا قاضی مقرر کر دیا۔

انھوں نے افتاء و تدریس کے میدان میں بھی خوب جوہر دکھلائے، سعودی عرب کے سابق مفتیٔ اعظم سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم اور دار الیمامہ للبحث و الترجمہ و النشر کے مالک شیخ حمد بن محمد بن جاسر اور کثیر اہلِ علم نے ان سے استفادہ کیا۔ ان کا مکتبہ (لائبریری) وسعتِ مکان، کثرتِ کتب اور خزانۂ محفوظات ہونے کے لحاظ سے نجد میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ وہ خود عقیدۂ توحید اور دیگر امور پر کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے، وہ بروز اتوار ۲/ جمادی الآخرہ ۱۳۶۷ھ میں فوت ہوئے۔

ان کے تین بیٹے عبد الرحمٰن، عبد اللہ اور ابراہیم تھے، اور انہی کے نامور پوتے سماحہ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ آل الشیخ ہیئۃ کبار العلماء اور اللجنہ الثقافیہ الخماسیہ کے ممبر، الجامع الکبیر الدیرہ، الریاض کے امام و خطیب، مسجد نمرہ (عرفات) میں دسیوں سال سے امام و خطیبِ حج چلے آرہے ہیں نیز علامہ ابن باز رحمہ اللہ کی وفات کے ساتھ ہی ان کی جگہ پر وہ خادم الحرمین الشریفین کے شاہی فرمان سے ہیئۃ کبار العلماء کے رئیس اور سعودی عرب کے مفتیٔ اعظم کے عہدے پر بھی فائز کر دیے گئے ہیں۔ [1]

وَفَّقَهُ اللّٰهُ لِكُلِّ مَا فِيهِ خَيْرُ الْإِسْلَامِ وَ الْمُسْلِمِينَ.

(2) شیخ عبد اللہ بن عبد اللطیف ان سے بعض کتبِ توحید و فقہ اور کتبِ حدیث پڑھیں۔ [2]

(3) شیخ سعد بن حمد بن علی بن عتیق رحمہ اللہ۔ مرحوم حوطہ بنی تمیم کے ایک گاؤں الجلوۃ میں (صحیح تر قول کے مطابق) ۱۲۶۸ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور پھر ۱۳۰۱ھ میں حصولِ علم کے لیے ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔

---

[1] الإنجاز (ص: ۷۲۔ ۷۸)

[2] الشیخ ابن باز للندوة (ص: ۷) ملحق جریده المدینه، الأربعاء ٤/ صفر ١٤٢٠هـ)

جہاں کبار اہلحدیث علماء میں سے شیخ العرب والعجم علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی، والا جاہ علامہ نواب صدیق حسن خان قنوجی والیٔ ریاست بھوپال، اسی طرح شیخ شریف حسین، شیخ محمد بشیر سندھی، شیخ سلامت اللہ ہندی، شیخ حسین بن محسن یمانی (نزیل الہند) سے نو سال تک حصولِ علم میں مشغول رہے اور اجازات و شہادات حاصل کیں۔ علامہ سیّد نذیر حسین اور علامہؒ یمانی سے ان کے اجازہ حاصل کرنے کا خصوصی ذکر ملتا ہے۔

علماء اہلحدیث پاک و ہند سے تلمذ و تعلق:

سابقہ سطور سے معلوم ہوا کہ علاّمہ ابن باز رحمہ اللہ بالواسطہ ہندوستان اور خصوصاً علماءِ اہلحدیث سے فیض یافتہ تھے جو ہندوستان کے لیے بالعموم اور اہلحدیث کے لیے بالخصوص ایک اعزاز ہے۔ ہندوستان سے تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر حج کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کیا اور وہاں بھی کبار نجدی، حجازی اور ہندی علماء (شیخ محمد بن سلیمان حسب اللہ الہندی) سے خوب خوب استفادہ کیا۔

سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ کے حضرت العلام حافظ عبداللہ محدّث روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ کے ساتھ مثالی تعلقات تھے حتیٰ کہ موصوف نے محدّث روپڑی کو پیشکش کی تھی کہ وہ مدینہ یونیورسٹی میں پڑھانے کے لیے تشریف لے آئیں لیکن حضرت روپڑی نے شکریہ کے ساتھ معذرت کر دی تھی۔ انھوں نے اپنے حواشی والی فتح الباری بطورِ ہدیہ محدّث روپڑی کو پیش کی تھی۔ آپ نے فتح الباری کو شروع سے ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ فلاں مقام پر بھی حاشیہ ہونا چاہیے تھا۔ اس پر شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔[1]

[1] ضمیمہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور (جلد:۵۲، شمارہ:۸) بابت: ۲۵/ ذوالقعدۃ ۱۴۲۰ھ، ۳/ مارچ ۲۰۰۰ء مضمون استاذی شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ خان بر وفات حافظ عبدالقادر روپڑی۔

شیخ ابنِ عتیق کا منصب:

جب وہ حج اور حصولِ علم سے فارغ ہوکر اپنے علاقہ میں آئے تو امام عبداللہ الفیصل آل سعود نے انھیں الافلاج کا قاضی مقرر کردیا یہاں تک کہ ملک عبدالعزیز نے ۱۳۱۹ھ میں الریاض کو فتح کیا اور الافلاج پر بھی قبضہ کرلیا تو انھوں نے شیخ کو الریاض میں منتقل کرکے الریاض کے گرد و نواح کے تمام علاقوں کا قاضی مقرر کیا۔ ساتھ ہی ساتھ انھیں الریاض کی الجامع الکبیر کی امامت و خطابت بھی سپرد کردی اور اس میں وہ صبح اور دوپہر دو نشستوں میں انتہائی علمی درس بھی دیا کرتے تھے۔

شیخ ابن عتیق کے چند معروف تلامذۂ کرام یہ ہیں:

۱ سماحۃ الشیخ عبداللہ بن حسن رئیس القضاۃ (چیف جسٹس)۔
۲ سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم رئیس القضاۃ۔
۳ سماحۃ الشیخ عمر بن حسن رئیس الھیئات للامر بالمعروف (منطقہ وسطیٰ و شرقیہ)۔
۴ شیخ عبداللطیف بن ابراہیم نائب رئیس المعاہد والکلّیات (انسٹی ٹیوٹس اور کالجز)۔
۵ معروف ریسرچ اسکالر استاد حمد الجاسر۔
۶ معروف شاعر محمد بن عثیمین۔
۷ شیخ محمد بن رشید قاضی الرس (القصیم) اور دیگر کثیر علماء نے ان سے کسبِ فیض کیا۔

شیخ ابن عتیق نے افتاء و تالیف میں بھی کام کیا، ان کی تصنیفات کئی مجلّدات پر مشتمل ہیں، صرف ایک کتاب "المجموع المفید" میں ان کے چالیس رسائل کو جمع کرکے شائع کردیا گیا ہے نیز دیگر کتب و رسائل اور فتاویٰ ان کے علاوہ ہیں۔ وہ ۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ میں الریاض میں فوت اور دفن ہوئے۔ [1]

---

[1] الإنجاز (ص: ۷۹۔ ۸۷)

4 شیخ حمد بن فارس بن محمد التیمی۔

علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے یہ استاذ ۱۲۶۲ھ میں ایک گاؤں العطار (سدیر) میں پیدا ہوئے۔ علمِ فرائض وحساب میں اپنے وقت کے کبار علماء میں سے تھے۔ امام عبداللہ الفیصل آل سعود نے انھیں بیت المال کی ذمہ داری سونپی، جو اُس وقت آج کے وزیر مالیات (خزانہ) کے عہدہ کے برابر تھی، اور ساتھ ہی انھیں آل سعود کے اوقاف کا بھی مدیر بنایا تاکہ ان کی آمدنی کو اعمالِ خیر واحسان میں صرف کیا کریں۔ وہ امام عبدالرحمٰن الفیصل کے عہد میں حتیٰ کہ سلطان عبدالعزیز کے ابتدائی عہد میں بھی اپنے عہدوں پر قائم رہے۔

ان سے سماحۃ الشیخ عبداللہ بن حسن، سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم، سماحۃ الشیخ عمر بن حسن جیسے کبار علماء آل الشیخ نے علم حاصل کیا۔

وہ ۲۸ / جمادی الآخرۃ ۱۳۴۵ھ میں الریاض میں فوت ہوئے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدہ اور طائف میں بھی ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔[1]

5 شیخ صالح بن عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن حسین بن شیخ محمد بن عبدالوہاب۔

الریاض سے تقریباً ۱۰۰ کلومیٹر دور الخرج کے پاس السلمیہ نامی مقام پر پیدا ہوئے، جلد ہی والد فوت ہوگئے اور یہ اپنی والدہ کے ساتھ الریاض منتقل ہوگئے۔ وہیں حصولِ علم اور عملِ تجارت میں مشغول رہے، شاہ عبدالعزیز کے غزوات میں ان کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے۔ ۱۳۳۷ھ میں شاہ عبدالعزیز نے انھیں الریاض کا قاضی مقرر کیا لیکن ۱۳۵۲ھ میں بیماری کے نتیجہ میں انھوں نے اس منصب سے استعفیٰ دے دیا اور ۱۳۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

الریاض میں ان کے علمی دروس کی بڑی شہرت ہوا کرتی تھی اور ان کی ایک

[1] الإنجاز (ص: ۸۸۔ ۹۳)

بہت بڑی ذاتی لائبریری بھی تھی۔ ❶

6 سماحۃ العلامہ الشیخ محمد بن ابراہیم بن عبد اللطیف بن عبد الرحمٰن بن حسن بن شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب سابق چیف جسٹس و مفتیٔ اعظم سعودی عرب۔

۱۷ محرم ۱۳۱۱ھ میں الریاض میں پیدا ہوئے، چودہ برس کی عمر کو پہنچنے تک نابینا ہو گئے مگر قرآنِ کریم حفظ کیا اور یہ فقدانِ بصارت حصولِ علم کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی۔ ۱۳۳۹ھ میں شاہ عبد العزیز نے انھیں الریاض کی مشہور مسجد الشیخ کا امام و مدرس مقرر کیا۔ ۱۳۴۵ھ میں چھ ماہ کے لیے حاکم کے خصوصی آرڈر سے الغطغط میں مصروفِ دعوت و تبلیغ رہے اور پھر الریاض لوٹ آئے۔

الریاض میں اُن سے خلقِ کثیر نے استفادہ کیا۔ ان کے چند خاص خاص شاگرد یہ ہیں:

۱ علامہ شیخ عبد اللہ بن محمد بن حمید (رئیس مجلس القضاء الأعلیٰ و رئیس شئون الحرمین الشریفین، والد چیئر مین سعودی مجلس شوریٰ وامامِ کعبہ ڈاکٹر صالح بن حمید حفظہ اللہ)۔

۲ شیخ عبد اللہ یوسف الوابل (معروف عالمِ دین، ابہا)۔

۳ شیخ عبد اللہ سلیمان المعدنی (رئیس دیوان المظالم)۔

۴ شیخ عبد العزیز بن ناصر بن رشید (چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت مکہ المکرّمہ)۔

۵ عبد الملک (برادرِ شقیق، رئیس ہیئات الامر بالمعروف بالشرقیہ)۔

۶ شیخ عبد الرحمٰن بن فارس (قاضی الریاض)۔

۷ شیخ ابراہیم بن سلیمان آل مبارک (قاضی الخرمہ والافلاج)۔

۸ شیخ عبد اللہ بن عمر بن دهیش (چیف جسٹس شرعی کورٹ مکہ المکرّمہ)۔

❶ الإنجاز (ص: ٩٤۔ ٩٥)

٩ شیخ سلیمان بن عبید السلمی (چیف جسٹس شرعی کورٹ مکہ)۔
١٠ شیخ ابراہیم (صلبی بیٹا، نائب مفتی اعظم)۔
١١ عبدالعزیز (صلبی بیٹا، مدیر انسٹی ٹیوٹس اینڈ کالجز)
١٢ شیخ سعود بن رشود (چیف جسٹس شرعی کورٹ الریاض)۔
١٣ شیخ محمد بن مہیزع (سابق قاضی الریاض)۔
١٤ شیخ محمد بن شیخ عبدالرحمٰن بن قاسم (جامع مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ)۔ وغیرھم کثیر......

تالیف وتصنیف اورفتویٰ نویسی کے میدان میں بھی موصوف نے بڑا کام کیا، ان کے فتاویٰ کی کئی جلدیں باقاعدہ شائع ہوچکی ہیں جن کے جامع بھی شیخ عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم (جامع مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ) ہی ہیں۔

جبکہ ان کے علاوہ اتنے فتاویٰ ابھی باقی ہیں کہ جو کئی مجلدات میں شائع ہونگے اور سنا ہے کہ انہیں ترتیب وتبویب اور تحقیق کرکے شائع کرنے کا پروگرام بھی بن چکا ہے۔

اس کے علاوہ بھی ان کی کئی کتابیں ہیں، وہ شاعر بھی تھے۔ شیخِ محترم نے بڑے بڑے مناصب کوشرف بخشا مثلاً:

1. ۱۳۳۹ھ سے لے کر وفات تک مسجد الشیخ کے امام و مدرس رہے۔
2. ۱۳۶۹ھ میں موصوف نے ملک عبدالعزیز کومشورہ دیا کہ الریاض میں ایک معہد علمی بنانا چاہیے، حاکم مملکت نے فوراً معہد قائم کرنے کا شاہی فرمان جاری کردیا اوراس کی نگرانی شیخ کے سپرد کردی، شیخ نے اپنے بھائی شیخ عبداللطیف کواس معہد کا مدیر بنا دیا۔
3. ۱۳۷۳ھ میں سعودی دارالافتاء وجود میں آیا جس کے رئیس آپ ہی تھے۔ ۱۳۷۴ھ

میں حاکم نے معہد علمی کی متعدد برانچیں کھولنے کی ذمہ داری بھی شیخ کو سونپ دی، شروع میں معہد کی چھ برانچیں بریدہ، شقراء، احساء، مجمعہ، صامطہ اور مکہ مکرمہ میں کھولی گئیں پھر سارے سعودی عرب میں ان کا جال پھیلا دیا گیا۔

④ ۱۳۷۶ھ میں نجد، الشرقیہ اور الشمالیہ میں ریاسۃ القضاء قائم کی گئی تو اس کے رئیس بھی آپ ہی بنے۔

⑤ ۱۳۷۸ھ میں الحجاز والغربیہ سمیت پورے سعودی عرب کے رئیس القضاء ہو گئے۔

⑥ ۱۳۱۸ھ میں جامعہ اسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) مدینہ منورہ قائم ہوئی تو اس کے رئیس مقرر ہوئے۔

ان کی وفات کے بعد ۱۳۹۰/۹/۱۵ھ میں یہ منصب ان کے شاگرد اور ہمارے ممدوح شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے سپرد کر دیا گیا۔

⑦ ریاسۃ المجلس الاعلیٰ لرابطۃ العالم الاسلامی۔

⑧ ریاسۃ المکتبۃ السعودیۃ بمسجد الشیخ۔

⑨ ریاسۃ المعہد الاسلامی، نائیجیریا۔

⑩ ریاسۃ المجلس العالی للقضاء (سپریم جسٹس کونسل)۔

⑪ ریاسۃ معہد امام الدعوۃ۔

⑫ خطیب الجامع الکبیر وامام العیدین بالریاض۔

⑬ براعظم افریقہ میں دعوت وارشاد کے نگران۔

⑭ مؤسسۃ الدعوۃ الاسلامیۃ کے رئیس، جس سے ماہنامہ مجلّہ ''الدعوۃ'' صادر ہوتا ہے۔

⑮ ائمہ ومؤذنین کی تعیین کی نگرانی۔

⑯ واعظین ومبلغین کی تعیین بھی انھی کے سپرد تھی۔

⑰ مجلس ہیئۃ کبار العلماء کی تأسیس شروع کی اور ۱۳۸۹ھ میں اس کا میزانیہ بھی طے پا گیا مگر عمر نے وفا نہ کی اور اس مجلس کے کام شروع کرنے سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ رحمہ اللّٰہ رحمۃً واسعۃً.

موصوف نے بروز بدھ ۲۴/ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ وفات پائی۔ ہمارے ممدوح علامہ ابن باز نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور شاہ فیصل سمیت خلقِ کثیر نے انھیں سپردِ خاک کیا۔

ان کے چار بیٹے ہیں: شیخ عبدالعزیز، شیخ ابراہیم، احمد اور عبداللہ۔

ان کے پہلے دونوں بیٹے بھی عالم و فاضل اور شاعر تھے، انھوں نے اور دیگر بے شمار شعراء و ادباء نے بھی اپنے عظیم والد اور فاضل شیخ کی وفات پر مرثیے کہے۔❶

⑱ علامہ ابن باز کے اساتذہ میں سے ہی شیخ حمد بن فارس (وکیل بیت المال۔ الریاض) بھی تھے، ان سے نحو اور الاجرومیہ پڑھی۔

⑧ شیخ سعد بن وقاص بخاری، مدرس علمِ تجوید مکہ مکرمہ، ۱۳۵۵ھ میں انؒ سے تجوید کا علم حاصل کیا، شامیہ میں دوکان تھی، اس سے زیادہ ان کے حالات نہیں ملتے۔❷

⑨ شیخ محمد امین الشنقیطی سے منطق کی کتاب شرح علم الاخضری پڑھی اور ۱۳۸۸ھ۔ ۱۳۹۳ھ کے دوران مسجدِ نبوی میں ان کے درس میں شریک رہے جبکہ آپ خود بہت بڑے عالم بن چکے تھے۔❸

---

❶ الإنجاز (ص: ۹۷۔ ۱۰۹) و الممتاز (ص: ١٦)

❷ الإنجاز (ص: ٩٦)

❸ سیرتِ ابن باز للندوہ (ص: ۸۔۹) و ملحق المدینہ، الأربعاء ٤/صفر ١٤٢٠ھ)

تلامذۂ کرام:

سماحۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ نے الدلم، الریاض، مدینہ منورہ اور پھر الریاض میں لوگوں میں علم کے لعل و جواہر بانٹے، لہٰذا ان چاروں جگہوں سے متعلقہ ان کے صرف معروف شاگردوں کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کیا جاتا البتہ جن کا تذکرہ ایک مرتبہ آگیا اسے دوبارہ ذکر نہیں کیا جائے گا تاکہ تکرار لازم نہ آئے۔

أولاً: الدلم:

۱۳۵۷ھ میں آپ الدلم میں قاضی بنا کر بھیجے گئے اور ۱۳۷۱ھ تک 14 سال وہاں اس عہدے پر فائز رہے۔ اس دوران جن لوگوں نے ان سے استفادہ کیا ان میں سے درج ذیل نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

1۔ معالی الشیخ راشد بن صالح بن ختین، مشیر دیوانِ حاکم وممبر ہیئۃ کبار العلماء (ایامِ قضاءِ دلم میں شیخ کے کاتب بھی تھے)۔

2۔ معالی الشیخ عبد اللہ بن سلمان المسعری، سابق رئیس دیوان المظالم (یہ بھی کاتب تھے)۔

3۔ معالی استاذ عبد العزیز بن عبد اللہ السالم جنرل سیکرٹری مجلسِ وزراء۔

4۔ شیخ محمد بن سلیمان آل سلیمان سابق قاضی (سپریم کورٹ) الدمام، رئیس جمعیہ تحفیظ القرآن الکریم بالمنطقہ الشرقیہ۔

5۔ شیخ عبد اللہ بن حسن القعود، ممبر ہیئۃ کبار العلماء، سابق ممبر دائمی فتویٰ کمیٹی، امام وخطیب جامع الملک عبد العزیز بالمربع الریاض۔

6۔ شیخ محمد بن زید آل سلیمان، ممبر ہیئۃ کبار العلماء وقاضی التمییز (وفاقی سپریم کورٹ) الریاض، رئیس المحاکم الشرعیہ بالدمام (ماہ رجب ۱۴۲۷ھ میں

ریٹائر ہوئے ہیں)۔

7۔ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الشثری مشیر الحرس الوطنی۔

8۔ شیخ عبدالرحمٰن بن سحمان، کاتب شیخ، پھر رئیس محکمۃ الافلاج پھر رئیس محکمہ الدلم پھر جج وفاقی سپریم کورٹ۔

9۔ شیخ حمد بن سعد بن حمد العتیق قاضی ھیئۃ التمییز۔

10۔ شیخ سلیمان بن عبداللہ بن حماد، شیخ ممدوح کے اگلے دن کے دروس کی تیاری کے لیے شیخ کے سامنے مختلف مطلوبہ کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ پھر مفتش قضائی (انسپکٹر عدلیہ) رہے۔

11۔ شیخ محمد بن احمد بن سنان سابق نائب رئیس الجمعیۃ الخیریۃ لتحفیظ القرآن، مدیر مدرسہ تحفیظ القرآن الاولیٰ بالریاض.

12۔ شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر البراک، عقیدہ و اصولِ عقیدہ کے معروف پروفیسر جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ الریاض و مؤلف کتاب ''ابن باز في الدلم قاضياً و معلماً''

13۔ شیخ علی بن عبداللہ بن حواس، صاحبِ تالیفاتِ کثیرہ، علماء القصیم میں سے معروف عالم تھے۔

14۔ شیخ عبدالعزیز بن محمد جلال، رئیس ہیئۃ الامر بالمعروف بالدلم۔

15۔ شیخ سلیمان بن عبدالعزیز آل سلیمان، معروف قاضی، رئیس ہیئۃ التمییز، الریاض۔

16۔ شیخ صالح بن حسین العلی رحمہ اللہ (عراقی) شیخ ممدوح کی مجلسِ قضاء کے کاتب، مدیر مدرسہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پھر استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے۔

17۔ شیخ سعد بن عباس الغامدی، رئیس محکمہ خمیس مشیط۔

18۔ شیخ محمود یاسین (فلسطینی) شیخ ممدوح کے حکم پر مدرسہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے

افتتاح ۱۳۶۸ھ پر اس کے پہلے مدیر بنے۔

19۔ شیخ عبد الرحمٰن بن عثمان الجابر، تیس سال سے المعهد العلمی الدلم کے مدیر و مدرس اور مساجد الدلم میں علمی دروس دیتے آرہے ہیں۔

یہ بعض کبار علماء کے اسماءِ گرامی ہیں جبکہ ان کے علاوہ بھی فلسطین، یمن، عراق، حبشہ اور سعودی عرب کے بے شمار لوگوں نے الدلم میں شیخ سے کسبِ فیض کیا جن میں سے 29 نام شیخ عبد الرحمٰن الرحمہ نے "الإنجاز في ترجمة الإمام ابن باز" اور 80 نام شیخ عبد اللہ بن صالح العسکر نے اپنی کتاب "من أعلامنا" میں ذکر کیے ہیں۔[1]

ثانیاً: الریاض:

۱۳۷۱ھ میں الریاض میں پہلے معہد الریاض العلمی میں ایک سال اور پھر کلیہ شرعیہ الریاض (جو بعد میں جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کی شکل اختیار کر گیا) میں ۷ سال مدرسِ علوم شرعیہ (مدرسِ فقہ، حدیث اور توحید) رہے، اس دوران کے طلبہ کے نام یہ ہیں:

20۔ شیخ زید بن عبد العزیز بن فیاض، صاحبِ کتاب "الروضة الندية فی شرح العقيدة الواسطية لابن تيمية"۔

21۔ شیخ محمد بن سلیمان الاشقر، معروف اصولی عالم، صاحبِ کتاب "زبدة التفسير عن فتح القدير للشوكاني" اور دیگر مؤلفاتِ کثیرہ، کویت میں رہے، دعوت و ارشاد اور تصنیف و تالیف میں بڑا کام کیا، حکومتی خرچ پر شائع ہونے والی پینتالیس (۴۵) جلدوں کی "الموسوعة الفقهية"

---

[1] الإنجاز للرحمة (ص: ۱۱۳۔ ۱۲۱) من أعلامنا للشيخ عبد الله بن صالح العسكر (ص: ۳٤۔ ۳۹)

(فقہی انسائیکلوپیڈیا کی ترتیب وتدوین) کے معاملہ میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔
22۔ شیخ حمود بن عبد اللہ العقلا، القصیم میں جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کی فرع (برانچ) کے فقہ وعقیدہ کے معروف مدرس۔
23۔ شیخ عبد العزیز بن محمد آل عبد المنعم سیکرٹری جنرل ھیئۃ کبار العلماء، حکومت کی طرف سے "مرتبہ ممتازہ" پر فائز ہیں جوکہ وزیر کے رتبہ کے قریب قریب ہوتا ہے۔ شیخ ابن باز کا ان پر بڑا اعتماد تھا اور وہ ان سے اکثر امور میں مشورہ کیا کرتے تھے۔
24۔ شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الغدیان، فتویٰ کی دائمی کمیٹی کے ممبر، ھیئۃ کبار العلماء کے ممبر، لجنۃ خماسیہ کے ممبر۔
25۔ شیخ ابراہیم بن حمد بن ابراہیم آل شیخ، سابق وزیرِ عدل، سابق ممبر ھیئۃ کبار العلماء، رئیس مجلس ادارۃ مؤسسۃ الدعوۃ الاسلامیہ [مجلّہ الدعوۃ]۔
26۔ شیخ عبد اللہ بن عبد العزیز بن ادریس، معروف ادیب وشاعر، رئیس نادی ادبی، الریاض۔
27۔ شیخ علی بن سلیمان الرومی، نائب رئیس ھیئۃ التمییز، الریاض۔ معروف عالم و فقیہ، معروف ماہرِ علمِ مواریث وفرائض۔
28۔ شیخ صالح بن محمد رشود، سابق مدرس کلیۃ الشریعہ معروف حنبلی عالم وفقیہ۔
29۔ شیخ عمر بن عبد العزیز بن متروک، سابق مشیر دیوانِ حاکم، وکیل وزارۃ العدل، علامہ شیخ بکر ابو زید نے اپنی کتاب "الربا و المعاملات المصرفیۃ" میں ان کے بڑے تفصیلی حالات ذکر کیے ہیں۔
30۔ شیخ فالح بن سعد آل مہدی، مؤلف کتاب "التحفۃ المھدیۃ شرح الرسالۃ التدمریۃ لابن تیمیۃ"۔

31۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین، مفتیٔ عالمِ اسلام، عالمِ کبیر، فقیہِ شہیر، ماہرِ علم اصول و ماہرِ نحو، مدرس جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، فرع القصیم، صاحبِ تصانیف کثیرہ وفتاویٰ مفیدۃ، شیخ موصوف مسجد وکلیہ میں عرصہ دراز تک علامۂ ممدوح کے ملازمِ صحبت رہے تھے۔

32۔ الشیخ حمود بن عبد العزیز السبیل، معروف قاضی ومشہور فقیہہ۔

33۔ شیخ عطیہ محمد سالم رحمہ اللہ، قاضی محکمۃ المدینہ المنورہ، مدرّس مسجدِ نبوی، علامہ محمد امین الشنقیطی کے بھی معروف شاگردِ رشید تھے، ان کی کتابِ تفسیر "أضواء البیان" کی تکمیل انھی نے کی، التمہید لابن عبد البر کو فقہی ابواب پر مرتب کیا، ابھی حال ہی میں (۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹ء میں) وفات پائی ہے۔

موصوف کو اہلِ پاک وہند سے بڑا پیار تھا، پاکستان کا دورہ بھی کیا اور سیالکوٹ کی ایک بہت بڑی کانفرنس میں ایک اجلاس کی صدارت بھی کی تھی۔

34۔ شیخ صالح بن عبد الرحمٰن الاطرم، ممبر ہیئۃ کبار العلماء، ممبر دار الافتاء، مدرس کلیۃ الشریعہ الریاض۔

35۔ شیخ حسن بن عبد اللطیف بن مانع، معروف عالم، مدرس المعہد العلمی بحی الشفاء، الریاض۔

36۔ شیخ عبد اللہ بن محمد بن زاحم، سابق رئیس محاکم (کورٹس) المدینہ المنورہ، ممبر مجلس القضاء الاعلیٰ (وفاقی قضائی سپریم کونسل)، امام وخطیبِ مسجدِ نبوی۔

37۔ شیخ عبد اللہ بن محمد بن رشید، ممبر مجلس القضاء الاعلیٰ۔

38۔ شیخ عبد الصمد محمد الکاتب، سابق مدرس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، ماہرِ علمِ فرائض، داعی ومبلّغ، اصلاً انڈین ہیں، اب سعودی نیشنل ہوچکے ہیں، ان کے ایک فرزند شیخ منیر الکاتب ارامکو (الظہران) میں کام کر رہے ہیں۔

اسلامک کلچر سنٹر الدمام میں راقم کی ان سے ملاقات ہوئی ہے۔

39۔ شیخ علی الاحمد الصالحی رحمہ اللہ معروف قصیمی عالم و تاجر، معروف مفسر و عالم شیخ عبدالرحمٰن السعدی کے شاگرد و مشیرِ خاص، مؤلف تفسیر ابن القیم باسم "السراج المنیر" موصوف نے "کشف الشبہات" کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ اشاعت کی اور کتنے ہی ساقط شدہ شبہات کو مسودات سے جمع کر کے شاملِ کتاب کیا۔ ان کی تحقیق و تعلیق سے شائع شدہ اضافوں والی کتاب "کشف الشبہات" کا راقم الحروف نے اردو ترجمہ کیا ہے جس کا تیسرا ایڈیشن چھپ چکا ہے۔ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ وَ مِنْہُ الْقُبُوْل

40۔ شیخ صالح بن محمد اللحیدان، سابق رئیس مجلس القضاء الاعلیٰ بمرتبہ وزیر، ممبر ہیئۃ کبار العلماء، ممبر اللجنۃ الخماسیہ، دیگر ایام میں عموماً اور ماہ رمضان میں خصوصاً مسجد حرام میں روزانہ درس دیتے ہیں اور سعودی ٹیلیویژن کے چینل ون پر ہر جمعہ کے دن سوالوں کے جوابات کا پروگرام کرتے ہیں۔

41۔ شیخ صالح بن عبد العزیز المنصور، معروف فقیہہ، مدرس جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، مؤلفِ کتبِ کثیرہ۔

42۔ شیخ علی بن سلیمان المہنا، سابق رئیس محکمہ مستعجلہ [لوئر کورٹ] مدینہ منورہ اور وہاں کے معروف عالم۔

43۔ شیخ محمد بن سلیمان البدر، ممبر مجلس القضاء الاعلیٰ، ممبر ہیئۃ کبار العلماء۔

44۔ شیخ محمد بن عبد الکریم آل سلیمان، سابق قاضی محکمہ العمار، ماہرِ علمِ فرائض و مواریث۔

45۔ شیخ محمد بن عبد اللہ الامیر، ممبر مجلس القضاء الاعلیٰ۔

46۔ شیخ عبد الکریم بن مراد الاثری، مدرس جامعہ اسلامیہ، پاکستان میں دعوت و تبلیغ کا بڑا کام کیا ہے، مسلک اہلحدیث سے والہانہ لگاؤ ہے، صاحب

"قصب السكر شرح نظم نخبة الفكر لابن حجر" وصاحبِ مؤلفاتِ کثیرہ۔

47۔ ڈاکٹر شیخ عبد المحسن بن حمد العباد سابق نائب رئیس (وائس چانسلر) مدینہ یونیورسٹی، مدرس مسجد نبوی، مولف کتب کثیرہ، مسجد نبوی میں صحیح بخاری، مسلم، ابو داود، ترمذی اور نسائی درساً پڑھا چکے ہیں اور ابن ماجہ پڑھا رہے ہیں اور اس کی تکمیل کی تمنا رکھتے ہیں، اللہ اس "عالمِ مدینہ" کی تمنائیں پوری کرے۔

ان کے فرزند ڈاکٹر عبد الرزاق البدر بھی معروف سعودی عالم ہیں اور سعودی عرب کے قرآن ریڈیو "إذاعة القرآن الكريم" سے ان کے دروس نشر ہوتے رہتے ہیں اور کئی کتابوں کے مولف ہیں۔

48۔ شیخ منصور بن حمد المالک، نائب رئیس دیوان المظالم، معروف عالمِ دین۔

49۔ شیخ محمد امان علی الجامی رحمہ اللہ، افریقی الاصل سعودی نیشنل، مدرس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، مدرس مسجدِ نبوی، تیس سال تک کتبِ عقیدہ کی تعلیم دیتے رہے، راقم الحروف کی طالبِ علمی کے زمانے میں چند سالوں کے لیے جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں مبعوث کی حیثیت سے مدرس رہے، راقم کو نہ صرف شرفِ زیارت بلکہ شرفِ تلمذ بھی حاصل ہے۔ "الصفات الالٰهية" و "الأسماء و الصفات" اور دیگر کئی کتب کے مصنف، ۱۴۱۶ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

50۔ شیخ ابو بکر جابر الجزائری، مدرس مسجدِ نبوی، دعوت و تبلیغ کے لیے کثیر السفر، متعدد کتب کے مؤلف، آج کل ان کی کتاب "منهاج المسلم" کا اردو ترجمہ اردو دان طبقہ سے خراجِ تحسین لے رہا ہے۔ جس کا ترجمہ "اسلامی طرزِ زندگی" کے نام سے مولانا محمد رفیق اثری (ملتان) نے کیا ہے اور دارالسلام الریاض نے اپنے معروف معیاری انداز سے اسے چھاپا ہے۔

51۔ شیخ حمد بن محمد الفریان، سابق وکیل وزارتِ عدل، موجودہ ممبر سعودی مجلسِ شوریٰ۔
52۔ شیخ رومی بن سلیمان الرومی، سابق مشیر وزارتِ داخلہ۔
53۔ شیخ سعد بن محمد الفریان، ممبر الجمعیۃ الخیریہ لتحفیظ القرآن و چیف ایڈیٹر معروف ماہنامہ مجلّہ الدعوۃ الریاض۔
54۔ شیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان آل فوزان، ممبر ہیئۃ کبار العلماء، ممبر دائمی فتویٰ کمیٹی، ممبر اللجنۃ الخماسیہ، عالم اسلام کے معروف علامہ ومفتی، ماہرِ مسائل عقیدہ حتیٰ کہ شیخ ابن باز مسائل عقیدہ کے حل اور متعلقہ کتابوں کے لیے عموماً لوگوں کو انہی کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے، مؤلف کتبِ توحید وعقائد وغیرہ کثیرہ، ان کی کتاب ''التوحید'' کا اردو ترجمہ مولانا مختار احمد ندوی نے کیا اور اہلِ خیر کے خرچ پر وہ بے شمار تقسیم ہوئی، انھیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ وابن قیم کی کتب سے والہانہ تعلق ولگاؤ ہے۔
55۔ شیخ عبد اللہ بن حمد الجلالی، معروف داعی ومبلّغ، عُنیزہ القصیم کے معروف تاجر، مسلمان خواتین کے مسائل ومشکلات کے حل کے لیے خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔
56۔ شیخ عبد اللہ بن سعد السعد رحمہ اللہ، سابق وکیل جامعۃ الامام لشؤون المعاہد العلمیہ، معروف عالم وفاضلِ نجد، ماہرِ علمِ انساب۔
57۔ شیخ عبد اللہ بن محمد المنیف، مدرس المعہد العلمی الریاض، امام جامع بن ترکی بالشفا، معروف داعی ومبلّغ۔
58۔ شیخ عبد المحسن بن عبد اللہ الخیال رئیس محاکم جدہ، فقیہہ وداعیہ ومبلّغ۔
59۔ شیخ محمد بن سلیمان المہوس، رئیس ہیئۃ التحقیق والادعاء العام (اٹارنی جنرل، چیف آف ریسرچ کونسل، پبلک پراسیکیوٹر)۔

60۔ شیخ صالح بن غانم السدلان، رئیس قسم الفقہ بکلیۃ الشریعہ الریاض، فقیہہ، داعیہ، ماہرِ علم الاصول، مؤلفِ کتبِ کثیرہ۔

61۔ شیخ ابو بکر اسماعیل میغا، مدرس جامعۃ الملک سعود، مؤلفِ کتبِ کثیرہ۔

62۔ شیخ عبد الرحمٰن بن محمد آل سدحان، عمید کلیۃ الشریعہ بالریاض، فقیہ، ماہرِ علمِ اصول۔

63۔ شیخ غیہب بن محمد آل غیہب، قاضی التمییز، الریاض۔

64۔ شیخ علی بن مدیش بجوی، ممبر مجلس شوریٰ، قاضی التمییز۔ دیوانِ حاکم۔

65۔ شیخ احمد بن عبد الرحمٰن الجنیدل، رئیس قسم الاقتصاد الاسلامی بکلیۃ الشریعہ الریاض، داعی و مبلّغ و مدرس۔

66۔ شیخ ڈاکٹر عبد اللہ عبد المحسن الترکی، سابق مدیر جامعۃ الامام، سابق وزیر امور اسلامیہ و اوقاف و دعوت و ارشاد، ممبر ہیئۃ کبار العلماء، مشیر دیوانِ حاکم، سیکرٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی۔

67۔ شیخ محمد بن عبد اللہ العجلان ممبر مجلسِ شوریٰ۔

68۔ شیخ ابراہیم الحماد الصائغ، سابق مدیر ادارۃ التعلیم، حائل۔

69۔ شیخ محمد بن عبد الرحمٰن بن مفدی، ڈاکٹر جامعۃ الامام، نحوی، لغوی۔

70۔ شیخ عبد اللہ بن سلیمان بن منیع، سابق نائب الرئیس العام لادارات البحوث العلمیہ والافتاء، قاضی التمییز مکہ مکرمہ، ممبر ہیئۃ کبار العلماء، ممبر مجلس الاوقاف الاعلیٰ، محدث، فقیہ، ماہرِ علم المیراث، ماہرِ علم الاصول۔

71۔ شیخ عمران محمد العمران، ممبر مجلس الشوریٰ، معروف قلمکار۔

72۔ شیخ عبد الرحمٰن بن سلیمان الرویشد، سابق مشیر وزارتِ داخلہ، رئیس تحریر مجلّہ الشبل۔

73۔ شیخ محمد بن سعد بن حسین، ڈاکٹر جامعۃ الامام، معروف شاعر و صحافی۔

74۔ شیخ محمد بن عید الخطراوی، نائب رئیس نادی ادبی مدینہ منورہ، استاذ اللغہ العربیہ جامعۃ الملک عبدالعزیز، فرع مدینہ منورہ۔

75۔ شیخ عبداللہ الترکی الیکر، حائل کے کبار ادباء میں سے ایک عمدہ قلمکار۔[1]

ثالثاً: مدینہ منورہ:

علّامہ ابن باز رحمہ اللہ ۱۳۸۱ھ میں نائب رئیس (وائس چانسلر) جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی ہوئے جبکہ چانسلر آپ کے استاذ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ تھے لیکن ان کی وفات پر آپ ۱۳۹۰ھ میں چانسلر ہوگئے اور ۱۳۹۵ھ تک اسی منصب پر فائز رہے، ان سالوں کے دوران کسبِ فیض کرنے والوں میں سے کچھ کے نام یہ ہیں:

76۔ شیخ ابراہیم بن عبدالرحمٰن الحصین، مدیر مکتب سماحۃ الشیخ بالبیت، ومشیرِ خاص۔

77۔ شیخ عمر محمد فلاتہ، سابق رئیس مرکز السنۃ والسیرۃ النبویہ بالجامعہ الاسلامیہ، مدرس مسجدِ نبوی، موصوف خالص سلفی العقیدہ عالم تھے۔ حال ہی میں (۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹ء) وفات پاگئے ہیں۔

78۔ شیخ محمد بن ناصر العبودی، سابق سیکرٹری جنرل مدینہ یونیورسٹی، اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی، داعی وادیب، زودنویس صاحبِ قلم۔

79۔ شیخ سعد بن عبدالرحمٰن الحصیّن، مدیر مرکز الدعوۃ والارشاد عمان (اردن) داعیہ، صاحبِ مؤلفاتِ کثیرہ۔

80۔ شیخ علی محمد ناصر الفقیہی، استاذ مدینہ یونیورسٹی، رئیس مرکزِ امورِ دعوت، سابق سیکرٹری جنرل مدینہ یونیورسٹی، مشیر کنگ فہد قرآن کمپلیکس، صاحبِ مؤلفات وتحقیقاتِ علمیہ۔

81۔ شیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق رئیس دائرۃ الافتاء جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی

[1] الإنجاز (ص: ۱۲۱۔۱۳۷) من أعلامنا عبد العزيز بن صالح العسكر (ص: ۱۲۔۱۷)

کویت، خالص سلفی العقیدہ، صاحبِ مؤلفاتِ کثیرہ۔

82۔ شیخ ذیاب بن سعد السحیمی قاضی سپریم کورٹ مدینہ منورہ۔

83۔ شیخ صالح بن سعد السحیمی استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، رئیس قسم العقیدہ بشعبۃ الدراسات العلیا، داعی و مبلّغ اور مؤلفِ کتبِ کثیرہ۔

84۔ شیخ عبید اللہ بن عبد اللہ الجابری مدرس مدینہ یونیورسٹی۔

85۔ شیخ عبد العزیز بن محمد بن ابراہیم آل عبد اللطیف مدرس مدینہ یونیورسٹی۔

86۔ شیخ محمد بن بکری السمیر ی ریسرچ فیلو ریاسہ البحوث العلمیہ والافتاء۔

87۔ شیخ بکر بن عبد اللہ ابو زید، ممبر ہیئۃ کبار العلماء، ممبر دائمی ریسرچ دفتویٰ کمیٹی، معروف مؤلف و مصنف و سابق وکیل وزارۃ العدل۔

88۔ شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ ابو زید قاضی لوئر کورٹ مدینہ منورہ۔

89۔ شیخ علی بن محمد بن سنان، مدرس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، معروف عالمِ دین۔

90۔ شیخ عبد العزیز الشبل رحمہ اللہ مدرس مسجدِ نبوی۔

91۔ شیخ علی بن عبد العزیز، معروف داعی و مبلّغ افریقہ وغیرہا۔

92۔ شیخ محمد بن قدومہ، افریقی ممالک میں دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والے معروف داعی و مبلغ۔

93۔ شیخ علی مشرف العمری، سابق مدرس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، سابق مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد، راقم کے زمانۂ طالبعلمی میں یہ بحیثیت مبعوث سعودی جامعہ سلفیہ فیصل آباد آئے تھے اور چند سال تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔ شیخ عمری صاحب آج کل مدینہ منورہ میں ہیں اور جن بھوت اور آسیب زدہ لوگوں کے علاج و معالجہ کے لیے بڑی شہرت حاصل کیے ہوئے ہیں۔

94۔ شیخ محمد بن مجذوب بن مصطفیٰ، سابق استاذ مدینہ یونیورسٹی "علماء و

مفکرون عرفتهم" جیسی کئی کتابوں کے مصنف۔
95۔ شیخ عبدالرحمٰن الحکواتی، سوریا [شام] میں مشہور و معروف واعظ و مبلّغ۔ ❶

رابعاً: الریاض:

علامہ ابن باز رحمہ اللہ ۱۴رشوال ۱۳۹۵ھ میں الرئیس العام لادارات البحوث العلمیہ و الافتاء و الدعوۃ الارشاد بنائے گئے تو الریاض میں دوبارہ آگئے اور محرم ۱۴۱۴ھ میں سعودی عرب کے مفتی اعظم کے منصب پر فائز کر دیے گئے جس پر تاحیات قائم رہے۔ ان آخری پچیس سالوں کے تلامذہ میں سے بعض نام یہ ہیں:

96۔ شیخ فہد بن حمیّن، مدرس جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، معروف عالم و فاضل، یہ علامہ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہ اللہ کے بھی شاگرد ہیں۔

97۔ شیخ ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالرحمٰن الجبرین، معروف عالم و فاضل اور دائمی فتویٰ کمیٹی کے مفتی کبیر، مؤلّف و محقق کتبِ کثیرہ، علم کے تین سعودی ستونوں میں سے تیسرے۔

98۔ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الراجحی، مدرس جامعۃ الامام، معروف اہلِ علم و فضل۔

99۔ شیخ عبدالعزیز بن ابراہیم بن قاسم، قاضی سپریم کورٹ الریاض، فقیہ، ماہرِ علم الاصول، لغوی، یہ علامہ عبداللہ بن محمد بن حمید کے بھی شاگرد ہیں۔

100۔ شیخ عبداللہ القصیّر، مدرس جامعۃ الامام، مشیر وزارتِ امور اسلامیہ، صاحبِ علم و فضل، داعی و مبلّغ۔

101۔ شیخ عمر بن سعود العید، مدرس جامعۃ الامام، معروف فصیح اللسان داعی و صاحبِ علم و فضل۔

102۔ شیخ خالد بن احمد الشریمی، امام و خطیب جامع الامیر عبدالرحمٰن بن عبداللہ۔

103۔ شیخ سلطان بن عبدالعزیز الخمیس مدرس جامعۃ الامام۔

❶ الإنجاز (ص: ۱۲۷۔ ۱۴۱) و من أعلامنا للعسكر (ص: ۱۰۔ ۱۴)

104۔ شیخ عبدالعزیز بن حمد المشعل مدرس جامعۃ الامام۔
105۔ شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز الخضیر، مشیر وزارتِ امور اسلامیہ، امام وخطیب جامع بن سویلم العلیا، الریاض، معروف عالم وداعی۔
106۔ شیخ عبدالمحسن الزامل، واعظ ومرشد وزارتِ دفاع، فقیہہ ومحدّث۔
107۔ شیخ صالح عبدالعزیز العقیل، مدرس جامعۃ الامام، ماہرِ علم الاصول، فقیہ، یہ علامہ عبداللہ بن محمد بن حمید کے بھی شاگرد ہیں، حال ہی میں وزارتِ عدل میں امور قضاء کے وکیل (انڈر سیکرٹری) متعین ہوئے ہیں۔
108۔ شیخ عبدالعزیز بن محمد السدحان پروفیسر ٹیکنیکل کالج، داعی ومبلّغ، ماہرِ علمِ رجال، ماہرِ تاریخ، ماہرِ فنِ حدیث۔
109۔ شیخ عبدالعزیز بن محمد الوہبی، داعی ومبلّغ برائے وزارتِ امور اسلامیہ۔
110۔ شیخ ڈاکٹر سعد بن عبداللہ البریک استاذ کلیہ اعداد المعلّمین، معروف داعی و دبنگ خطیب۔
111۔ شیخ عبداللہ الشہرانی جو کہ علامہ مرحوم کے لیے التقریب لابن حجر پڑھا کرتے تھے۔
112۔ شیخ عبدالرحمٰن بن یوسف الرحمہ، شیخ مرحوم کے سوانح نگار، مؤلف کتاب الإنجاز۔
113۔ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی، بانی جامعہ ابن تیمیہ ومرکز ابن باز۔ بہار، انڈیا و دار الداعی الریاض، مؤلف کتب عربیہ واردیہ۔
114۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر، سابق مدیر اعلیٰ ہفت روزہ الاعتصام و اہلحدیث لاہور و بانی ماہنامہ ترجمان الحدیث، لاہور، مصنف کتب عربیہ واردیہ۔[1]
یہ نام بقولِ کسے محض ''مشتے نمونہ از خروارے'' ہیں ورنہ موصوف سے علمی استفادہ کرنے والے تو بے شمار لوگ ہیں۔

[1] الإنجاز (ص: ١٤١ تا ١٥١) ومن أعلامنا للعسكر (ص: ١٠ تا ١٤)

علمی دروس:

علامہ ابن باز رحمہ اللہ نے عمر بھر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ انھوں نے ان دروس میں جن کتابوں کی شرح و تفسیر بیان کی وہ درج ذیل ہیں:

① صحیح الامام بخاری۔ ② صحیح الامام مسلم۔
③ سنن ابی داود۔ ④ سنن ترمذی۔
⑤ سنن نسائی۔ ⑥ سنن ابن ماجہ۔
⑦ مسند احمد۔ ⑧ موطأ مالک۔
⑨ سنن دارمی۔ ⑩ صحیح ابن حبان۔
⑪ تفسیر ابن کثیر۔ ⑫ السنن الکبریٰ نسائی۔
⑬ ریاض الصالحین امام نووی۔
⑭ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔
⑮ الاصول الثلاثہ للشیخ محمد بن عبدالوہاب۔
⑯ الدرر السنیۃ جمع و ترتیب ابن قاسم۔
⑰ اغاثۃ اللہفان ابنِ قیم۔ ⑱ العقیدہ الواسطیہ امام ابن تیمیہ۔
⑲ منتقیٰ الاخبار علّامہ مجد الدین ابن تیمیہ، جس کی شرح امام شوکانی نے ''نیل الاوطار'' کے نام سے لکھی ہے۔
⑳ الفرائض۔ ㉑ اصول الاحکام۔
㉒ نخبۃ الفکر حافظ ابن حجر۔ ㉓ الاستقامۃ۔
㉔ جلاء الافہام ابنِ قیم۔ ㉕ بلوغ المرام ابن حجر۔
㉖ الحمویۃ ابن تیمیہ۔ ㉗ زاد المعاد علّامہ ابنِ قیم۔

۲۸ العقیدۃ الطحاویۃ۔ ۲۹ منار السبیل مع ارواء الغلیل للالبانی۔
۳۰ الصارم المسلول علی شاتم الرسول ابن تیمیہ۔
۳۱ کتاب التوحید شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب۔
۳۲ الرحبیۃ۔[1]

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی مجلسِ درس کو بعض اہلِ علم کی طرف سے امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ کی مجلس جیسا قرار دیا گیا ہے۔

تألیفات وتصنیفات:

علامہ مرحوم نے اسلام کے تمام پہلوؤں پر ضخیم کتابیں اور مختصر رسائل لکھے ہیں جو دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو کر چھپ چکے اور چھپ رہے ہیں، ان کی کتب ورسائل کی فہرست کچھ یوں ہے:

أ۔ ضخیم ومتوسّط حجم کی کتابیں:

1۔ الأدلة الكاشفة لأخطاء بعض الكتّاب۔
2۔ الأدلة النقلية و الحسية علىٰ إمكان الصعود إلىٰ الكواكب و علىٰ جريان الشمس و سكون الأرض۔
3۔ إقامة البراهين على حكم من استغاث بغير الله أو صدق الكهنة و العرّافين۔ (اس کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے)
4۔ الإمام محمد بن عبد الوهاب : دعوته و سيرته۔
(اس کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے)
5۔ بيان معنى كلمة لا الـه الّا الله۔
6۔ التحقيق و الإيضاح لكثير من مسائل الحج و العمرة و الزيارة

[1] الإنجاز (ص: ۱۵۲۔ ۱۵۳)

علیٰ ضوء الکتاب و السنۃ۔(اس کا ترجمہ متعدد زبانوں میں شائع ہو چکا ہے)

7۔ تنبیهات هامة علیٰ ما کتبه محمد علي الصابونی فی صفات الله عزّوجل۔

10,9,8۔مجموعة ثلاثة رسائل۔

11۔العقیدة الصحیحة و ما یضادها (یہ رسالہ الگ سے بھی شائع ہو چکا ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے)۔

12۔الدعوة إلیٰ الله۔

13۔تنبیه هام علیٰ کذب الوصیة المنسوبة إلیٰ الشیخ أحمد.
(اس رسالے کا ترجمہ بھی کئی زبانوں میں ہو چکا ہے)

15,14۔رسالتان هامتان:

☆ وجوب العمل بالسنة و کفر من أنکرها۔

☆ الدعوة إلیٰ الله سبحانه و أخلاق الدعاة۔[1]

16۔الرسائل و الفتاویٰ النسائیة: جمع و ترتیب شیخ أحمد بن عثمان الشمري۔

17۔الفتاویٰ: طبع مؤسسة الدعوة الإسلامیه الصحفیة۔

18۔ فتاویٰ اسلامیۃ۔ ابن باز۔ ابن عثیمین۔ ابن جبرین۔ اللجنه الدائمه للافتاء اس کی ۲۴ جلدیں چھپ چکی ہیں۔

19۔فتاویٰ تتعلق بأحکام الحج و العمرة و الزیارة۔ (اس کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے)

[1] ان دونوں رسائل کا اردو ترجمہ راقم نے کیا ہے جسے پہلے حافظ محمد اسلم صاحب مبعوث سعودی [متحدہ عرب امارات] نے اپنے ادارے کی طرف سے شائع کیا تھا اور اب اس کا دوسرا ایڈیشن مکتبۂ کتاب و سنت ریحان چیمہ کی طرف سے بھی شائع ہو چکا ہے۔

20۔فتاویٰ المرأة لابن باز و اللجنة الدائمة (جمع وترتیب: شیخ محمد المسند)
اس کا اردو ترجمہ بنام ''فتاویٰ برائے خواتین'' شائع ہو چکا ہے طبع دار السلام (مختصر) وطبع دار الداعی (مفصل) الریاض۔

21۔فتاویٰ مهمة تتعلق بالحج و العمرة۔ (اس کا بھی اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے)

22۔فتاویٰ و تنبیهات و نصائح۔
(اس کا اردو ترجمہ بھی دار السلام الریاض نے چھاپ دیا ہوا ہے)

23۔الفوائد الجلية في المباحث الفرضية (علم وراثت)۔

24۔مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعة (جمع وترتیب: الدکتور محمد بن سعد الشویعر طبع دار الافتاء۔ اس کی ستائیس ضخیم جلدیں چھپ چکی ہیں اور آگے کام جاری ہے جو کئی جلدوں میں مکمل ہوگا)۔

25۔مجموعة رسائل في الطهارة و الصلاة و الوضوء۔

26۔مجموعة الفتاویٰ و الرسائل النسائية۔

27۔نقد القومية العربية علیٰ ضوء الإسلام و الواقع۔

28۔وجوب الأمر بالمعروف و النهي عن المنكر۔

29۔تحقیق و تعلیق فتح الباري۔

30۔شرح ثلاثة الأصول۔

''ثلاثة الأصول'' یا ''الأصول الثلاثة'' یہ کتاب شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی تألیف ہے، اس کا اردو ترجمہ بھی راقم الحروف نے '' دین کے تین اہم اصول'' کے نام سے کیا ہے جسے پہلے حافظ محمد اسلم صاحب نے شائع کیا اور پھر سعودی حکومت اور متعدد سعودی اداروں نے اسے بار بار شائع کیا۔ اب اس کا ایک ایڈیشن مکتبۂ کتاب وسنت ریحان چیمہ نے بھی شائع کر دیا ہے۔

31۔ مجموع فتاویٰ سماحۃ الشیخ ابن باز، اعداد و تقدیم: الدکتور عبداللہ محمد الطیار و الشیخ احمد بن عبدالعزیز بن باز، طبع اول ۱۴۱٦ھ دار الوطنی بالریاض، ۷ مجلدات۔ ❶

ب۔ مختصر رسائل:

1۔ الأذكار التي تقال بعد الفراغ من الصلاة (اس کا اردو ترجمہ چھپ چکا ہے)

2۔ إيضاح الحق في دخول الجني في الإنسي و الرد على من أنكر ذلك۔

3۔ التبرج و خطر مشاركة المرأة للرجل في ميدان عمله۔

4۔ التحذير من البدع (الاحتفال بالمولد، الاحتفال بليلة الإسراء و المعراج، الاحتفال بليلة النصف من الشعبان)
(اس کا اردو ترجمہ چھپ چکا ہے)

5۔ التحذير من القمار و شرب المسكر۔

6۔ التحذير من المغالاة في المهور و الإسراف في حفلات الزواج۔

7۔ تنبيه هام على كذب الوصية المنسوبة للشيخ أحمد خادم الحرم النبوي۔ (اس رسالے کا ترجمہ بھی کئی زبانوں میں شائع ہو چکا ہے)

8۔ نكاح الشغار۔

11,10,9۔ ثلاث رسائل في الصلاة:

☆ كيفية الصلاة النبي ﷺ۔

☆ وجوب أداء الصلاة في الجماعة۔

☆ أين يضع المصلي يديه بعد الرفع من الركوع۔ (ان کا اردو ترجمہ ہمارے دوست ابو یوسف جناب قاری محمد صدیق رحمہ اللہ (الریاض، فیصل آباد) نے کیا اور اسے دار الفرقان (الریاض) نے اور پھر جالیات سنٹر الجبیل نے بھی شائع کیا تھا)

❶ بحواله من أعلامنا (ص: ٤٩)

12۔الجواب الصحيح من أحكام صلاة الليل و التراويح۔

13۔الجواب المفيد في حكم التصوير۔

14۔ حكم الإسلام فيمن زعم أن القرآن متناقض أو مشتمل علىٰ بعض الخرافات أو وصف الرسول ﷺ بما يتضمن تنقصه أو الطعن في رسالته، و الرد علىٰ الرئيس أبي رقيبة فيما نسب إليه من ذلك۔

15۔حكم السفور و الحجاب۔

(بعض ایڈیشنوں میں اس کے ساتھ ہی رسالہ "نكاح الشغار" بھی طبع ہوا ہے)

16۔حكم الصلاة على النبي ﷺ و الإشارة إليها بالحروف۔

17۔حكم الغناء۔ 18۔ حكم مقابلة المرأة للسائق و الخادم۔

19۔ خطر مشاركة الرجل للمرأة في ميدان عمله۔

(بعض ایڈیشنوں میں یہ رسالہ "التبرج" کے ساتھ بھی شائع ہوا ہے)

20۔الدروس المهمة لعامة الأمة.

(اس رسالے کی ایک شرح بھی لکھی جا چکی ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے)

21۔رسالتان في الصلوٰة۔

22۔رسالتان موجزتان عن أحكام الزكوٰة و الصيام۔

23۔رسالة عن حكم شرب الدخان۔ 24۔ رسالة في إعفاء اللحىٰ.

25۔رسالة فى حكم السحر و الكهانة۔ (اس کا اردو ترجمہ چھپ چکا ہے)

26۔رسالة في مسائل الحجاب و السفور۔

(نمبر ۳ اور ۱۵ میں بھی یہی موضوع ہے)

27۔رسالة في وجوب الصلاة جماعة۔

28۔ رسائل في الطهارة و الصلاة۔
29۔ السفر إلى بلاد الكفرة۔
30۔ عوامل إصلاح المجتمع مع نصيحة مهمة عامة۔
31۔ الغزو الفكري و وسائله۔
32۔ فتاوىٰ في حكم الإسبال و حلق اللحىٰ و التصوير و شرب الدخان.
33۔ فتاوىٰ و رسائل في الأفراح۔
34۔ فضل الجهاد و المجاهدين.
35۔ ماذا يجب عليكم شباب الإسلام۔
36۔ مجموعة رسائل في الصلاة۔
37۔ موقف اليهود من الإسلام۔
38۔ نصيحة المسلمين و فتاوىٰ بشأن الخدم و السائقين و خطرهم علىٰ الفرد والمجتمع۔
39۔ نصيحة و تنبيه علىٰ مسائل فى النكاح مخالفة للشرع۔
40۔ هكذا حج الرسول ﷺ۔ (اس کا اردو ترجمہ چھپ چکا ہے)
41۔ وجوب تحكيم شرع الله و نبذ ما خالفه۔
42۔ في ظل الشريعة الإسلامية۔
43۔ وجوب لزوم السنة و الحذر من البدعة۔
44۔ دعوة للتوبة۔ 45۔ العلم و أخلاق أهله۔
46۔ أهمية العلم في محاربة الأفكار الهدامة۔
47۔ أصول الإيمان۔ 48۔ لا دين حق إلّا دين الإسلام۔
49۔ التحذير من الإسراف و التبذير۔ 50۔ يا مسلم احذر تسلم.

51۔ بیان التوحید۔ 52۔ السحر و الخرافۃ۔

53۔ الأجوبة المفيدة عن بعض رسائل العقيدة۔

54۔ رسالة في التبرك و التوسل۔ 55۔ مسئولية طالب العلم.

56۔ اعصار التوحيد يحطم وثن الصوفية۔

57۔ نصائح عامة۔ 58۔ نواقض الإسلام۔

59۔ القوادح في العقيدة و وسائل السلامة منها.

(اس کا اردو ترجمہ شائع ہوچکا ہے)

60۔ السنة و مكانتها في الإسلام و في أصول التشريع۔

61۔ نصيحة الأمة في جواب عشرة أسئلة مهمة۔

60۔ ردود و تعقيبات۔[1]

63۔ المعلوم من واجب العلاقة بين الحاكم و المحكوم۔[2]

64۔ تعليقات علىٰ العقيدة الطحاوية (طبع دار القاسم ۱۴۱۸ھ)

65۔ تقديم و تعليقات علىٰ وجوب إعفاء اللحية للكاندهلوي.[3]

---

1. بحوالہ خودنوشت سوانح حیات از شیخ ابن باز مطبوع و مجموع فتاویٰ و مقالات الشیخ ابن باز وکتاب بازیۃ الدہر ڈاکٹر ناصر الزہرانی (ص: ۲۵۔ ۲۹) ترجمۃ سماحۃ الشیخ از قلم شیخ عبد الرزاق عفیفی بحوالہ الانجاز (ص: ۶۸۹۔ ۶۹۲ و ۶۹۹۔ ۷۰۳) ملحق جریدۃ المدینہ الریاض الاربعاء ۴/ صفر ۱۴۲۰ھ، جریدۃ البلاد جمعہ ۲۸/ محرم ۲۰ھ (شمارہ: ۱۱۵۶۳۸) جریدۃ الجزیرۃ اتوار یکم صفر ۲۰ھ (شمارہ: ۹۷۶۵) الانجاز (ص: ۱۵۹۔ ۱۶۴، ۶۴۵۔ ۶۴۷) و انٹرویو جریدۃ عکاظ (شمارہ: ۸۶۵۸) بدھ ۲/ رمضان ۱۴۱۰ھ، ۲۸/ مارچ ۱۹۹۰ء، من اعلامنا (ص: ۴۹ تا ۵۴) الممتاز فی حیاۃ ابن باز ڈاکٹر عائض عبداللہ القرنی (ص: ۶۱ تا ۶۴)
2. طبع دار المنار بالریاض ۱۴۱۴ھ۔
3. طبع المكتبة الإمدادية بمكة المكرمة.

66۔من أقوال الشيخ عبد العزيز بن باز في الدعوة.❶

یہ جملہ 28+66=94 کتابیں مرحوم کا صدقۂ جاریہ ہیں۔

تقدیمات وتقریظات:

علامہ ابن باز رحمہ اللہ نے متعدد علمی کتابوں پر تقدیمات وتقریظات بھی لکھی ہیں جو کہ اپنی جگہ بڑی علمی اور جاندار ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

1. تقریظ برائے کتاب "الاحتجاج بالأثر علی من أنکر المهدي المنتظر" تالیف شیخ علامہ حمود بن عبد اللہ التویجری علامۂ قصیم بتاریخ ۷/۲/۱۴۰۲ھ۔ (اس تقریظ کا مکمل ترجمہ ہم نے اپنی کتاب "ظہورِ امام مہدی کے شروع میں بطورِ مقدمہ درج کیا ہے اور یہ کتاب الحمد للہ کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ تَقَبَّلَهُ اللّٰهُ بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ)
2. تقدیم برائے کتاب "إثبات علو الله و مباينته من خلقه" تالیف شیخ علامہ حمود بن عبد اللہ التویجری علامۂ قصیم بتاریخ ۲۷/۷/۱۴۰۴ھ۔
3. تقریظ برائے کتاب "براءة أهل السنة من الوقيعة في علماء الأمة" تالیف علامہ شیخ بکر بن عبد اللہ ابوزید سابق وکیل وزارتِ عدل۔
4. تقدیم برائے کتاب "حكم بناء الكنائس والمعابد الشركية في بلد أهل الإسلام" تالیف شیخ اسماعیل محمد الانصاری (ریسرچ فیلو دار الافتاء)، بتاریخ ۲۵/۱۰/۱۴۰۰ھ۔
5. تقدیم کتاب "رسالة مهمة" تالیف الامام العلامہ عبد العزیز بن محمد بن سعود، پیشکش صاحب السمو الملکی الامیر بندر بن عبد العزیز آل سعود (سابق سفیر سعودی عرب، امریکہ) بتاریخ ۱۵/۶/۱۴۰۷ھ۔

❶ اعداد و جمع: زیاد بن محمد السعدون۔ طبع دار الوطن ۱۴۱۳ھ۔

٦ تقدیم برائے کتاب "تخريج أحاديث منتقدة من كتاب التوحيد" تالیف وتخریج: شیخ فریح بن صالح البہلال۔

٧ تقدیم برائے کتاب "إتحاف الأمجاد باجتناب تغيير الشيب بالسواد" تالیف شیخ فریح بن صالح البہلال، بتاریخ ۲۳/۱۱/۱۴۰۷ھ۔ [1]

ان کے علاوہ بھی شیخ مرحوم نے متعدد کتب و رسائل پر مقدمات اور تقریظات لکھی ہیں لیکن ہم یہاں انھی سات پر اکتفاء کر رہے ہیں۔

ذاتی مکتبہ:

سماحۃ العلامہ رحمہ اللہ مکتبے (لائبریری) کی اہمیّت سے خوب واقف تھے اور متنبّی کے اس شعر کا معنی بخوبی جانتے تھے ؎

و أعز مكان في الدنيا سرج سابح
و خير جليس في الزمان كتاب

''دنیا میں معزز ترین مقام گھوڑے کی کاٹھی ہے اور دنیا میں بہترین ساتھی کتاب ہے۔''

لہٰذا انھوں نے ایک عظیم الشان مکتبہ بنوا رکھا تھا جس میں روزانہ نمازِ عشاء کے بعد ایک مخصوص وقت کے لیے بیٹھتے اور مختلف کتابیں سنا کرتے تھے تاکہ علم سے تعلق قائم رہے اور استفادہ و افادہ جاری رہے۔ مرحوم کا مکتبہ بہت بڑا تھا، نفیس علمی مصادر و مراجع سے بھرا ہوا تھا۔ ہر علمی فن کے بارے میں کتابیں موجود تھیں اور ہر فن کے لیے الگ الگ جگہ مخصوص تھی، مثلاً فنِ حدیث، علومِ حدیث اور مصطلحاتِ حدیث کو ہی لے لیں، پہلے آپ کو وہاں اصولِ ستہ (صحیحین و سنن

---

[1] بحواله الإنجاز (ص: ۲۹۳ـ ۳۰۸) و الاحتجاج بالأثر على من أنكر المهدي المنتظر علامه تويجرى.

اربعہ) ملیں گی، پھر مسانید، ان کے بعد معاجم اور ان کے بعد حدیثی اجزاء کی جگہ آتی ہے۔ آگے حدیثی احکام کی کتابیں، پھر تخریجاتِ احادیث کی کتابیں پھر جرح وتعدیل اور رجال کی کتابیں، آخر میں وفیات سے متعلقہ کتب رکھی ہیں۔

عام مطبوعہ کتابوں کے علاوہ شیخ کے مکتبۂ خاص میں مخطوطات کا ایک قیمتی خزانہ بھی موجود ہے، جہاں وہ کافی وقت دیتے رہے ہیں۔ شیخ چونکہ ظاہری بصارت یا بینائی سے محروم تھے، لہٰذا ان کی لائبریری کے انچارج اور ان کے خاص معتمد علیہ شخص شیخ صلاح بن عثمان جہاں ان کی لائبریری کی ترتیب وتنسیق کا کام کرتے تھے وہاں ساتھ ہی ساتھ شیخ کے سامنے بیٹھ کر مختلف کتابیں پڑھ کر بھی سنایا کرتے تھے۔ شیخ کے مکتبہ میں عقیدہ سے متعلقہ سلفی کتب اور متقدمین علماء کی تصنیفات، احادیثِ نبویہ اور آثارِ سلفیہ کی کوئی کمی نہیں تھی۔ جیسے ہی کوئی مخطوطہ شائع ہوتا فوراً دو نسخے خرید لیتے، ایک اپنے مکتبہ کے لیے اور دوسرا مکتبہ الریاض السعودیہ کے لیے، اس طرح آپ کی لائبریری ایک بہت بڑا علمی خزانہ بن گئی جسے محض فخر ومباہات کے لیے نہیں بلکہ پہلے استفادہ اور پھر افادۂ عام کی غرض سے تیار کیا گیا ہے۔[1]

عملی زندگی، ایک خاکہ:

سماحۃ العلامہ الشیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ نے طلبِ علم سے فارغ ہونے کے بعد عملی زندگی کا حقیقی آغاز الدلم سے کیا۔

(1) منصبِ قضاء:

آپ کا منصبِ قضاء کی طرف کوئی میلان نہیں تھا، محض حاکمِ وقت شاہ

[1] الإنجاز (ص: ٤٠٩ تا ٤١٣)

عبدالعزیز اور اپنے استاذ سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ کے حکم سے یہ منصب قبول کیا۔ شروع میں اس ذمہ داری سے بھرپور انداز سے پہلو بچاتے رہے لیکن ان کے استاد شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ اور ولی امر المسلمین شاہ عبدالعزیز آل سعود نے آپ کو یہ منصب قبول کرنے پر راضی کر ہی لیا۔ موصوف نے الخرج کے مرکزی صدر مقام الدلم کی قضاء کا منصب سنبھالا، موصوف الدلم پہنچے تو سب سے پہلے وہاں کی مسجد الجامع الکبیر میں گئے اور سنتِ رسول ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے وہاں دو رکعتیں پڑھیں، پھر تھوڑی دیر کے لیے الدلم کے اس وقت کے امیر ناصر بن سلیمان الحقبانی رحمہ اللہ کے گھر آرام کیا اور سلام کے لیے آئے ہوئے لوگوں کو مختصر خطاب کیا، وہیں قاضی کے لیے بنائی گئی سرکاری رہائش گاہ میں اقامت گزیں ہوئے۔ یہ مکان امام عبداللہ بن فیصل بن ترکی نے بنوا کر قاضی کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

شیخ صبح سے لے کر نمازِ ظہر تک مجلسِ قضاء میں بیٹھا کرتے تھے اور کبھی کبھی عصر کے بعد بھی فیصلے سناتے تھے، ''جو پہلے آئے پہلے پائے'' کا نظام وہاں شیخ نے رائج کیا اور رجسٹرز اور قضایا وفیصلوں کے اندراج اور بوقتِ ضرورت بعض لوگوں کے فیصلوں کے صکوک اور مثلیں جاری کرنے کا آغاز کیا، جبکہ ابھی سرکاری طور پر باقاعدہ شرعی کورٹ کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ پھر ۱۳۶۸ھ میں الدلم میں باقاعدہ المحكمة الشرعية (شرعی کورٹ) کا آغاز ہوگیا۔

یہاں طالب علمی کے ساتھ ساتھ شیخ کے کاتب کی حیثیت سے جن لوگوں نے کام کیا ان میں سے معالی الشیخ راشد بن صالح بن ختین، مشیر دیوانِ حاکم وممبر ہیئۃ کبار العلماء، معالی الشیخ عبداللہ المسعری، سابق رئیس دیوان المظالم، شیخ صالح بن حسین العلی رحمہ اللہ، شیخ عبداللطیف بن شدید رحمہ اللہ اور شیخ صالح بن عبدالعزیز بن ہلیل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

قضاء کے فرائضِ منصبی کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ قاضی سے متعلقہ دوسرے کئی کام بھی آپ کرتے تھے مثلاً:

1. الجامع الکبیر الدلم میں امامت وخطابت۔
2. مساجد، ائمہ مساجد اور اوقاف کی نگرانی۔
3. احتساب کمیٹی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے محکموں کی نگرانی۔
4. ترکوں کی تقسیم، وصیتوں کا نفاذ اور نابالغ بچوں کی ولی امری (گارڈین شپ)۔
5. گمشدہ جانوروں اور گرے پڑے اموال کی حفاظت۔
6. علاقے کے لیے خصوصاً اور پورے ملک کے لیے عموماً شرعی فتووں کا کام۔
7. نکاح خوانی کی ذمہ داری وغیرہ۔[1]

(2) تعلیم وتربیت:

مفتیٔ اعظم مرحوم کے الدلم تشریف لے جانے اور وہاں کی الجامع الکبیر میں حلقۂ درس شروع کرنے کے ساتھ وہاں سارے سعودی عرب سے تشنگانِ علم جمع ہونے شروع ہوگئے۔ مرحوم قضاء کے اوقات کے بعد اپنے غالب اوقات تعلیم و تربیت میں ہی صرف کیا کرتے تھے حتیٰ کہ الجامع الکبیر والے حلقۂ درس کے علاوہ انھوں نے اپنے گھر میں بھی ایک حلقہ شروع کر دیا جس میں آپ کے خاص ملازمِ صحبت شاگرد فیض یاب ہوتے تھے۔

آپ کی تعلیم وتربیت کی شہرت ملک سے نکل کر دوسرے ممالک تک پہنچنا شروع ہوگئی تو یمن، عراق اور فلسطین وغیرہ سے بھی طالب علم آنے لگے، ان کی

[1] ابن باز في الدلم قاضياً و معلماً، عبد العزيز بن ناصر البراك (ص: ١٣) الإنجاز (ص: ٤١٦ تا ٤١٩) و من أعلامنا (ص: ١٥۔ ١٦) و الممتاز (ص: ٢٢)

کثرت کا یہ عالم ہوگیا کہ ان کی رہائش کا مسئلہ بن گیا حتیٰ کہ شیخ موصوف نے سلطان عبد العزیز آل سعود رحمہ اللہ سے مطالبہ کیا کہ طلبۂ علم کے لیے رہائش گاہیں تعمیر کی جائیں، اس پر سلطان نے فوراً حکم جاری کر دیا کہ الجامع الکبیر کے اردگرد طلبہ کے لیے کمرے بنائے جائیں جنھیں "الرباط" کا نام دیا گیا مگر آہستہ آہستہ یہ سب کمرے بھی ناکافی ہوگئے تو کئی مکانات کرائے پر لے کر انہیں ٹھہرانے کا انتظام کیا گیا۔

شیخ کے مطالبہ پر سلطان نے طالب علموں کے لیے ماہانہ وظیفہ یا مشاہرہ بھی مقرر کر دیا تاکہ ضروریاتِ زندگی پوری کرنے میں آسانی رہے۔ شیخ راشد حنینی، جو شیخ کے شاگرد اور دار القضاء کے کاتب بھی تھے، وہ شیخ کی طرف سے یہ مشاہرہ طلبہ میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ اس طرح کئی طلبہ نے تو الدلم میں ہی شادی بھی کر لی اور بال بچوں والے ہوگئے، شیخ موصوف اپنی طرف سے ممتاز طلبہ کو عبائیں (قبائیں) بھی عطا کیا کرتے تھے جنھیں عربی میں "بِشت" بھی کہا جاتا ہے۔

ممدوح کے تعلیم و تدریس کے پانچ حلقے تھے:

① نمازِ فجر کے بعد جس میں توحید، فقہ، حدیث، نحو اور تفسیر کا درس ہوا کرتا تھا۔

② ظہر کے بعد۔ ③ عصر کے بعد۔

④ مغرب کے بعد جو علم الفرائض (احکام المواریث) کے لیے خاص تھا۔

⑤ نمازِ عشاء کے بعد ہوتا تھا جس میں تفسیر ابن کثیر کی تعلیم دی جاتی تھی۔

شیخ عبد الرحمن بن عبد العزیز الجلال، جو کہ حافظِ قرآن اور خوش الحان تھے اور آج کل هيئة الأمر بالمعروف و النهي عن المنكر الدلم کے رئیس ہیں، وہ تفسیر ابن کثیر پڑھتے اور شیخ اس کی تشریح بیان کیا کرتے تھے۔[1]

[1] ابن باز في الدلم (ص: ١٣ و مابعد)

پھر جب شیخ کی علمی و عملی مصروفیات بڑھ گئیں تو ظہر وعصر والے دو حلقے بند کر دیے گئے۔

آپ تعلیم و تدریس کے معاملے میں اتنے محتاط تھے کہ جس کتاب کا درس دینا ہوتا اسے رات شروح و حواشی کے ساتھ خوب تیار کرتے اور اگر کبھی کسی وفد کے آجانے کی وجہ سے رات اگلے دن کا درس تیار نہیں کر سکے تو پڑھانے کے لیے نہیں بیٹھا کرتے۔

۱۳۶۷ھ موسم حج میں اس وقت کے ولی عہد مگر بعد کے حاکم شاہ سعود رحمہ اللہ سے ملاقات کی اور ان سے الدلم میں ایک مدرسہ کھولنے کا مطالبہ کیا کیونکہ تعلیمی امور کی نگرانی بھی انہی کے سپرد تھی، انھوں نے فوراً اس وقت کے وزیر تعلیم شیخ محمد بن مانع رحمہ اللہ کو مدرسہ کھولنے کا حکم دے دیا، لہٰذا ۱۳۶۸ھ میں اس مدرسہ نے "المدرسه السعودیة الابتدائیة" کے نام سے کام شروع کر دیا جس کا نام بعد میں "مدرسہ ابن عباس رضی اللہ عنہما" رکھا گیا۔ اس مدرسہ کے لیے وہی عمارت استعمال کی گئی جو پہلے شیخ کے طلبہ کے لیے مخصوص تھی۔ اس مدرسہ کے مدیر اور مدرسین کی تعیین بھی شیخ کے ہاتھ میں تھی اور وہ خود اس کے تمام امور کی نگرانی بھی کیا کرتے تھے۔ عوام الناس کے لیے جمعہ کی نماز کے بعد آپ اپنے گھر میں بیٹھا کرتے تھے، علیک سلیک کے بعد چند آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کی جاتی اور شیخ ان آیات کی تفسیر بیان کرتے تھے۔[1]

(3) رفاہی خدمات:

عہدۂ قضاء اور تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ ہی شیخ رحمہ اللہ نے عوامی و رفاہی کاموں میں بھی دلچسپی کے ساتھ شرکت کی مثلاً:

(1) الإنجاز (ص: ٤٢٠۔ ٤٢٤) و من اعلامنا (ص: ١٩۔ ٢٣)

① ایک مرتبہ مدرسہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مدیر و مدرسین نے شہر سے باہر کسی کھلی فضا میں جانے اور کسی باغیچہ میں معسکر (کیمپ) قائم کرنے کا پروگرام بنایا اور شیخ سے بھی شرکت کا مطالبہ کیا تو وہ بھی گئے۔ طلبہ و مدرسین کو خوش دیکھا تو کہا کہ یہاں پورے ایک دن کے لیے اور رک جاؤ اور اس کا سارا خرچہ میرے ذمے رہا، شیخ خود واپس چلے گئے مگر شہر کے تمام بڑے بڑے مسئولین کو توجہ دلائی کہ وہ طلبہ و مدرسین کے معسکر میں شریک ہوں لہٰذا ان کی کثیر تعداد بھی شامل ہوگئی۔ شیخ کے علمی دروس کے ساتھ ساتھ بدنی ورزش کے لیے کئی طرح کی ریاضتوں کو بھی اپنایا گیا۔ یہ گویا ایک تفریحی و علمی دورہ تھا۔[1]

② الدلم کا قاضی ہاؤس پرانا ہوگیا تو شیخ نے سلطان عبدالعزیز سے اس کی تعمیرِ نو اور توسیع کا مطالبہ کیا۔ انھوں نے اپنے وزیر عبداللہ بن سلیمان رحمہ اللہ کو حکم دیا تو اسی سے ملحقہ گھر خرید کر قاضی ہاؤس کی توسیع و تعمیرِ جدید کروائی۔ اب قاضی ہاؤس میں مجلسِ قضاء، مجلسِ عام، مردوں کے لیے انتظار گاہ، عورتوں کے لیے انتظار گاہ اور قاضی کے کاتبوں کے لیے دفاتر وغیرہ بھی تعمیر کیے گئے اور کچھ حصہ قاضی کی رہائش کے لیے مخصوص کیا گیا جس میں ایک مجلس (بیٹھک) اور لائبریری بھی بنوائی گئی۔[2]

③ الدلم کی الجامع الکبیر پرانی ہوگئی تھی، شیخ کے حکم سے اس کی توسیع و تعمیرِ نو کی گئی اور ساتھ ہی طلبہ کے لیے بھی رہائشی کمرے بنائے گئے۔ ابھی آپ کو قاضی بن کر آئے صرف ایک سال ہی ہوا تھا کہ ۱۳۵۸ھ میں یہ بہت بڑی بڑی خدمات سرانجام دیں۔

---

[1] ابن باز في الدلم (ص: ١٣ و ما بعد) من أعلامنا (ص: ٢٢ ـ ٢٣) والإنجاز للرحمة.

[2] من اعلامنا (ص: ٣٠ ـ ٣١)

اگلے ہی سال شمال الدلم کی الجامع المحمدی پھر جامع العذراء، پھر جامع زمیقہ کی تعمیرِ نو کروائی اس طرح یکے بعد دیگرے الدلم کے گرد ونواح کے دیہات اور دور دراز کی آبادیوں میں بکثرت مساجد بنوائیں اور ان کی نگرانی و اصلاح اور تجدید وتعمیر کے لیے عبداللہ بن رشید البراک رحمہ اللہ کو وکیلِ مختار بنا دیا۔[1]

④ پہلے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا شعبہ بھی قاضی کے تابع ہوا کرتا تھا، اگرچہ اس ادارے کے مسؤول شیخ عبدالعزیز بن محمد بن جلال تھے لیکن خود شیخ نے اس کی نگرانی پر بھی خاص توجہ دی۔ مسؤولین کو ہدایت نامہ جاری کرتے رہتے حتیٰ کہ خیر ومعروف کا دور دورہ ہوگیا اور شر ومنکر کے تمام مظاہر دب کر رہ گئے۔[2]

⑤ ۱۳۶۱ھ میں سلطان عبدالعزیز نے چشموں اور نالوں پر بند باندھنے اور ان کے پانی کو زرعی ضروریات میں استعمال کرنے کی طرف دلچسپی ظاہر کی تو ان بندوں وغیرہ پر کام کرنے والے مزدوروں کے پاس شیخ موقع بموقع پہنچ جاتے، اپنے کچھ شاگردوں کو بھی ساتھ لے لیتے اور دعوت وتبلیغ کا کام کرتے اور ان کے سوالوں کے جوابات دیتے تھے۔ کبھی کبھی پیر اور جمعرات کے دن آپ بازار چلے جاتے اور لوگوں کو وعظ کیا کرتے تھے۔[3]

⑥ ۱۳۶۰ھ میں الدلم کے علاقے میں سیلاب آگیا اور قریب تھا کہ شہر میں پانی داخل ہو جائے۔ موصوف نے لوگوں کو توجہ دلائی کہ سیلاب کے پانی کو روکنے کے لیے اس کے راستے میں جلد دیواریں کھڑی کر دی جائیں، خود بھی لوگوں کے ساتھ کام کی جگہ پر جا پہنچے، اپنے ساتھ کھجوروں کے ٹوکرے

---

[1] من اعلامنا (ص: ۳۳)
[2] من أعلامنا (ص: ۳۲)
[3] من اعلامنا (ص: ۳۲)

اور عربی قہوے کے برتن لے جاتے۔ لوگوں کو کھلاتے پلاتے، وعظ و نصیحت کرتے اور ساتھ ہی ساتھ کام کرنے پر ان کی ہمت بندھاتے۔[1]

⑦ ۱۳۶۷ھ میں الدلم کے امیر (میئر) ناصر بن سلیمان الحقبانی ۱۳۴۴ھ سے لیکر ۱۳۶۷ھ تک امارت کے فرائض انجام دینے کے بعد وفات پا گئے تو شیخ نے لوگوں کو اکٹھا کیا تا کہ نئے امیرِ شہر کا انتخاب کیا جاسکے، لوگ میئر ہاؤس میں جمع ہو گئے، لوگوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ قصر الامارۃ، قریبی گلی کوچے اور سڑکیں تک لوگوں سے بھر گئیں۔ شیخ نے حکم دیا کہ ہر خاندان کا ایک سر کردہ آدمی رہ جائے اور باقی سب چلے جائیں اور اپنا اپنا کام کریں۔ بحث مباحثہ کے بعد سب لوگ عبد العزیز بن حسن بن سیف رحمہ اللہ کو امیر بنانے پر متفق ہو گئے۔ انھوں نے ایک مشترکہ خط لکھا جس پر شیخ رحمہ اللہ نے اپنے تائیدی کلمات لکھ کر سلطان عبد العزیز کو بھیج دیا۔ سلطان نے انہیں امیر متعین کرنے کا شاہی فرمان جاری کر دیا۔[2]

⑧ ۱۳۶۴ھ میں الدلم کی زرعی زمینوں اور فصلوں پر ٹڈی دَل نے حملہ کیا تو شیخ بھی لوگوں کے ساتھ جنوب الدلم کے مقام العذراء کی طرف نکل کھڑے ہوئے تا کہ لوگوں کی حوصلہ افزائی کر سکیں۔

⑨ شیخ کے حکم سے کئی سڑکیں اور راستے وسیع کیے گئے مثلاً الدلم اور المحمدی کو ملانے والی سڑک، اور غرب الدلم اور وادی الترکی کو ملانے والے راستے طریق الشبیلی کو وسیع کیا گیا، اس کے لیے بعض لوگوں سے زمینیں خریدی گئیں اور بعض مزارعین نے اپنی زمینوں کے کچھ حصے مفت وقف کر دیے۔[3]

---

[1] من اعلامنا (ص: ۳۳)

[2] من اعلامنا (ص: ۳۳)

[3] ان امور کی تفصیل، کتاب "ابن باز في الدلم قاضياً و معلماً"، (ص: ۱۳۔۳۲ ←

④ تدریسی خدمات:

۱۳۷۱ھ میں سماحۃ الشیخ مفتیٔ اعظم سعودی عرب شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ کے حکم پر المعہد العلمی الریاض میں تدریس شروع کی۔ اس کے بعد کلیۃ الشریعۃ میں پڑھاتے رہے۔ آپ کے طلبہ و تلامذہ میں ایک موج ظفر فوج تھی۔ آپ عقیدہ، حدیث، فقہ اور شیخ عبد اللطیف بن سرحان رحمہ اللہ کی آمد سے قبل نحو بھی پڑھایا کرتے تھے۔ تمام طالب علم آپ کے لیے برابر تھے، قدر صرف محنتی طلبہ ہی کی ہوتی تھی۔

علم الفرائض میں بھی آپ کو مہارتِ تامہ حاصل تھی حتیٰ کہ اس موضوع پر تو آپ کی ایک مستقل کتاب "الفوائد الجلية في المباحث الفرضية" ہے، دورانِ تدریس عموماً حدیث و فقہ کا ایک ہی باب پڑھاتے مثلاً حدیث میں اگر کتاب الزکاۃ پڑھا رہے ہوتے تو فقہ کی بھی کتاب الزکاۃ ہی ہوتی۔

فقہ حنبلی کے دلائل کی رو سے ایک مسئلہ طے کرتے اور جب حدیث کا سبق شروع کرتے اور دلائل حنبلی فقہ کی تائید کرتے تو واضح فرما دیتے اور اگر دلائل حنبلی فقہ کی تائید میں نہ ہوتے تو بلا تعصبِ مذہبی راجح مسلک کی طرف اشارہ فرما دیتے، اگر کوئی مسئلہ بحث و نظر کا طالب ہوتا تو مہلت مانگ لیتے اور اگلے دن تیاری کر کے وضاحت فرما دیتے۔❶

نائب رئیس (وائس چانسلر) مدینہ یونیورسٹی:

۱۳۸۰ھ میں مفتیٔ اعظم سعودی عرب سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ نے حکم

← از عبد العزیز بن ناصر البراک) میں دیکھی جا سکتی ہے نیز دیکھیے: الإنجاز (ص: ٤٢٤ ٤٢٩ للشيخ الرحمه) اور من أعلامنا للعسكر (ص: ١٣-٣٣)

❶ الإنجاز ص: ٤٣٠- ٤٣٢)

صادر فرمایا کہ آپ مدینہ منورہ منتقل ہوجائیں، آپ ۱۳۸۱ھ سے لیکر ۱۳۹۰ھ تک مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔ جبکہ رئیس یا چانسلر خود مفتی اعظم تھے۔ ۱۳۹۰ھ میں جب مفتی صاحب وفات پاگئے تو آپ ان کی جگہ مدینہ یونیورسٹی کے رئیس (چانسلر) ہوگئے، اس منصب پر ہوتے ہوئے آپ کی چند باتیں قابلِ ذکر ہیں:

① آپ موقع بموقع مختلف کلاسز میں جانکلتے، مشائخ و علماء کے دروس سنتے، بعض مواقف و نظریات کا تعاقب کرتے اور ان پر بڑے اچھے انداز سے تبصرہ کرکے وضاحت کرتے۔

② مدرسین کے اسٹاف روم میں پہنچ جاتے، ان کی خیر و عافیت دریافت کرتے، تعلیمی امور پر گفتگو کرتے اور لوجہ اللہ طلبہ کی مزید خدمت کرنے کی ترغیب دیتے۔

③ ہر تعلیمی سال کے شروع اور آخر میں تمام مدرسینِ معاہد کا اجتماعِ عام ہوتا، اسی طرح اساتذۂ جامعہ کا معاملہ تھا۔ سالِ ماضی کے تجربات کی روشنی میں سالِ آئندہ کے لیے پروگرام مرتب کیے جاتے۔

④ آپ پہلے دار الحدیث میں جو کہ جامعہ اسلامیہ کے تابع ہے، ہر ہفتے مدرسین کی طرف سے مختلف موضوعات پر لیکچرز دلانے کا بڑا اہتمام کرتے جو امتحانات کے دنوں کو چھوڑ کر سارا سال جاری رہتے اور پھر یہی سلسلہ خود جامعہ میں بھی شروع کردیا گیا۔ آپ عموماً تمام لیکچرز میں خود حاضر ہوتے، نگرانی کرتے اور ہر لیکچر کے بعد اس پہ تعلیق و تبصرہ فرماتے، لوگ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر کئی سوال پوچھ لیا کرتے تھے جن کے وہ بڑے جامع و مانع جواب دیا کرتے تھے۔

⑤ شیخ ابن باز اپنے دور میں پاکستان، انڈیا اور افریقہ وغیرہ کے مدارس و جامعات میں جامعہ اسلامیہ کی طرف سے مدرسین بھیجا کرتے تھے اور بعض ہونہار طلبہ کو دار الافتاء الریاض کی طرف سے مبعوث بنا کر دنیا کے مختلف ممالک میں دعوت

وتبلیغ کے لیے بھیج دیتے تھے جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔

(۶) مدینہ یونیورسٹی کی طرف سے ضخیم اسلامی کتابوں (مصادر و مراجع علمیہ) کی تقسیم ہوتی، ملک کے اندر اور بیرونی ممالک تک کتابیں جہازوں کے ذریعے متلاشیانِ حق اور تشنگانِ علم کو بھیجی جاتیں، اس کام کی ذمہ داری نبھانے والے شعبہ کا نام آج کل ''مرکز شؤون الدعوۃ'' ہے۔

اس طرح شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی توجہ اور کوششوں سے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی خدمات کا دائرہ پورے عالَم تک وسیع ہوگیا جو کہ دراصل شیخ کی علمی خدمات کا دائرہ تھا۔

(۷) ۱۳۸۱ھ میں جب جامعہ اسلامیہ کا افتتاح ہوا، اس وقت صرف ایک ''معهد للدراسة الإعداديه و الثانوية'' اور صرف ایک ''كلية الشريعة و علومها'' ہی تھا جبکہ شیخ کی کوششوں سے اب اس کے دو معہد، ایک شعبہ تعلیمِ لغتِ عربی برائے غیر عرب اور چار کلیات مزید کھل چکے ہیں:

1. كلية أصول الدين و الدعوة۔
2. كلية القرآن الكريم جو کہ اپنی نوعیت کا پوری دنیا میں واحد کلیہ تھا، اب کئی دیگر ممالک (مثلاً جامعہ لاہور اسلامیہ وغیرہ) میں بھی ایسے ادارے کام کرنے لگے ہیں۔
3. كلية الحديث الشريف و علومه۔
4. كلية اللغة العربية و آدابها۔
5. كلية الشريعة۔

ان تین معہدوں اور لغت کے شعبہ اور پانچ کلیات (کالجز) کے علاوہ ایم۔ اے اور پی ایچ ڈی (الدراسات العليا) کی کئی اقسام بھی کام کر رہی ہیں۔ یہ سب کام شیخ کی زیرِ نگرانی ہوئے۔ بعض آپ کے وقت میں طے ہوگئے مگر ان کا

افتتاح آپ کے ادارات البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد کے رئیس ومفتئ اعظم بن کر الریاض چلے جانے کے بعد ہوا۔[1]

ناقابلِ فراموش:

شیخ محمد المجذوب نے اپنی کتاب "علماء و مفکرون عرفتھم" میں ایک منظر ذکر کیا ہے جسے ناقابلِ فراموش منظر قرار دیا جاسکتا ہے جس پر ہر آنکھ پرنم، ہر دل غمگین اور ہر چہرہ مرجھایا ہوا تھا، یہ علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے جامعہ اسلامیہ کو چھوڑ کر الریاض میں اپنے نئے منصب (الرئیس العام لإدارات البحوث العلمیه و الإفتاء و الدعوة و الارشاد) کے لیے روانگی کا منظر تھا۔

متعدد مدرسین، ملازمین اور طلبہ نے اپنے اپنے جذبات واحساسات کا اظہار ایسے انداز سے کیا کہ جیسے کوئی بڑی ہی قریبی اور عزیز ہستی داغِ فراق دے کر جارہی ہو۔

جب شیخ کی باری آئی تو آپ بول بھی رہے تھے اور شدّتِ جذبات سے مغلوب ہو کر ان کی آواز ٹوٹ بھی رہی تھی جسے دیکھ کر پورا ہال محو بکاء تھا۔ کوئی رو رہا ہے، کوئی خاموش آنسو بہا رہا ہے، کوئی صبر و ہمت کا دامن تھامے ہے مگر دامن ہاتھ سے چھوٹا جارہا تھا۔ اس ناقابلِ فراموش منظر کو دیکھ کر زبان میں کچھ کہنے کی ہمت نہ رہی الّا یہ کہ یہ دو شعر زبان سے رواں ہوگئے

"بكينا وفاةً لامرئ قلّ أن يرىٰ له في الدعاة العالمين نظيرُ
فخلوا ملامي إن ألح بي البكاء فإن فراق الصالحين عسيرُ"[2]

[1] الإنحاز (ص: ٤٣٣-٤٣٩) علماء و مفكرون عرفتُهم للشيخ محمد المجذوب (١/٧٢-٧٣) من أعلامنا (ص: ٣٩-٤١) و الممتاز (ص: ٢٢، ٦٩-٧٠)

[2] علماء و مفكرون عرفتهم (١/ ٩٥-٩٦) شيخ محمد المجذوب طبع بيروت، و الإنحاز للرحمة (ص: ٤٣٩ تا ٤٤١) و من أعلامنا (ص: ٣٩ تا ٤٣)

''ہم ایسے شخص سے خلوص ووفاء کا اظہار کرنے کے لیے روئے جس کی دنیا کے دعاۃ و مبلغین میں نظیر ملنا مشکل ہے اگر مجھ پر حالتِ گریہ وبکاء غالب آگئی تو مجھے معاف کردو کیونکہ نیک و صالح لوگوں کا فراق بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔''

ڈائریکٹر جنرل اور پھر مفتیٔ اعظم اور دیگر مناصبِ عظمٰی:

۱۳۹۵ھ میں حاکمِ مملکت کے شاہی فرمان سے سماحۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ کو بحوثِ علمیہ و افتاء اور دعوت و ارشاد کے اداروں کا ڈائریکٹر جنرل (الرئیس العام) متعین کیا گیا اور آپ کو ایک وزیر کے برابر رتبہ و مراعات دی گئیں۔ آپ اس عالی منصب پر کام کرتے رہے حتیٰ کہ ۱۴۱۳ھ میں حاکمِ مملکت کے ایک خاص شاہی فرمان سے آپ کو مفتیٔ اعظم سعودی عرب کے منصب پر سرفراز کیا گیا اور ساتھ ہی آپ کو ہیئۃ کبار العلماء اور بحوثِ علمیہ و افتاء کے اداروں کا رئیس بھی نامزد کیا گیا، البتہ انتظامی نقطۂ نظر سے دعوت و ارشاد کے ادارے وزارتِ اوقاف و امورِ اسلامیہ میں ضم کر دیے گئے اور اس وزارت کا قلمدان ڈاکٹر شیخ عبداللہ عبد المحسن الترکی کو دے دیا گیا جو کہ آپ کے ارشد تلامذہ میں سے ایک ہیں۔ وہ وزارت تک پہنچنے سے پہلے جامعۃ الامام کے مدیر رہے ہیں اور آج کل وزارت سے بھی سبکدوش ہوگئے ہیں، وہ کچھ عرصہ دیوانِ حاکم میں خادم الحرمین الشریفین کے مشیر رہنے کے بعد آج کل رابطۂ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری ہیں۔

علّامہ ابن باز بیک وقت:

① مفتیٔ اعظم سعودی عرب تھے۔
② ہیئۃ کبار العلماء کے رئیس تھے۔

③ بحوث علمیہ وافتاء کے رئیس تھے۔

④ رابطہ عالم اسلامی کی تاسیسی کمیٹی کے ممبر اور رئیس تھے۔

⑤ رابطہ کے تابع المجمع الفقهی الاسلامی (اسلامی فقہ اکیڈمی) کے رئیس تھے۔

⑥ مدینہ یونیورسٹی کی انتظامی مجلسِ اعلیٰ (اعلیٰ تنظیمی کمیٹی) کے رئیس تھے۔

⑦ اسلامی دعوت کی اعلیٰ کمیٹی کے ممبر تھے۔

⑧ الندوة العالمیہ للشباب الاسلامی (وامی) کی مجلسِ شوریٰ کے ممبر تھے۔

⑨ نوجوانوں کی تربیت وترقی کے دائمی ادارے کے ممبر تھے۔[1]

⑤ دعوتی ودینی خدمات:

تعلیمی وتدریسی اور خیراتی ودینی تنظیموں کے ان سرکاری مناصب کے علاوہ شیخ مرحوم کی دعوتی وتبلیغی خدمات کا دائرہ بھی بڑا وسیع ہے جن میں سے مشتے نمونہ از خروارے چند خدمات جلیلہ کا تذکرہ کرنے پر ہم اکتفاء کرتے ہیں:

① پورے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے مراکزِ دعوت وتبلیغ کے ساتھ بھر پور تعاون کیا کرتے تھے جن کی ذمہ داری ہی تعلیم وتربیت اور دعوت وارشاد ہے، اس کے ساتھ ہی ان کی ذمہ داریوں میں مسلمانوں کے معاملات کو سلجھانا اور خاص طور پر غیر مسلم ممالک کی مسلم اقلیات کا تعاون کرنا بھی شامل ہے۔صرف ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے جو پاکستان کے معروف عالم اور اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر مولانا عبد الغفار حسن رحمہ اللہ کے فرزند ڈاکٹر صہیب حسن (لندن) کا بیان کردہ ہے، کہتے ہیں کہ میں نے جب لندن

[1] خود نوشت سوانح حیات از علامہ ابن باز (ص: ۴۹۹۔۵۰۳) الانجاز (ص: ۴۴۲۔۴۴۳) بازیۃ الدہر ڈاکٹر زہرانی (ص: ۲۷۔۱۲۸) الممتاز فی مناقب الشیخ ابن باز للشیخ عائض عبد اللہ القرنی (ص: ۲۲۔۲۳) ومجموع فتاویٰ ومقالات ابن باز۔

میں قرآن اکیڈمی بنانا شروع کی تو اس کی تعمیر اور اس کی مطبوعات کی طباعت وغیرہ میں شیخ کا وافر حصہ تھا۔ پھر جب ۱۴۰۴ھ، ۱۹۸۴ء میں پاکستان کے متعدد اہلحدیث حضرات کے ساتھ مل کر مشرقی لندن کے علاقے لیٹن میں مسجدِ توحید کی بنیاد رکھی تو بنیاد سے لیکر تکمیل تک ہمیں شیخ کا زبردست مالی تعاون حاصل رہا، پھر جب انگلستان کے مسلمانوں کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ''شریعت کونسل'' بنائی گئی جس کے صدر سیّد بن متولی الروش اور سیکرٹری جنرل مولانا محمود احمد میر پوری رحمہ اللہ مقرر ہوئے تو اس کونسل کی ضروریات کو پورا کرنے میں بھی شیخ رحمہ اللہ پیش پیش تھے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ یہ تینوں کام شیخ کی نگرانی و تعاون سے تکمیل کو پہنچے اور اسی کی برکت ہے کہ یہ سب بار آور بھی ہوئے۔[1]

◈ ۴ جہادِ اسلامی کا دامے درمے قدمے سخنے تعاون کیا کرتے تھے، اس کے لیے اہلِ خیر کو بھی ترغیب دلایا کرتے تھے، افغانستان، بوسنیا وہرزی گوینا، چیچنیا، کشمیر، اریٹیریا، صومال، برما اور کوسووا کے مجاہدین و عوام کا بھر پور تعاون کیا اور کروایا۔[2]

اس کا اندازہ صرف اس ایک معروف واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ روس و افغان جنگ کے دوران افغان مجاہدین کا ایک لیڈر آیا اور کہا کہ آلاتِ حرب میں سے کسی انتہائی ضروری چیز کے لیے ایک بڑی رقم درکار ہے۔ شیخ نے اپنی ایک ذاتی اور انتہائی ضروری چیز بیچی اور اس کی ساری قیمت افغان مجاہدین کے لیڈر کو ادا کردی۔[3]

---

[1] جريدة الشرق الأوسط (شماره: ۷۵۰۳) و الدرر الذهبية (ص: ٤٨)

[2] الدرر الذهبية (ص: ٤٨) و جريدة الشرق الأوسط (شماره: ۷۵۰۳)

[3] الدرر الذهبية (ص: ٤٩)

③ توحیدِ باری تعالیٰ اور اصلاحِ عقائد کے لیے آپ کی کوششیں اَن گنت ہیں، آپ کی کتابیں، تقاریر ولیکچرز اور دروس اس پر شاہدِ عدل ہیں۔

④ تعلیم وتحفیظِ قرآنِ کریم میں خصوصی دلچسپی لیتے تھے اور اپنے دوست و احباب، تلامذہ اور خیراتی جمعیتوں کے ممبران کو اس کی ترغیب دلاتے رہتے تھے۔

⑤ مختلف ممالک میں دعوت وتبلیغ کی خدمات سرانجام دینے والے مبلّغین کی مکمل مالی کفالت اور ان کا تعاون دل کھول کر کیا کرتے تھے۔ وفات کے وقت ان کے زیرِ کفالت اور ان کی جیبِ خاص پر کام کرنے والے مبلغین کی تعداد دو ہزار (۲۰۰۰) سے متجاوز تھی جو ملک در ملک صحیح عقیدہ اور سنتِ نبوی کی تعلیم دے رہے تھے۔

⑥ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے والے اداروں سے متعلقہ افراد سے ملاقاتیں کرتے رہتے اور انہیں مختلف ہدایات دیتے رہتے، انھیں الامر بالمعروف والنھی عن المنکر کا بطورِ خاص علم حاصل کرنے کی تلقین کرتے رہتے تھے جس کے نتائج سعودی عرب میں رہنے والا ہر شخص دیکھ اور محسوس کرسکتا ہے۔ الغرض ان کی خدمات کا دائرہ سعودی عرب سے نکل کر پوری دنیا تک پھیلا ہوا تھا۔

⑦ موصوف رحمہ اللہ قرآن وسنت کی بکثرت تصریحات کے پیشِ نظر حاجت مندوں کی حاجات پوری کروانے کے لیے دعائیں اور اہلِ خیر سے سفارشیں کرتے نہیں تھکتے تھے۔ اس سلسلہ میں جس کسی کو سابقہ پڑا ہو وہ جانتا اور بیان کرسکتا ہے۔ ہم نے اپنے کئی احباب سے ایسے امور میں شیخ کے بھر پور تعاون کی متعدد خبریں سنی ہیں۔

مدارس و جامعات دینیہ کے مہتمم حضرات اور چندہ اکٹھا کرنے کے لیے دنیا بھر سے آنے والے لوگ گواہ ہیں کہ وہ کس طرح فون کرکے اور خط لکھ کر مالدار لوگوں

اور تاجروں کے یہاں سفارشیں کرکے لوگوں کی ضروریات پوری کروایا کرتے تھے۔

۸ مساجد کی تعمیر و تجدید کے سلسلہ میں آپ ہر وقت کوشاں رہا کرتے تھے۔ اہلِ خیر سے رابطے کرتے، انھیں ضرورت مند مقامات کی نشاندہی کرتے اور وہاں مسجد تعمیر کرنے کی ترغیب دلاتے۔ آپ سعودی عرب کے کسی بھی کونے میں چلے جائیں، مساجد کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ دور دراز بدوی وصحرائی علاقوں میں نکل کر دیکھیں، بعض جگہوں پر انتہائی جدید اسلامی طرز کی خوبصورت مساجد ملیں گی اور آدمی سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اتنے پسماندہ علاقے میں اتنی ماڈرن طرز کی یہ وسیع مسجد کس نے تعمیر کروائی ہے؟ اور اگر آپ نے کسی سے پوچھ ہی لیا تو جواب وہ ملے گا کہ کم از کم مؤمن دل اور مخلص سینے تو خوشی و اطمینان سے لبریز ہو جائیں گے۔ جواب یہ ہوگا کہ سماحۃ الشیخ ابن باز کے توسط و ترغیب دلانے سے فلاں اہلِ خیر نے یہ مسجد بنوائی ہے اور ساتھ ہی لوگ ان کے حق میں دعاؤں کے لیے ہاتھ اٹھا دیتے ہیں۔

یہ معاملہ سعودی عرب کی حد تک ہی نہیں بلکہ بیرونی ممالک میں بھی شیخ نے بے شمار مساجد بنوائیں اور بنوانے کی ترغیب دلائی ہے جس کے لیے کتنے ہی ادارے کام کر رہے ہیں۔

۹ شیخ مرحوم کو ہر وقت امتِ اسلامیہ کا غم کھائے رہتا تھا، دن کو چین نہ رات کو آرام، گھر، دفتر میں، گاڑی میں، سفر میں، حضر میں ایک ہی غم، مسلمانوں کا غم، امتِ اسلامیہ کا غم، اعلاء کلمۃ اللہ کا غم، اصلاحِ عقائد کی فکر، دعوت و ارشاد اور تبلیغ و تعاون کی کوششیں۔

۱۰ شائد کسی کے لیے بلکہ یقیناً اکثر احباب کے لیے یہ بات باعثِ تعجب ہوگی کہ مرحوم نے اٹھاون (۵۸) برس سے اپنی سالانہ چھٹی نہیں لی، کبھی ایک

دن بھی چھٹی طلب نہیں کی، چوبیس گھنٹوں میں صرف ۴ یا ۵ گھنٹے سوتے یا آرام کرتے تھے باقی سارا وقت روزانہ ذکر وعبادت، علمی نشر واشاعت، فتوی اور مسلمانوں کی ضرورتیں اور مسائل حل کرنے میں صرف ہوتا تھا۔

آپ نے کئی مرتبہ اس بات کا اظہار بھی فرمایا کہ میں بیس سال سے مکمل تنخواہ کے ساتھ پنشنر ہونے کا حق دار ہو چکا ہوں لیکن میں نے پینشن لے کر بیٹھنے سے کام کرتے رہنے کو ترجیح دے رکھی ہے تا کہ مسلمانوں کی کچھ اور خدمت اور دین کی کچھ مزید مدد ونصرت کرسکوں۔[1]

سرکاری ڈیوٹی اور عبادت وذکر سے متعلقہ چند حقائق:

شیخ رحمہ اللہ وزیر کے درجۂ علیا کے سرکاری افسر ومفتیٔ اعظم تھے، اس کے باوجود آپ کی طبیعت میں ''افسری'' نہیں تھی بلکہ ''سرکاری ڈیوٹی'' کے طور پر عام ملازمین سے بھی زیادہ وقت کام کو دیتے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ ''حقوق اللہ'' کی ادائیگی میں اتنے مستعد تھے کہ شاید وباید، اس سلسلہ میں ان کے ساتھ کام کرنے والے کاتبوں اور دیگر ملازمین کے حوالے سے شیخ عبد الرحمٰن الرحمہ نے اپنی سوانحی کتاب "الإنجاز في ترجمة الإمام ابن باز" اور "الدرر الذهبية" میں اور ڈاکٹر الزہرانی نے ''امام العصر'' میں، چند حقائق و واقعات ذکر کیے ہیں جنہیں ہم یہاں نقل کرکے اپنے آپ اور اپنے محترم قارئین کو دعوتِ عمل دے رہے ہیں:

① شیخ کے ایک کاتب کہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ مکہ مکرمہ گیا اور رات کو مختلف معاملات کے اوراق ان کے سامنے پڑھتا رہا حتیٰ کہ رات کے گیارہ بج گئے، تب جاکر شیخ نے فرمایا کہ لگتا ہے کہ کچھ تھک گئے ہیں لہذا کچھ آرام کرلیں (اور حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف کاتب کی رعایت رکھتے ہوئے

[1] الإنجاز (ص: ٤٤٤ تا ٤٥١)

کہا تھا ورنہ آپ بڑے بے تکان قسم کے شخص تھے) کام سے فارغ ہوکر میں حسبِ توفیق کچھ نماز پڑھ کر سوگیا اور شیخ نماز پڑھتے رہے اور پھر فجر سے پہلے اٹھا تو دیکھا کہ شیخِ محترم نماز پڑھ رہے ہیں۔[1]

(۲) بذریعہ کار طائف سے مکہ مکرمہ تک شیخ کے ساتھ سفر کرنے والوں میں سے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب نصف شب سے زیادہ رات گزر گئی تو شیخ نے فرمایا کہ یہاں رک جائیں اور آرام کرلیں، ہم سب رک گئے جیسے ہی زمین پر کمر لگی ہم سو گئے، شاید ہی کسی قسمت والے نے ایک یا تین رکعتیں پڑھی ہونگی البتہ شیخ نماز پڑھنے لگے۔ فجر سے قبل جب ساتھ والے اٹھے تو دیکھا کہ شیخ نماز پڑھ رہے ہیں۔ سب سے آخر میں سوئے اور سب سے پہلے بیدار بھی ہوگئے۔ سبحان اللہ![2]

(۳) شیخ کے گھر کے مکتب کے مدیر شیخ محمد الموسیٰ کہتے ہیں کہ ہم مکہ میں تھے، شیخ کو ایک شخص نے جدہ میں ایک دعوت میں مدعو کیا۔ انھوں نے حسبِ عادت پہلے مغرب وعشاء کے مابین والی مجلس میں شرکت کی، پھر مسجد میں گئے اور نمازِ عشاء والا درس ارشاد فرمایا، پھر لوگوں کے سوالوں کے جوابات دیے، پھر جدہ کو روانہ ہوئے۔ راستے میں معاملات کی تفصیل سنتے گئے، آخر اس لیکچر ہال میں پہنچے، وہاں کئی لوگوں کے کلمات اور قصائد سنے، پھر خود درس دیا، پھر کھانا کھایا پھر واپس روانہ ہوگئے، آتے ہوئے بھی راستے میں مختلف معاملات مجھ سے، ڈاکٹر الشویعر سے اور شیخ صلاح سے سنتے آئے، گھر آتے آتے رات کے بارہ بج گئے۔ شیخ کی عادت تھی کہ رات کو تین بجے

---

[1] الإنجاز (ص: ٤٥٢) مواقف مضيئة في حياة الإمام ابن باز للشيخ حمود عبدالله المطر (ص: ١١ ـ ١٢)

[2] الإنجاز (ص: ٤٥٣)

تہجد کے لیے اٹھ جاتے اور مجھے اور شیخ عبدالعزیز بن ناصر کو بھی اٹھا دیتے تا کہ ہم بھی اپنا حصہ حاصل کرلیں۔

آج ہمیں یقین تھا کہ شیخ دن بھر اور نصف رات تک کام اور سفر کی مشغولیت میں اتنے تھکے ہوئے ہیں کہ آج تہجد کے لیے نہیں اٹھ پائیں گے مگر ٹھیک تین بجے آپ اٹھ گئے اور ہمیں بھی بیدار کر دیا۔ اذان تک نماز و دعا اور تلاوت میں مشغول رہے، پھر نماز کی جماعت کروائی، سلام پھیرا تو درس شروع کر دیا، فارغ ہوئے تو گھر کو چل دیے، ہم کہنے لگے کہ آج آپ فجر کے بعد والی معمول کی مجلس نہیں کرینگے مگر جیسے ہی آپ مجلس میں پہنچے غُترہ (سر والا لال رومال) اور ٹوپی ایک طرف رکھی اور کہا: بسم اللہ، کیا کیا معاملہ ہے تمہارے پاس؟ میں نے معاملات کے کاغذات پڑھنا شروع کر دیے، سات بج کر بیس منٹ تک یہ سلسلہ جاری رہا، میرا خیال تھا کہ اب وہ لمبے عرصے کے لیے سو جائیں گے مگر انھوں نے کہا کہ آٹھ بیس پر الارم لگا دیں، الارم کی آواز پر اٹھ گئے، ہمیں بھی اٹھایا اور رابطہ عالم اسلامی کے صدر دفتر چلے گئے اور دوپہر ساڑھے بارہ بجے حسبِ معمول گھر لوٹے، ہمارا تھکاوٹ سے برا حال تھا مگر شیخ کے چہرے پر اس کے آثار تک بھی نظر نہیں آرہے تھے۔[1]

سخاوت و فیاضی کے آفاق:

1 شیخ بدر بن نادر المشاری بیان کرتے ہیں کہ میں شیخ کے پاس بیٹھا تھا، فلپائن سے آنے والا ایک خط ترجمہ کرکے شیخ رحمہ اللہ کو سنایا گیا، جس میں ایک عورت نے لکھا تھا کہ میں عیسائی تھی، میں مسلمان ہوئی اور پھر میرا سارا خاندان بھی مسلمان ہوگیا، اور یہ اللہ کی توفیق کے بعد آپ کی ایک کتاب

[1] إمام العصر (ص: ٦٣ـ ٦٥) و الدرر الذهبية (ص: ٧ـ ٩)

پڑھنے کے نتیجے میں ہوا۔ یہ خط سن کر شیخ رحمہ اللہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ [1]

دار الافتاء سعودی عرب سے نکلنے والے "مجلة البحوث الإسلاميه" کے ایڈیٹر اور شیخ رحمہ اللہ کے دستِ راست ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک سعودی وفد افریقہ کے جنگلات میں کسی مہم پر گیا تو ایک بوڑھی عورت وفد کے پاس آکر ایک شخص سے پوچھنے لگی: کیا تم لوگ سعودی عرب سے آئے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، تو اس بڑھیا نے کہا: شیخ ابن باز کو میرا سلام پہنچانا، وفد کے اس ممبر نے اس سے پوچھا: تم انھیں کیسے جانتی ہو؟ اس نے بتایا: میں اور میرا شوہر کرسچن تھے اور ہم مسلمان ہوگئے، اس پر ہمارے اعزاء واقارب نے ہمیں بہت ستایا اور یہ روئے زمین تمام تر وسعتوں کے باوجود ہمارے لیے تنگ کردی گئی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اللہ کے بعد اس دنیا میں ہماری مدد کون کرسکتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اللہ کے بعد تمہاری مدد شیخ ابن باز کے سوا کوئی نہیں کرے گا۔ میں نے انھیں خط لکھا اور مجھے خط کے ان تک پہنچنے اور جواب کی کوئی توقع نہیں تھی لیکن اچانک ایک دن ہمیں سعودی سفارت خانے سے بلاوا آیا، وہاں گئے تو پتہ چلا کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے ہماری امداد کے لیے دس ہزار ریال بھیجے ہیں۔ یہ اللہ کے بعد اس شخص (شیخ ابن باز رحمہ اللہ) کا ہمارے ساتھ بہت بڑا تعاون تھا۔ [2]

٢ دار الافتاء کے ایک ملازم کا بیان ہے کہ فلپائن سے ایک عورت کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ میرا شوہر مسلمان تھا، اسے عیسائیوں نے کنویں میں گرا کر قتل کردیا ہے، میں بیوہ اور میرے بچے یتیم ہوگئے ہیں اور اللہ کے بعد ہماری

---

[1] مواقف مضيئه تاليف حمود المطر (ص: ١٥) وکیسٹ: ورحل الإمام ابن باز.

[2] بحواله إمام العصر (ص: ١٤٣) جريده الرياض (شماره: ١١٤٩٥) و الإنجاز (ص: ٤٥٤) و الدرر الذهبية (ص: ٤٨- ٤٩) و كتاب مواقف مضيئة في حياة الإمام عبد العزيز ابن باز، تأليف حمود بن عبد الله المطر (ص: ٧) الإنجاز (ص: ٤٥٢- ٤٥٤)

مدد کرنے والا کوئی نہیں الاّ یہ کہ لوگوں نے آپ کی طرف لکھنے کا کہا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے متعلقہ ادارے کے مسئولین کو لکھا کہ اس بے یار و مددگار عورت کی مدد کی جائے۔ جواب آیا کہ ہمارے یہاں ایسی کوئی مدّ نہیں کہ جس کی رو سے اس عورت کی مدد کی جائے جس کے شوہر کو کنویں میں گرا کر مار دیا گیا ہو، مالی مدّات محدود ہیں۔ شیخ نے اپنے کاتب کو حکم دیا کہ کیشیئر کو لکھیں:

''میری تنخواہ میں سے دس ہزار ریال کاٹ کر اس عورت کو بھیج دو۔''❶

٣ سعودی عرب بلکہ عرب دنیا کے معروف واعظ و مؤلف شیخ محمد صالح المنجد (امام وخطیب جامع عمر بن عبد العزیز، الخبر) کہتے ہیں کہ شیخ اتنے سخی تھے کہ ان سے کوئی جو کچھ مانگتا دے دیتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے بشت (عباء) مانگی تو فوراً اتار کر عباء اس کے حوالے کر دی۔❷

بعض دیگر اہلِ علم (ڈاکٹر الشویعر) نے اسی واقعہ کے ضمن میں مزید لکھا ہے کہ وہ شخص افریقی تھا اور اس نے جان بوجھ کر عباء مانگی تھی، اس نے اسی وقت پہنی ہوئی بشت لینے پر اصرار کیا تھا اور جب مل گئی تو روتے ہوئے کہا تھا کہ میں عمر بھر اس اعزاز پر فخر کیا کروں گا۔❸

٤ شیخ کے وکیل و مختار ڈاکٹر عبد اللہ لکھتے ہیں کہ پرانی بات ہے کہ المعہد الشرعی کے طلبہ نے ایک دن دوپہر اور شام کا کھانا نہ کھایا، کچھ ملا ہی نہیں تھا۔ شیخ کو خبر ملی تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ ان کے پاس اس وقت صرف ایک ہی گاڑی تھی فوراً بیچ دی اور طلبہ کے لیے کھانے کا سامان خرید کر دے دیا۔❹

---

❶ جریدۃ الریاض (شمارہ: ١١٢٩٥) و الدرر الذهبية (ص: ٤٩) و الإنجاز (ص: ٤٥٣)

❷ جریدہ الندوہ (شمارہ: ١٢٣٣٤) و مواقف مضيئة (ص: ١٥-١٦)

❸ جريدة الجزيرة (شمارہ: ٩٧٥٢) و الدرر الذهبية (ص: ٥٩)

❹ جريدة الرياض (شمارہ: ١١٢٨٨) و مواقف مضيئة (ص: ٣٨)

۵ استاد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدویش لکھتے ہیں کہ دار الافتاء کا ایک وفد فرانس گیا، وہاں کے اسلامک سنٹر کے دورے کے دوران مدیرِ مرکز نے ایک افریقی عورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کے دل میں شیخ کا ایک خاص مقام ہے، اور جب پوچھا کہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا: خود پوچھ کر دیکھو۔ وفد نے اس عورت کے سامنے شیخ کا نام لیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات بہنے لگی، پوچھا کہ بات کیا ہے؟ تو مدیرِ مرکز نے بتایا کہ یہ عورت یہاں مسلمان عورتوں کی میتوں کو غسل دیتی ہے اور اس کی تنخواہ شیخ ابن باز کے گھر سے آتی ہے۔[1]

٦ استاذ علی عبداللہ الدری لکھتے ہیں کہ هيئة الإغاثة (ہیومن اپیل سعودی عرب) والے تعاونی رقوم تقسیم کرنے کے سلسلہ میں افریقی جنگلات میں تھے۔ ایک جگہ چار گھنٹے کا پیدل سفر کر کے پہنچے تو ایک خیمہ میں ایک بڑھیا ملی، اسے مالی تعاون کی کچھ رقم دی، اس نے پوچھا: تم کہاں سے ہو؟ جب بتایا گیا کہ سعودی عرب سے ہیں تو اس نے جھٹ کہا: شیخ ابن باز کو میرا سلام کہنا۔ اسے کہا گیا کہ ان جنگلات کے وسط میں تمہارے بارے میں شیخ کو کیا علم ہوگا؟ تو اس نے کہا: نہیں، میں نے انھیں خط لکھ کر مدد طلب کی تھی تب سے وہ مجھے ہر ماہ ایک ہزار ریال بھیجتے ہیں۔[2]

۷ شیخ محمد صالح الزہرانی کے بقول: جزائر قمر نامی ملک میں کام کے دوران ایک عالم و مبلّغ کو دیکھا کہ کسی سخت موذی مرض میں مبتلا ہے۔ میں نے مشورہ دیا کہ ہمارے ملک آجائیں تاکہ آپ کے علاج کی کوشش کریں، وہ

---

[1] جريدة الجزيرة (شماره: ٩٧٣٧) و الدرر المضيئة (ص: ٤٠)

[2] جريدة المدينة (شماره: ١٣١٨٢) و مواقف مضيئة (ص: ٤٢)

آ گئے، میں انہیں لیکر شیخ رحمہ اللہ کے پاس گیا۔ انھوں نے سفارش کی اور اس مبلّغ کو ایک فوجی ہسپتال میں ایڈمٹ کرلیا گیا۔ علاج ہوتا رہا۔ اس مریض کے تمام دیگر اخراجات شیخ نے اپنی گرہ سے ادا کیے یہاں تک کہ وہ تندرست ہوکر وطن لوٹ گیا۔ ❶

فیاضی اور بذل وعطا کے مسنون انداز:

صحیح بخاری میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے ایک بُردہ (چادر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے آپ کے لیے تیار کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بُردہ قبول فرمایا اور آپ کو اس کی واقعی ضرورت بھی تھی۔ آپ نے وہ چادر اوڑھ لی اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تشریف لائے تو ایک صحابی نے عرض کیا: یہ کتنی خوبصورت چادر ہے، کیا آپ یہ مجھے عطا فرمائیں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کچھ دیر بیٹھے رہے پھر گھر تشریف لے گئے، بردہ تہہ کیا اور اس صحابی کے یہاں بھیج دیا۔ لوگوں نے کہا کہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چادر کی ضرورت تھی مگر وہ تم نے مانگ لی جبکہ تم جانتے بھی ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکار نہیں فرمایا کرتے۔ اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم ہے میں نے یہ بُردہ پہننے کے لیے نہیں مانگا بلکہ اس لیے طلب کیا تھا تاکہ یہ میرا کفن بنے اور واقعی وہ اس کا کفن ہی بنا۔ ❷

اِسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ شیخ محمد الموسیٰ نے بیان کیا ہے جو شیخ ابن باز رحمہ اللہ کو پیش آیا تھا۔ ایک شخص آیا جو کہ شیخ کا شاگرد اور ان سے بہت ہی محبت رکھنے والا تھا، اس نے عرض کیا: اے سماحۃ الشیخ! میری خواہش ہے کہ آپ مجھے کوئی ایسی چیز

❶ جريدة المدينة ملحق الأربعاء، ٤/ ٢/ ١٤٢٠هـ، و مواقف مضيئة (ص: ٥١)

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث (١٢٧٧، ٥٨١٠، ٦٠٣٦)

ہدیہ دیں کہ جسے میں دیکھا اور آپ کو یاد کیا کروں۔ شیخ نے فرمایا: ان شاء اللہ خیر ہوگی، آپ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز پڑھیں۔ نمازِ عشاء کے بعد وہ آدمی شیخ رحمہ اللہ سے ملا تو شیخ نے اپنی عباء (بشت) اتاری اور اسے تھماتے ہوئے گویا ہوئے کہ یہ ہماری طرف سے آپ کے لیے یادگار ہدیہ ہے۔

شیخ کی فیاضی اور بذل وعطا کا یہ عالم ہے کہ جب انھوں نے وفات پائی اس وقت تک دو ہزار دعاۃ و مبلّغین سعودی عرب سے باہر مصروفِ دعوت و تبلیغِ دین تھے جن کی تنخواہیں شیخ کے راستے اور ان کے تعاون سے جاری تھیں اور ہزاروں غریب خاندانوں کا ماہانہ وظیفہ لگا ہوا تھا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ان کے اشارہ و تعاون سے ملک کے اندر و باہر ہزاروں کی تعداد میں مساجد بنوائی گئیں، مدارس کھولے گئے، قرآنِ کریم کے حلقات قائم کیے گئے، کنویں کھودے گئے، ٹیوب ویل اور نلکے لگائے گئے، راستے بنائے گئے اور شادیاں کروائی گئیں۔[1]

شیخ کے شب و روز:

1. شیخ اپنے دن کا آغاز طلوعِ فجر سے پہلے کیا کرتے تھے، ایک تہائی رات ابھی باقی ہوتی یا اذانِ فجر سے کم از کم ایک گھنٹہ پہلے بیدار ہوجاتے اور نوافل و تہجد ادا فرماتے۔
2. نمازِ فجر باجماعت ادا کرتے۔
3. نمازِ فجر کے بعد اوراد و اذکار میں مشغول رہتے اور جب تک ان سے فارغ نہ ہوجاتے کسی کی بات کا جواب نہ دیتے تھے۔
4. پھر متعدد کتب مثلاً فتح الباری، فتاویٰ ابن تیمیہ، بلوغ المرام، صحیحین و سننِ اربعہ، شرح عقیدہ طحاویہ وغیرہ کی تدریس کا فریضہ نبھاتے۔ شرح و تفصیل،

[1] إمام العصر (ص: ١٠١، ٢١٤)

استدراک وتعاقب اور افادات سے نوازتے اور یہ سلسلہ صبح سات بجے کے قریب تک جاری رہتا۔

⑤ اگر کسی دن درس نہ ہوتا تو گھر والے مکتب (دفتر) میں دنیا بھر سے وارد ہونے والے استفتاءات و سوالات اور دوسرے معاملات پر غور و خوض فرماتے۔ ایسے ہی دنوں میں عموماً تفصیلی ملاقات والے لوگ (طلبہ و علماء) فائدہ اٹھاتے تھے۔

⑥ پھر سفارش وتعاون طلب کرنے والوں کی معروضات پر نظر ڈالتے اور ان کے سلسلہ میں ضروری اقدامات کرتے۔

⑦ ٹھیک نو بجے اپنی سرکاری ذمہ داری کے لیے اپنے دفتر دار الافتاء میں تشریف لے جاتے، جہاں لوگ انتظار میں بیٹھے ہوئے ہوتے۔ انھیں خوش آمدید کہتے، حسبِ حال سلام و مصافحہ اور معانقہ کرتے اور اپنے مخصوص مقام پر تشریف فرما ہوجاتے۔ معاملات سننے اور اپنے مشیروں اور کاتبوں کو ان پر لکھنے کی ہدایات جاری کرتے۔

⑧ اسی دوران باہر سے لوگوں کے ٹیلیفون آتے رہتے، لوگ اپنے سوالات کے جوابات اور اپنے مسائل کا حل پوچھتے اور شیخ رحمہ اللہ بڑی فراخ دلی اور دراز نفسی سے جواب دیتے، جب تک سامنے والا مطمئن نہ ہوجاتا آپ ریسیور کو ہاتھ سے نہیں رکھتے تھے۔

⑨ اسی دوران تقریباً روزانہ وقفے وقفے کے بعد غیر مسلم لوگ دفتر میں داخل ہوتے اور اسلام قبول کرنے اور اسلامی تعلیمات سے روشناس ہونے کی درخواستیں کرتے تھے، اور شیخ انھیں کلمہ پڑھاتے۔

⑩ دفتری اوقات میں ہی "اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الإفتاء"

(تحقیقاتِ علمیہ و افتاء کی دائمی کمیٹی) کے اجتماعات بھی ہوتے، اگر کمیٹی کا اجتماع صبح کو ہوتا تو موصوف ملنے اور سوال پوچھنے والوں کو ظہر کے وقت ملتے اور اگر اجتماع ظہر کو ہوتا تو ان سے صبح سے لے کر ظہر تک ملا کرتے تھے۔

⑪ ظہر کی اذان ہوتے ہی نماز کی ادائیگی کے لیے دفتر کے قریب ہی بنائی گئی وسیع و عریض مسجد میں تشریف لے جاتے۔

⑫ کبھی کبھی نمازِ ظہر کے بعد مختصر خطاب فرماتے جو کہ عموماً بعض قرآنی آیات کی تفسیر و تشریح اور ان پر تدبّر و تفکّر پر مشتمل ہوتا اور آخر میں اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے بڑی دردمندی اور عاجزی سے دعائیں کیا کرتے تھے۔

⑬ نمازِ ظہر کے بعد پھر دفتر میں تشریف لے جاتے اور دفتری اوقات کے اختتام تک سرکاری معاملات کو نپٹاتے تھے۔ طلاق کے موضوع سے متعلقہ امور پر غور فرماتے اور فتاویٰ صادر فرماتے۔ ضرورت مندوں کی شفاعت و سفارش طلب کرنے والی معروضات سنتے اور ہدایات جاری کرتے اور ساتھ ہی مسلم اقلیات و اسلامی ممالک سے آئے ہوئے وفود اور اسلامی و دینی جماعتوں کے سربراہوں کا استقبال کرتے اور ان سے ملاقات فرمایا کرتے۔

⑭ تقریباً سوا دو بجے تمام مقامی و بیرونی مہمانوں کو اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دیتے اور اپنی رہائش گاہ لے جاتے۔ کھانے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھتے، عربی قہوہ منگواتے، پھر چائے آتی اور خوشبوئیں بانٹی جاتیں اور مہمانوں کے ساتھ باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ اذانِ عصر تک یہی سلسلہ جاری رہتا۔

⑮ جیسے ہی نمازِ عصر کی آذان ہوتی گھر کی قریبی مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز ادا کرتے۔

۱۶ نمازِ عصر کے بعد مختصر سے وقت میں کتاب التوحید اور کبھی ریاض الصالحین کی شروحات پر مشتمل درس دیا کرتے تھے جو عمر بھر آپ نے سفر و حضر میں کبھی نہیں چھوڑا۔

۱۷ نمازِ عصر کے بعد والے درس کے بعد سے لے کر نمازِ مغرب تک آپ گھر میں آرام کیا کرتے تھے جو قیلولہ کی جگہ ہوتا تھا۔ مصروفیات کی وجہ سے ظہر و عصر کے درمیان نہیں بلکہ یہ آرام عصر و مغرب کے درمیان ہوتا تھا۔

۱۸ اگر نمازِ مغرب کے بعد کہیں درس یا لیکچر ہوتا تو وہاں جلدی پہنچ جاتے۔

۱۹ درس و غیرہ نہ ہونے کی صورت میں مغرب کے بعد اپنی وسیع و عریض بیٹھک (مجلس) میں تشریف لے جاتے جہاں ہر خاص و عام کو آنے کی اجازت ہوتی تھی۔ کچھ لوگ سلام کرنے اور خیر و عافیت دریافت کے لیے حاضر ہوتے، کوئی کسی مسئلہ میں فتویٰ پوچھ رہا ہوتا اور کوئی اپنے کسی معاملہ میں مشورہ کرتا اور یہ نشست نمازِ عشاء تک جاری رہا کرتی تھی۔

۲۰ عشاء کی اذان ہوتے ہی نماز کی تیاری کر کے مسجد چلے جایا کرتے تھے اور اذان و اقامت کے درمیان بلوغ المرام کا دقیق علمی درس دیا کرتے تھے۔

۲۱ نمازِ عشاء کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور بعض معاملات و مسائل پر غور کرتے اور دعوت و تبلیغ سے متعلقہ بعض افراد سے ملاقات کرتے، پھر اپنے مہمانوں کے ساتھ رات کا کھانا کھاتے۔ پودینہ کے سبز پتوں والی چائے اور عربی قہوہ پیتے، بخور ہوتا اور خوشبوئیں ہوتی تھیں اور پھر اپنے مکتبہ (لائبریری) میں چلے جاتے اور وہاں رات گئے تک قراءت و مطالعۂ کتب، املاء اور بعض ضروری معاملات پر نظر کے ساتھ ساتھ مفید قسم کی گفتگو ہوتی رہتی، نمازِ عشاء کے بعد ہی عموماً معاملاتِ طلاق سے متعلقہ لوگوں سے گفتگو

کیا کرتے تھے، عموماً آدھی رات گزر جانے کے بعد ہی آپ کو سونے کا موقع ملتا تھا۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ أَحْسَنَ الْجَزَاء۔[1]

شیخ کا سالانہ ٹائم ٹیبل:

① شیخ رحمہ اللہ ماہ ربیع الثانی سے لیکر جمادی الاخریٰ یا رجب تک الریاض میں مقیم رہتے۔
② پھر دو یا تین ہفتوں کے لیے رابطہ عالم اسلامی اور فقہ اکیڈمی کے اجتماعات میں شرکت کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے۔
③ پھر الریاض لوٹ آتے۔
④ اور پھر ١٦۔١٧ رمضان المبارک کو یا عشرۂ اخیر میں مکہ مکرمہ تشریف لیجاتے اور لمبی چوڑی دعائیں کرتے، آدھ آدھ گھنٹہ سے ایک ایک گھنٹہ لے لیتے۔
⑤ ٢٩ رمضان کو پھر الریاض تشریف لے جاتے تھے۔
⑥ ماہ ذوالقعدہ تک الریاض میں ہی مقیم رہتے۔
⑦ پھر اداء فریضۂ حج وعمرہ کے لیے حجاجِ کرام کو دعوت بھیجتے اور افتاء کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے تھے۔

ایامِ حج میں وہ منیٰ میں بہت بڑا خیمہ نصب کروایا کرتے تھے جس میں دنیا بھر سے لوگ آپ سے آکر ملا کرتے تھے۔

⑧ ذوالحجہ کے آخر تک مکہ میں رہتے اور پھر وہاں سے طائف چلے جاتے جو کہ سعودی عرب کا گرمیوں کے دنوں کا دار الخلافہ ہے۔ گرمی کے موسم میں حکومت کے تمام ادارے اور وزراء وہاں منتقل ہوجاتے ہیں۔ ماہ ربیع الآخر تک وہاں پر ہی قیام اور کام ہوتا تھا۔

---

[1] الإنجاز (ص: ٤٥٤ تا ٤٥٨) الممتاز (ص: ٤٤ تا ٤٩) و إمام العصر ڈاکٹر ناصر الزهراني (ص: ٧٦٩ تا ٧٧٢)

⑨ پھر وہاں سے الریاض کی طرف روانہ ہوجاتے۔ آخری سالوں میں الریاض، مکہ مکرمہ اور الطائف کے درمیان آپ کا سفر گورنمنٹ کی طرف سے دیے گئے مخصوص ہوائی جہاز پر ہوا کرتا تھا۔[1]

نمازِ تراویح:

اس سلسلہ میں ڈاکٹر زہرانی امام وخطیب مسجد ابن باز مکہ المکرّمہ کہتے ہیں:
ماہِ رمضان میں موصوف خصوصاً عمر کے آخری سالوں میں جب مکہ مکرمہ آجاتے تو کثرتِ اژدحام کی وجہ سے مسجدِ حرام میں نمازِ تراویح نہیں پڑھا کرتے تھے، آپ کا کہنا تھا کہ سارا شہرِ مکہ ہی حرم ہے اور جس حدیث میں وارد ہے کہ مسجدِ حرام میں پڑھی گئی نماز کا ثواب عام مساجد میں پڑھی گئی نمازوں سے ایک لاکھ گنا زیادہ ہے وہ حدیث سارے شہرِ مکہ کو ہی شامل ہے۔ ان کے پاس اس کے قوی اور مسکت دلائل موجود تھے لہٰذا وہ چاہتے تھے کہ لوگوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی جائے کہ وہ مسجدِ حرام میں اژدہام کرنا چھوڑ دیں جو کہ خشوع وخضوع کو بھی کم کر دینے کا باعث بن رہا ہے۔

آپ سنت کے مطابق اکثر آٹھ تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے اور کبھی کبھی دس تراویح اور تین وتر کر لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہی سنت ہے۔ اسے ہی اختیار کرنا افضل واکمل ہے اور اگر کوئی بیس رکعتیں یا کم وبیش پڑھتا تو آپ اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

خود آپ گیارہ یا تیرہ رکعتوں کو سنت سمجھتے اور صرف اسی کا ہی التزام کرتے حتیٰ کہ عشرۂ اخیرہ میں بھی چار یا چھ رکعتیں نمازِ عشاء کے بعد اور بقیہ رکعتیں اور وتر آدھی رات کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

---

[1] إمام العصر از زهراني (ص: ٧٧٢ـ ٧٧٤)

دعاءِ قنوت:

ڈاکٹر زہرانی جو کہ مکہ مکرمہ کے حی العزیزیہ میں واقع مسجد الشیخ ابن باز کے امام وخطیب بھی ہیں، کہتے ہیں کہ آج کل دعاءِ قنوت کے سلسلہ میں عموماً ائمہ مساجد بڑی درازنفسی سے کام لیتے ہیں لیکن شیخ ممدوح رحمہ اللہ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم صرف مسنون و ماثور دعاءِ قنوت پر ہی اکتفا کیا کریں۔

تعمیرِ مسجد کے بعد آنے والے رمضان المبارک کے عشرۂ اخیر میں شیخ رحمہ اللہ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور ہمارے ساتھ نمازِ تراویح پڑھنا شروع کی تو میں نے بڑی لمبی چوڑی دعاءِ قنوت مانگی اور مجھے توقع تھی کہ شیخ خوش ہوں گے اور دعائیں دیں گے مگر نماز کے بعد اپنے مخصوص انداز سے پردہ کے ساتھ فرمایا کہ بہت طویل دعا کردی ہے صرف ماثور دعا پر اکتفاء کیا کرو۔

اگلے دن میں نے پہلے کی نسبت دعا کا وقت آدھا کردیا تو پھر بلا کرفرمایا کہ وتر میں صرف دعاءِ ماثور پر اکتفاء کیا کرو، یہ لمبی چوڑی دعا نہ کیا کرو۔

تب میں نے صرف مسنون و ماثور دعاءِ قنوت پر اکتفاء کرنا شروع کردیا اور حقیقت یہ ہے کہ جتنا روحانی سکون اس مسنون و ماثور مختصر سی دعا سے حاصل ہوتا ہے وہ ان طویل دعاؤں سے نہیں ملتا تھا۔[1]

حسین نامۂ اعمال سے مختصر روزنامچہ:

[۱] علامہ موصوف رحمہ اللہ ہر ہفتہ میں سنتِ نبوی کے مطابق سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھنے کا التزام فرمایا کرتے تھے۔

[۲] الریاض میں ہوتے تو فجر کے بعد والے دروس ہر اتوار، سوموار، بدھوار اور

---

[1] امام العصر، ڈاکٹر ناصر بن مسفر زہرانی (ص: ۷۷۲۔ ۷۷٤)

جمعرات کو ہوتے اور جن دنوں آپ طائف میں ہوتے وہاں پر سوموار اور جمعرات کی فجر کو درس دیا کرتے تھے۔

۳ مہمانوں کی تعداد چاہے کتنی ہی کیوں نہ ہوتی دوپہر کا کھانا کھلانے میں انتہائی فیاضی وفراخ دلی کا مظاہرہ کرتے تھے۔

۴ سرکاری و غیر سرکاری معاملات و مسائل حل کرنے کا سلسلہ دن بھر جاری رہتا حتیٰ کہ آپ کے بعض مشیر گاڑی میں سوار ہو کر سفر کے دوران بھی کام لیتے رہتے تھے۔

۵ اتوار اور منگل کو چھوڑ کر باقی دنوں میں صبح کے وقت روزانہ فتویٰ کی دائمی کمیٹی کے اجتماعات ہوا کرتے تھے جن میں آپ اپنے مہمانوں اور کام سے آنے والے دیگر لوگوں سے بھی ملتے تھے۔

۶ موصوف کو روزانہ سعودی خبر رساں ایجنسی ''واس'' سے اخباری رپورٹ مہیا کی جاتی جس میں عالمی معاملات و حادثات کی اجمالی و تفصیلی رپورٹس ہوتیں، اسے آپ کے مشیر ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔

۷ شیخ ممدوح رحمہ اللہ سنتِ رسول ﷺ کے مطابق روزانہ تہجد و شب زندہ داری اور دعا نیم شبی وسحر گاہی کے عادی تھے۔

۸ شیخ جس شہر میں ہوتے وہاں دور دراز کے شہروں سے روزانہ بکثرت مہمان ملاقات کے لیے آتے اور شرفِ پذیرائی پاتے۔

۹ تقریباً روزانہ پانچ غیر مسلم آپ کے سامنے اسلام قبول کیا کرتے تھے۔

۱۰ سماحۃ الشیخ کے گھر میں ہزاروں نادر کتابوں پر مشتمل ایک عظیم لائبریری تھی جو بلا ناغہ آپ کی قدم بوسی کرتی تھیں۔

۱۱ شیخ کے جوابات اور فتاویٰ کی جمع و ترتیب کا سلسلہ شروع ہے جو بیس (۲۰)

سے زیادہ جلدوں پر مشتمل ہوگا، اس کی ترتیب اور پھر طباعت کی نگرانی ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر کر رہے ہیں۔ اس کی اب تک ستائیس جلدیں چھپ کر بازار میں آچکی ہیں۔

١٢ بدھ اور جمعرات کا کوئی دن کسی نہ کسی کی طرف سے ایک بہت بڑی دعوت سے خالی نہیں ہوتا تھا جس میں دیگر علماء کے علاوہ علامہ ابن باز رحمہ اللہ کو بھی دعوت دی جایا کرتی تھی۔ اس دعوت میں شیخ وعظ بھی فرمایا کرتے اور لوگوں کے سوالوں کے جوابات بھی دیا کرتے تھے۔

١٣ جمعہ کی نماز کے بعد آپ کے شاگرد آپ کے پاس جمع ہوا کرتے تھے اور آپ ان سب کے لیے ہر جمعہ کو ایک بہت بڑی دعوت (ظہرانے) کا اہتمام کیا کرتے تھے۔[1]

علامہ ابن باز کا عقیدہ:

علامہ ابن باز رحمہ اللہ عقیدہ وعمل میں بلا شبہ اہلِ سنت کے امامِ وقت تھے۔ وہ اہلِ بدعت وتحریف سے کوسوں دور تھے۔ ان کے صاف ستھرے عقیدہ کی بنیاد کتاب وسنت کے دونوں چشمہ ہائے صافی تھے، حق بات علی الاعلان کہتے تھے اور بلا خوفِ لومۃ لائم سلف صالحین سے ثابت شدہ عقائد پر کاربند تھے۔ اپنے صاف ستھرے اسی سلفی عقیدہ کا بیان وہ اکثر کرتے رہتے۔ ان کی اکثر کتابیں اس بات پر شاہد ہیں، خصوصاً ان کے ''مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ'' کی جلد ہشتم (٨) کے صفحہ (٤٣) پر ''میرا عقیدہ'' کے زیرِ عنوان شیخ کے عقائد کی تفصیل موجود ہے جو انھوں نے کسی سائل کے جواب میں اسے املاء کروائی تھی۔

---

[1] الإنجاز (ص: ٤٥٨ تا ٤٦٠)

ان کے بلا تردّد امامِ اہلِ سنت ہونے کا پتہ ان کی چند کتابوں سے ہی بخوبی لگایا جا سکتا ہے جن میں سے ایک "وجوب العمل بالسنة و كفر من أنكرها" نامی کتاب ہے۔ ان کی اسی طرح کی دوسری کتاب "السنه و مكانتها في الإسلام و في أصول التشريع" ہے۔ [1]

اسی موضوع پر ان کی تیسری کتاب "وجوب لزوم السنة و الحذر من البدعة" ہے۔ [2]

ان کتب و رسائل کے علاوہ ان کا کوئی محاضرہ ولیکچر، کوئی خطبہ ودرس اور کوئی مختصر سے مختصر خطاب بھی ایسا نہیں ہوتا تھا جس میں وہ سنت پر التزام و کاربند ہونے اور اسے تمام اقوال وآراءِ رجال پر مقدّم رکھنے کی تاکید نہ کیا کرتے ہوں۔

حکام و امراء کے ساتھ تعلقات کا انداز:

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے حکّام و امراء کے ساتھ تعلقات کا کیا انداز اپنایا ہوا تھا؟ اسے مختصر الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے:

1. وہ ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں حکّام و امراء (ولی الامر) کی اطاعت کو ضروری سمجھتے تھے۔ کیونکہ سورۃ النسآء کی آیت: ۵۹ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾. [النساء: ۵۹]

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اولیائے امور (حکّام) کی اطاعت کرو۔"

---

[1] اسی موضوع اور اسی نام سے ملتی جلتی ایک کتاب "السنة و مكانتها في التشريع الإسلامي" ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی رحمہ اللہ مصری کی بھی ہے۔

[2] دیکھیں: مجموع فتاویٰ و مقالات سماحة الشيخ ابن باز (۸/ ۴۳ و ما بعد) و الإنجاز (ص: ۴۶۳-۴۶۷)

نیز ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَ السَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ» [1]

''میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اور سمع و طاعت کا جذبہ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔''

اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«اِسْمَعُوا وَ اَطِيعُوا، وَ اِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ» [2]

''سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ منکّے جتنے سر والا کوئی حبشی ہی تمہارا امیر کیوں نہ بنا دیا گیا ہو۔''

۴ شیخ موصوف اس بات کے بھی قائل تھے کہ حکام و امراء کی اطاعت صرف نیکی والے معاملات میں کی جائے گی کیونکہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«لَا طَاعَةَ لِأَحَدٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ» [3]

''اللہ کی نافرمانی والے کام میں کسی کی اطاعت نہیں ہے، اطاعت صرف معروف معاملات میں ہے۔''

اسی طرح ارشادِ نبوی ہے:

«لَا طَاعَةَ لِمَنْ لَمْ يُطِعِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ» [4]

''جو حاکم اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرے اس کی اطاعت نہیں ہے۔''

جبکہ مسند احمد، طیالسی، مستدرک حاکم اور معجم طبرانی میں ارشادِ نبوی ہے:

---

[1] مسند أحمد (٤/ ١٢٦)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧١٤٢)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٣٠٤) صحيح مسلم، مسند أحمد.

[4] مسند أحمد (٣/ ٢١٣) صحيح الجامع، رقم الحديث (٧٥٣١)

«لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ» [1]

''خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔''

◈ اگر حاکم ظالم و جابر ہوتو اس کے ظلم و ستم پر صبر کرے، فوراً بغاوت پر نہ اُتر آئے کیونکہ صبر کرنا شریعت کے اہم اصولوں میں سے ایک ہے، چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

«مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئاً فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْراً مَاتَ مِيتَةَ الْجَاهِلِيَّةِ» [2]

''اگر کسی کو اپنے امیر کی کسی چیز یا بات سے نفرت ہوتو وہ اس پر صبر کرے کیونکہ جو شخص سلطانِ وقت کی اطاعت سے ایک بالشت بھی باہر نکلا اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ گویا جاہلیت کی موت مرا۔''

◈ شیخ رحمہ اللہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ حکام و امراء میں سے اگر کسی سے کوئی ناجائز و منکر فعل صادر ہوتا دیکھتے یا سنتے تو پردے کے ساتھ تنہائی میں ان کو نصیحت کرتے اور حق کی طرف ان کی رہنمائی کرتے اور کسی کا نام لیے بغیر مطلقاً اس برائی کے خلاف اپنے دروس و خطبات میں بھی آواز اٹھاتے۔ اس سلسلہ میں ان کا عمل اُس حدیث شریف پر تھا جس میں ارشادِ نبوی ہے:

«مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْصَحَ لِسُلْطَانٍ بِأَمْرٍ فَلَا يُبْدِلُهُ عَلَانِيَةً وَ لَـكِنْ لِيَأْخُذْ بِيَدِهِ فَيَخْلُوَ بِهِ فَإِنْ قَبِلَ مِنْهُ فَذَاكَ وَ إِلَّا كَانَ قَدْ أَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ» [3]

''جو شخص اپنے حاکمِ وقت کو نصیحت کرنا چاہے اسے چاہیے کہ اسے

[1] صحيح الجامع، رقم الحديث (٧٥٢٠)
[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٦٤٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٨٤٩)
[3] مسند أحمد (٤٣/٣) مستدرك حاكم (٣/ ٢٩٠) و الحديث صحيح بطرقه.

علانیہ نصیحت نہ کرے بلکہ تنہائی میں لے جا کر یہ فریضہ ادا کرے، اس
طرح اگر وہ نصیحت پر عمل کرے تو فبہا ورنہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔"

الغرض شیخ رحمہ اللہ علانیہ نصیحت کرنے کو سلف صالحینِ امت کے منہج کے منافی خیال کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حکّام کے عیوب و نقائص کو سرِ عام منبروں پر بیان کرنا اور ان کی لوگوں میں تشہیر کرنا مفید ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ نئے نئے مسائل پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے لہٰذا خود ان سے پردے میں بات کریں یا لکھ کر بھیجیں یا کسی سے رابطہ کریں جو یہ کام کر سکتا ہو البتہ کسی کا نام لیے بغیر ان میں پائی جانے والی بُرائی کا ردّ کرنا ممکن ہے، حاکم و غیر حاکم کا نام لے کر یہ باتیں کرنا مفید نہیں بلکہ مضر ہے۔

۵ موصوف حکّام و امراء کے لیے اللہ تعالیٰ سے توفیقِ خیر و برّ کی بکثرت دعاء کرنا ضروری خیال کرتے تھے اور اپنے محاضرات و دروس میں خود بھی اس پر کاربند تھے، اس سلسلہ میں ان کے عمل کی بنیاد دو عظیم ائمہ سُنّت امام فضیل بن عیاض اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کا یہ معروف مقولہ تھا:

"لَوْ كَانَتْ لِيْ دَعْوَةٌ مُجَابَةٌ لَصَرَفْتُهَا لِلسُّلْطَانِ"

"اگر مجھے پتہ چل سکے کہ میری کوئی دعاء مقبول ہونے والی ہے تو وہ دعا میں سلطان کے لیے خاص کر دوں۔"

اور پھر نبی کریم ﷺ کا بھی تو ارشاد ہے:

«خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُصَلُّوْنَ لَهُمْ وَ يُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ»

"تمہارے بہترین حکّام و امراء وہ ہیں کہ جن کے لیے تم دعائیں کرو اور وہ تمہارے لیے دعائیں مانگیں۔"

علامہ ابن باز رحمہ اللہ کا حکّام و امراء کے سلسلے میں یہی منہج تھا اور اس سلسلہ میں

ان کا ایک مستقل رسالہ بھی جس کا نام ہے "نصيحة الأمة في جواب عشرة أسئلة مهمة" ہے اس موضوع پر سوالات کے جوابات والا یہ انتہائی مفید رسالہ ہے۔ ❶

منصبِ مفتیٔ اعظم اور فتویٰ نویسی:

سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ سعودی عرب کے مفتیٔ اعظم کے منصب پر عرصہ سے فائز چلے آرہے تھے، یہ وہ منصب ہے جس کی رفعتِ شان کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ سب سے پہلے تو خود اللہ تعالیٰ نے اس منصب کو اپنی طرف منسوب کرکے اسے شرف یاب کیا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ... الخ﴾
"یہ لوگ آپ سے عورتوں کے مسائل کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں، ان سے کہہ دیں کہ ان کے بارے میں تمہیں اللہ تعالیٰ فتویٰ دے رہا ہے ...." [النساء: ١٢٧]

دوسری جگہ فرمایا ہے:

﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ... الخ﴾
"لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے کہ لا ولد کے لیے تمہیں اللہ فتویٰ دے رہا ہے ...." [النسآء: ١٧٦]

اور پھر اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے سب سے پہلے امام المفتین اور اشرف الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منصب کو شرف یاب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتاویٰ جوامع الاحکام اور فصل الخطاب کا بہترین نمونہ ہیں۔

علّامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتاویٰ کی ایک معتد بہ مقدار اپنی کتاب

❶ دیکھیے: الإنجاز (ص: ٤٨٩۔ ٤٩١) و رسالة "نصيحة الأمة..." مطبوعة في الإنجاز (ص: ٤٩٢۔ ٥٠٤)

''اعلام الموقعین'' میں جمع کردی ہے جس کا اردو ترجمہ حضرۃ العلام مولانا محمد بن ابراہیم جوناگڑھی رحمہ اللہ نے کیا تھا۔ پہلے یہ کتاب ''دینِ محمدی'' کے نام سے چھپتی رہی ہے اور اب حال ہی میں مکتبہ قدوسیہ لاہور نے "إعلام الموقعين" ہی کے نام سے بڑے اعلیٰ ومعیاری انداز سے شائع کردی ہے۔ اسی کتاب کا فتاویٰ مصطفویہ ﷺ سے متعلقہ حصہ مکتبہ ایوبیہ کراچی والوں نے الگ سے ایک مستقل کتاب ''فتاویٰ الرسول ﷺ'' کی شکل میں بھی شائع کیا ہے۔ جزیٰ الله العلامة الجامع والشيخ المترجم و المهتمين بالطبع خير الجزاء۔

نبی مکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھر ان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین میں سے کبار اہلِ علم اسی منصب پر فائز رہے اور یہ سلسلہ چلتا آیا حتیٰ کہ دورِ حاضر کے عظیم ومعروف مفتیٔ اعظم ہمارے ممدوح سماحۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ تھے۔

موصوف نے انفرادی طور پر بھی بہت بڑی مقدار میں فتاویٰ صادر فرمائے اور فتویٰ کی دائمی کمیٹی کے ساتھ اشتراک سے بھی اتنے فتاویٰ صادر فرمائے جن کی تعداد بیس ہزار (۲۰۰۰۰) سے متجاوز ہے۔ آپ کے فتاویٰ بڑے واضح، مفصّل، مدلّل، تطویلِ مُملّ سے خالی اور ایجازِ مُخلّ سے مبرّا ہوتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ میں شاذ آراء اختیار نہیں کی گئیں بلکہ وہ بہترین اسلوبِ بیان سے کتاب وسنّت کا نچوڑ وترجمان ہوا کرتے تھے۔

موصوف وَ اللّٰهُ أَعْلَمُ اور لَا أَدْرِي (اللہ ہی بہتر جانتا ہے، مجھے اس کا علم نہیں) وغیرہ کلمات کے استعمال میں ذرا بھی حرج نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی اسے کسرِ شان خیال کرتے تھے بلکہ کئی مرتبہ عدمِ علم کا اظہار انہی الفاظ سے کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ کے سوانح نگار شیخ عبد الرحمٰن الرحمہ کے بقول ایک ہی مجلس میں

آپ نے بعض سوالات کے جواب میں دس مرتبہ ”اَللّٰهُ أَعْلَمُ“ کہا۔

یہ نہ صرف خود آپ کیا کرتے تھے بلکہ اپنے رفقاء و اخوان اور تلامذہ وشاگردان کو بھی اس کی نصیحت کیا کرتے تھے کہ جب تک کسی مسئلہ کا حل کتاب وسنّت کے دلائل سے واضح نہ ہو فوراً ایسے کلمات کہو اور معاملہ اللہ کے سپرد کردو کیونکہ معروف ہے:

”مَنْ قَالَ :لَا أَدْرِيْ، فَقَدْ أَفْتَى، وَلَا أَدْرِيْ نِصْفُ الْعِلْمِ.“

”جس نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں، اس نے فتویٰ دے دیا اور میں نہیں جانتا، کہنا نصف علم ہے۔“

فتویٰ دینے میں شیخ کسی معیّن مذہب یا کسی خاص امام کی رائے کے لیے متعصب ہرگز نہیں تھے، حتیٰ کہ آپ کے فتاویٰ شاہد ہیں کہ دلیل ساتھ نہ دے رہی ہو تو علامہ موصوف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور فقہ حنبلی کی بجائے کتاب وسنّت کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے، شیخ کے فتاویٰ پر جس کی کچھ بھی نظر ہے وہ اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

فتویٰ دینے اور املاء کروانے میں مسجّع اور مقفّٰی عبارات کی بجائے سلف صالحین کی طرح سلیس وسادہ اور آبشار کی طرح رواں دواں اسلوبِ بیان تھا، تکلف کو پسند نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مضامین ومقالات، کتب و رسائل اور فتاویٰ کو وہ برکت عطا فرمائی ہے کہ انھیں محبوبِ خلائق بنا دیا ہے۔[1]

بیس ہزار سے متجاوز فتاویٰ کے لیے تو آپ نے دیگر اراکینِ فتویٰ کمیٹی کے ساتھ شرکت فرمائی ہے جبکہ آپ کے انفرادی حیثیت سے صادر کردہ فتاویٰ اور مضامین ومقالات کی چودہ (۱۴) جلدیں چھپ بھی چکی ہیں اور ابھی یہ سلسلہ

[1] الإنجاز (ص: ٥٠٥۔ ٥٠٩)

جاری ہے جس کی ذمہ داری ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر نے اٹھائی ہوئی ہے جو شیخ کے مضامین وفتاویٰ کی جمع وترتیب اور نشر واشاعت کے مسئول بنائے گئے ہیں۔

شیخ کا منہج:

موصوف کا منہج اعتدال وانصاف پر قائم تھا جس کی بنیاد قرآن وسنّت تھی۔ اگر کوئی نیا مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ اپنے علماء ساتھیوں اور شاگردوں کو اس کے بارے میں بحث وتحقیق کی دعوت دیتے اور پھر خود بھی اپنی تحقیقی رائے کا اظہار کرتے، آپ کی قرآن وسنّت کے دلائل سے مزیّن رائے عموماً مرکزی حیثیت اختیار کرجایا کرتی تھی اور صرف سعودی عرب میں ہی نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام میں احترام کی نظر سے دیکھی جاتی، یہ صورتِ حال دار الافتاء، رابطہ عالم اسلامی کی تاسیسی مجلس، المجمع الفقہی اور مساجد کی مجلسِ اعلیٰ وغیرہ تمام اداروں میں ہوتی تھی، موصوف ان تمام اداروں کے ڈائریکٹر جنرل تھے۔[1]

دینی غیرت وحمیّت اور شجاعت:

آپ کی دینی غیرت وحمیّت اور شجاعت کا یہ عالَم تھا کہ یہ سیدھا سادہ، ڈھیلا ڈھالا، فقراء ومساکین کے ساتھ گھل مل کر باتیں کرنے اور بڑی شفقت کے ساتھ ان کے معاملات سننے اور حل کرنے والا دھان پان کا انسان جیسے ہی کہیں سے کسی دینی شعار کی توہین کا سنتا تو دھاڑتا ہوا شیر بن جاتا اور پھر اسے یہ پرواہ نہ ہوتی کہ سامنے کون ہے؟

① ۱۳۹۴ھ میں لیبیا کے فوجی حاکم کرنل معمر قذافی نے معلّمین کی ایک کانفرنس منعقد کی اور اس میں کتاب اللہ اور رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر دریدہ دہنی اور اسلام کے بعض احکام کے خلاف بدزبانی کی تو شیخ رحمہ اللہ نے فوراً اس کا ردّ کیا جو اخبارات ورسائل میں شائع ہوا، آپ چونکہ ان دنوں مدینہ

[1] الإنجاز (ص: ۵۱۱۔ ۵۱۳)

یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے لہٰذا اس اسلامک یونیورسٹی کی طرف سے بھی ایک بیان جاری کردیا جس میں قذافی کے مزاعم وشبہات اور اشکالات و اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا۔

② صومالیہ میں کیمونسٹوں نے وراثت اور بعض دیگر اسلامی وخانگی احکام و مسائل کو ختم کر کے ان کی جگہ مارکسی جاہلانہ نظام کو لانے کی کوشش کی تو مقدیشو کے علماء حق نے ان کے خلاف آواز اٹھائی جس پر ان ظالموں نے دس علماء کو زندہ جلا کر خاکستر کردیا اور کتنے ہی دوسرے علماء کو قید میں ڈال دیا۔ ان واقعات کا شیخ کے دل پر بڑا اثر ہوا اور انھوں نے ان کے بارے میں بڑی جرأت وشجاعت کا مظاہرہ کیا اور ان کے کرتوتوں کو عالمِ اسلام کے سامنے کھول کر رکھا اور بیچ چوراہے ان کے نظام کا بھانڈا پھوڑ دیا۔

③ اسی طرح موصوف کبھی موسکو (روس) کی تابع اسلامی ریاستوں (خصوصاً چیچنیا) کے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف کچھ لکھتے، کبھی یورپ کے بوسنیا ہرزی گوینا کے مسلمانوں کے ساتھ کھڑے نظر آتے، کبھی اریٹریا، کبھی افغانستان، کبھی برما اور کبھی کشمیر کے مسلمانوں کے لیے ہلکان ہوئے جاتے، ان کے لیے عالمِ اسلام کے نام تعاون کرنے کی سفارشیں کرتے، خط لکھتے اور دامے درمے قدمے سخنے ان کا تعاون کرتے تھے۔

④ معروف تفسیر "في ظلال القرآن" کے مفسّر سیّد قطب شہید اور ان کے ساتھیوں کو پھانسی کی سزا دی گئی تو آپ اس کے خلاف بہت لڑے۔ اپنے غیض وغضب کا اظہار کرنے کے لیے مصری حکومت کو پہلے ایک خط بھیجا اور پھر ایک برقیہ ارسال کروایا اور جب برقیہ تیار ہوکر آیا تو اس کے آخر میں آپ نے سورۂ نساء کی آیت (۹۳) بھی لکھوائی:

﴿وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾

''اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر مار ڈالے تو اس کا بدلہ جہنم ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر اترے گا اور اللہ تعالیٰ کی پھٹکار اس پر پڑے گی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''[1]

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا اندازِ ناراضگی:

عام بنی بشر کی طرح بعض امور پر آپ کو غصہ بھی آتا تھا مثلاً:

(۱) اگر شیخ کسی معاملہ میں قرآن وسنّت کے دلائل دے چکے ہوں اور پھر کوئی یہ کہہ دے کہ فلاں یوں کہتا ہے تو آپ کو غصہ آجاتا تھا اور آپ کہا کرتے تھے کہ لوگوں کے قیل وقال سے کتاب وسنّت کو کیسے ردّ کیا جاسکتا ہے؟

(۲) اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح کے سلسلے میں بات چلی تو کسی نے کہہ دیا کہ فلاں صحابی کتابی عورت سے نکاح سے روکا کرتے تھے تو آپ سخت ناراض ہوئے، آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا اور فرمایا: کیا صحابی کے قول سے کتاب وسنّت کی خلاف ورزی کریں؟[2]

(۳) صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ ایک صحابی کے استفسار پر کہ ''اس کا باپ کہاں ہوگا؟'' نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

«اِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ»[3]

---

[1] الإنجاز (ص: ٥١٤ـ ٥١٦) الممتاز (ص: ٥٤ـ ٥٦)

[2] الدرر الذهبية (ص: ٧٨) الإنجاز (ص: ٥٦٤ـ ٥٦٥)

[3] صحيح مسلم (١/ ١٩١ بترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)

شیخ اسی حدیث کی شرح بیان فرما رہے تھے کہ ایک طالبِ علم نے کہا: نبی ﷺ نے اس شخص کا دل رکھنے کے لیے ایسے کہہ دیا تھا ورنہ ایسی کوئی بات نہ ہوگی، اس پر شیخ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے باپ کے مبتلائے عذاب ہونے کی خبر دے کر ہی اس کا دل رکھا جا سکتا تھا؟[1]

کتاب وسنّت کو ردّ کرنے کی کوششوں یا ان کے تذکرہ پر، شرک ومشرکین اور اہلِ بدعت والحاد کے ذکر پر سخت ناراض ہوتے تھے۔

جیسے ہی کسی شاگرد یا سائل پر ناراض ہوتے تو کہتے: سَبِّحْ (اللہ کی تسبیح بیان کرو)، بلکہ بعض مواقع پر: اِتَّقُوا اللّٰهَ، عَلَيْكُم بِتَقْوَى اللّٰهِ کی بکثرت تلقین فرماتے اور اپنی مجالس میں درود شریف بکثرت پڑھتے اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ بہت دفعہ کہا کرتے تھے۔[2]

④ شیخ نے اپنے ایک درس میں تفصیل و دلائل کے ساتھ تصویر کا حرام ہونا بیان کر دیا تو ایک شاگرد نے کہا: آپ کی تصاویر ٹی۔ وی اور اخبارات میں آتی ہیں تو فرمایا:

"اِتَّبِعِ الْأَدِلَّةَ وَاتْرُكْ فِعْلَ ابْنِ بَاز."

"آپ دلائل کی اتباع کریں اور ابن باز کے فعل کو چھوڑیں۔"

اور پھر کہا کہ میں کوئی معصوم تو نہیں ہوں لہٰذا میرے اور دوسرے لوگوں کے اعمال کو نہ دیکھو، دلائل کو لو اور انھی کے مطابق عمل کرو، اور پھر میں ان تصاویر پر راضی نہیں ہوں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ.[3]

⑤ ایک جاہل نے شاہ سعود کی آمد کی خوشی میں اس کی گاڑی کے پہیوں کے

---

[1] عبد الله العتيبي بحواله الإنجاز (ص: ٥٦٤۔ ٥٦٥) الدرر الذهبية (ص: ٧٨)

[2] حواله جات سابقه الإنجاز و الدرر.

[3] الدرر الذهبية (ص: ٧٨۔ ٧٩)

پاس جانور ذبح کیے، شیخ کو پتہ چلا تو غیرتِ دینی سے دم گھٹنے لگا، آنسو بہنے لگے اور بلند آواز سے پکارنا شروع کیا کہ یہ حرام ہے اور ان جانوروں کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ جب شاہ سعود کو اس بات کا علم ہوا تو اس جاہل کی حماقت پر ناراض ہوئے۔ بقیہ جانور چڑیا گھر بھجوا دیے اور شیخ کے اس موقف پر ان کا شکریہ ادا کیا۔[1]

(۶) ڈاکٹر ناصر الزہرانی اپنی کتاب ''امام العصر'' میں لکھتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے کہا کہ دوپہر اور شام کے کھانے پر آپ کے ساتھ فقراء و مساکین، مسافر اور طلبۂ علم بیٹھتے ہیں جبکہ آپ کے بعض مہمان امراء و وزراء اور بیرونی ممالک کی کبار شخصیات ہوتی ہیں لہٰذا اگر آپ ان کے لیے کھانے کا الگ انتظام کرلیں تو اچھا ہو۔ یہ سن کر شیخ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور کہا کہ یہ مشورہ دینے والے مسکین کو دیکھیں، اسے مساکین کے ساتھ کھانے کی لذت کا علم ہی نہیں، جسے میرے ساتھ اسی حال میں بیٹھنا ہے بصد خوشی بیٹھے اور جو نہیں چاہتا ہم کسی کو مجبور نہیں کرتے لیکن میں ایسی کوئی خصوصیت حاصل نہیں کرنا چاہتا۔[2]

توکل علی اللہ اور یقین باللہ:

(1) معروف ادیب و عالم الشیخ ابو عبدالرحمن ابن عقیل الظاہری کہتے ہیں کہ شیخ کی بینائی کے لوٹ آنے کی آس پر بعض اطباء نے آپریشن کا مشورہ دیا تو انھوں نے آنکھوں کی بینائی کے جانے پر اجر و ثواب کا پتہ دینے والی حدیث پر عمل کرتے ہوئے صبر کرنے کا اجر لینے کی خاطر آپریشن کروانے سے انکار کردیا۔

---

[1] الدرر الذهبية (ص: ۷۹) إمام العصر (ص: ۳۷۰) مواقف مضيئة (ص: ۳۲) جريدة الجزيرة (شمارة: ۹۷۳)

[2] إمام العصر (ص: ۹۳) نیز دیکھیے: الدرر الذهبية (ص: ۲۳) مواقف مضيئة (ص: ۴۸-۴۹)

۲ جب ان کے حلق میں تکلیف ہوئی تو شاہ فہد اور ان کے اس وقت کے ولی عہد شہزادہ عبد اللہ (موجودہ دور کے حاکم) کے خرچ پر امریکہ جانے اور علاج کروانے کی پر زور ترغیب دلانے کے باوجود اس کا پر زور انکار کر دیا۔[1]

۳ ایک مرتبہ شیخ رحمہ اللہ کے ایک کاتب نے کہا کہ آپ چار ملین ریال کے مقروض ہیں اور یہ تو بڑا مشکل مسئلہ ہے۔ شیخ نے کہا: اللہ اللہ کرو، میں اپنی ماں کے پیٹ سے ننگا پیدا ہوا تھا، کوئی کپڑا تک تن پر نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ دیا ہے اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر گزار ہوں۔ یاد رہے کہ یہ قرض صرف ان کے خرچ پر کام کرنے والے دعاۃ و مبلّغین کی تنخواہوں وغیرہ کی وجہ سے تھا۔[2]

اور یہ بات معروف ہے کہ حکّام و امراء آپ کے ایسے تمام قرضے ہر سال ادا کر دیا کرتے تھے کیونکہ وہ اصل حقیقت سے واقف تھے۔

۴ شیخ رحمہ اللہ کے مشیرِ خاص ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں شیخ کو پتے کی پتھری کی تکلیف ہوئی۔ النور ہسپتال سے شیخ کے خاص چاہنے والے ڈاکٹر حسن الزہرانی کو بلایا گیا، وہ اپنے ساتھ ڈاکٹروں کی ٹیم لائے اور پھر ہسپتال لے جا کر چیک اَپ کیا اور پھر آپریشن طے پایا۔

پھر وہاں سے انھیں طائف کے ہسپتال الہدا میں لے جایا گیا، رات ہونے تک الریاض کے التخصصی ہسپتال اور آرمی ہسپتال اور مکہ المکرّمہ کے النور ہسپتال کے ڈاکٹروں کی ٹیمیں بھی جمع ہوگئیں اور آپریشن پر ہی اتفاق ہوا، صبح جب آپریشن سے قبل نئے سرے سے کچھ ایکسرے وغیرہ لیے گئے تو دیکھا کہ پتھری غائب ہے۔ شیخ سے پوچھا تو بتایا کہ مجھے اب کوئی تکلیف نہیں، رات میں نے اللہ سے

---

1. الدرر الذهبية (ص: ٧٥) جريدة الجزيرة (شمارہ: ٩٧٣٠)
2. الدرر الذهبية (ص: ٧٧)

استخارہ کیا تھا تو آپریشن پر میرا دل مطمئن نہیں ہوا، اب تو اللہ نے بلا آپریشن ہی آرام دے دیا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے اس وقت بتایا کہ ایسا ہی ایک مرتبہ شاہ فیصل رحمہٗ اللہ کے زمانے میں ہوا تھا جب میں مدینہ منورہ میں تھا۔ شاہ رحمہ اللہ نے ڈاکٹروں کی ٹیم بھیجی اور جس صبح میرا آپریشن طے تھا اس وقت تک میری تکلیف ختم ہوگئی۔ میرا اللہ پر توکّل ہے اور آپریشن نہیں کروانا چاہتا۔[1]

ذاتی وزن اور شخصی امتیاز بنانے اور بڑھانے سے گریز:

سعودی عرب میں معروف ہے کہ جب بھی کوئی جامع مسجد تعمیر ہوتی ہے تو اس میں اس وقت تک خطبۂ جمعہ کا آغاز نہیں ہوتا جب تک اس سلسلہ میں مفتیٔ اعظم کا فتویٰ صادر نہ ہو جائے۔ ڈاکٹر ناصر الزہرانی (امام وخطیب جامع الشیخ ابن باز مکہ مکرمہ) کہتے ہیں کہ جب شیخ کی یہ مسجد مکمل ہوگئی تو میں نے جمعہ کا آغاز کرنے کی اجازت طلب کی تو فرمایا: نہیں، جب تک کہ فتویٰ صادر نہ ہو جائے، میں نے عرض کیا: یا شیخ! مفتی تو آپ ہی ہیں، کہا: صحیح ہے مگر جب تک یہ معاملہ بھی دیگر معاملات کی طرح اپنی مکمل رسمی کاروائی مکمل نہ کرلے گا جمعہ شروع نہیں ہونا چاہیے، اور پھر واقعی ایسے ہی ہوا۔[2]

خوش گوئی وخوش مزاجی اور مزاح:

شیخ عبدالرحمن الرحمہ نے اپنی کتاب "الدرر الذهبية من عيون القصص البازية" میں نمبر (۱۹) کے تحت "الدعابة والطرائف" کے زیر عنوان لکھا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ خشک زاہدوں کی طرح نہیں تھے بلکہ ہنستے کھیلتے عابدوں جیسے تھے۔ اور کبھی

---

[1] الدرر الذهبية (ص: ۷۵۔ ۷۶) جريدة الجزيرة (شمارہ: ۹۷۵۲)

[2] إمام العصر (ص: ۱۰۷) والدرر الذهبية (ص: ۸٤۔ ۸۵)

کبھی موقع بموقع اپنے بے تکلف ملنے والوں اور بعض نئے آنے والوں کے ساتھ خوش گپیاں بھی کرلیا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے لطائف وطرائف سے بعض دفعہ پوری مجلس زعفران زار ہوجاتی تھی۔❶

کمالِ زہد:

① شیخ ابوعبد الرحمٰن ابن عقیل الظاہری لکھتے ہیں کہ شیخ رحمہ اللہ عمر بھر مٹی کے گھر میں رہے۔ انھیں ایک موقع پر ایک شخص نے وسیع زمین کا پلاٹ ہدیہ کرنے کی پیشکش کی مگر شیخ نے انتہائی عملی انداز سے معذرت کر لی اور مٹی کے گھر سے اس وقت تک اس موجودہ گھر میں منتقل نہ ہوئے جب تک حکومت کے اعلیٰ عہدہ داروں نے اصرار نہ کیا اور آپ کے اعلیٰ منصب اور دنیا بھر سے بڑے بڑے منصب والوں کی آمد کی حجت پیش نہ کی۔❷

② ڈاکٹر ناصر الزہرانی (امام جامع مسجد ابن باز) اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں جس گھر میں شیخ رہتے تھے وہ کرائے پر لیا ہوا تھا۔ میں نے بارہا بھرپور کوشش کی کہ آپ یہ گھر خرید لیں اور آپ مجھے صرف خریدنے کی اجازت دیں اور کچھ نہیں چاہیے، مگر انھوں نے مجھے ہمیشہ ٹال دیا کبھی موافقت نہیں کی بلکہ کہتے کہ اگر تمھیں کسی چیز یا سفارش کی ضرورت ہو تو بتاؤ: "أَمَّا أَنَا فَلَا" "رہا میرا معاملہ تو مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"❸

---

❶ الدرر الذهبية (ص: ٨٦) و مواقف مضيئة في حياة الامام ابن باز (ص:٣٠) نیز دیکھیے الدعوة (شمارہ: ١٦٩٣) وجريدة الرياض (شمارہ: ١١٢٨٤، ١١٢٩٢) اور سینے کیسٹ بعنوان "عبرات و عبارات")

❷ الدرر الذهبية (ص: ٢٠-٢١) جريدة الجزيرة (شمارہ: ٩٧٣)

❸ إمام العصر (ص: ٨٣) الدرر الذهبيه (ص:٢١)

③ شیخ رحمہ اللہ کے مالی امور کے مسئول شیخ عبدالرحمٰن بن عتیق سے پوچھا گیا کہ کبھی شیخ رحمہ اللہ نے پوچھا ہو کہ تنخواہ کب مل رہی ہے؟ یا کبھی تنخواہ کے پیسے گنے ہوں، یا کبھی پوچھا ہو کہ ان کی تنخواہ کتنی ہے؟ تو انھوں نے کہا: اللہ کی قسم ہے کہ شیخ رحمہ اللہ نے کبھی ایسا کوئی سوال نہیں کیا۔ اگر کبھی پوچھا تو یہ کہ لوگوں کی تنخواہیں لیٹ تو نہیں ہوتیں؟

④ جن دنوں شیخ رحمہ اللہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے چانسلر تھے ان دنوں شاہ فیصل رحمہ اللہ نے شیخ کے انتہائی متواضع اور معمولی سے گھر میں ان کی زیارت کی اور حکم صادر فرمایا کہ شیخ کے علمی وسماجی مقام و مرتبہ اور ان کی شان کے مطابق ایک اعلیٰ درجے کا محل تعمیر کیا جائے، جب محل تعمیر ہو گیا اور شیخ کے نام رجسٹریشن کا وقت آیا تو انھوں نے بالکلیہ انکار کر دیا اور کہا کہ یہ محل مطلقاً جامعہ اسلامیہ کے رئیس (چانسلر) کے نام رجسٹرڈ کر دیں، جامعہ میں جو بھی رئیس ہوا کرے گا وہ اس میں رہا کرے گا۔[1]

بے نفسی:

استاذ احمد عبدالرحمٰن العرفہ ڈاکٹر مازن بلیلہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ماہِ رمضان ۱۴۱۵ھ میں روزنامہ جریدہ المدینہ کے ہفتہ وار ایڈیشن الاربعاء کو ''شیخ ابن باز نمبر'' کے طور پر شائع کرنے کا پروگرام طے ہوا اور تمام تیاریاں بھی مکمل ہو گئیں جب شیخ کو پتہ چلا کہ ''روزنامہ مدینہ'' والے اپنے اسبوعی میگزین کا خاص نمبر میرے بارے میں نکالنے والے ہیں، خبر ملتے ہی شیخ نے رابطہ کیا اور کوئی تفصیلات جانے بغیر مطلقاً اسے چھاپنے سے منع کر دیا اور کہا کہ اللہ میری خدمات اور اعمال کو قبول فرمائے، میرے لیے یہی کافی ہے، مجھے ان صحافتی چونچلوں کی

[1] الدرر الذهبية (ص: ٢١-٢٢)

ہرگز ضرورت نہیں۔ ان کے اصرار کا روزنامے نے احترام کیا اور تیار نمبر کو شائع کرنے سے روک دیا جس سے ان کی قدر و منزلت جاننے والوں کے دلوں میں پہلے سے سو چند ہوگئی۔ ❶

ساتھیوں کا احترام:

شیخ ابو تراب الظاہری لکھتے ہیں کہ دار المہاجرین مکہ المکرمہ میں گورنر مکہ کی زیرِ صدارت ایک اجتماع تھا، جس میں میرے والد اور شیخ ابن باز تقاریر کے لیے مدعو تھے۔ دونوں ایک دوسرے کو آپ آگے آپ پہلے کہتے رک گئے۔ والدِ گرامی نے شیخ کو آگے کرنے کی بھرپور کوشش کی مگر انھوں نے والد صاحب کو آگے کرنے پر اصرار کیا بالآخر میرے والد یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ حضرت انس بن مالک نبی ﷺ کے آگے چلا کرتے تھے جبکہ وہ خادمِ رسول ﷺ تھے۔ ❷

شاہ فیصل عالمی ایوارڈ:

سماحۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ کی جلیل القدر خدماتِ اسلام:

① دعوت و تبلیغ کے مختلف میدانوں میں رنگا رنگ خدمات۔
② اپنی زندگی اور دعوت میں فکری و عملی اور منہجی طور پر اسلام کی خالص تعلیمات کے التزام۔
③ علمی بحوث و دراسات، اسلامی تعلیم اور پوری دنیا میں اسلامی کتابوں کی نشر و اشاعت اور ترسیل و تقسیم کی وجہ سے ثقافت اسلامیہ کے ایک مینارۂ نور ہونے۔
④ مختلف ممالک میں اسلام اور مسلمانوں کو درپیش مسائل کے حل کے لیے کوشاں رہنے۔

---

❶ مواقف مضيئة في حياة الإمام ابن باز محمود بن عبد الله بن مطر (ص: ١٧) جريدة الجزيرة (شماره: ٩٧٣٣)

❷ مواقف مضيئة (ص: ٥٠) جريدة المدينة (شماره: ١٣١٩٧)

⑤ پوری دنیا کی جہادی تحریکوں کے ساتھ تعاون کرنے۔
⑥ اور عالمِ اسلام و بلادِ کفر میں کام کرنے والے اسلامی و تعلیمی اور دعوتی اداروں کے ساتھ خود بلا حدود تعاون کرنے اور علماءِ اسلام، اہلِ خیر و بر تجّار اور خیراتی تنظیموں کو ان کی مدد پر ابھارنے جیسے عظیم الشان کارناموں کے اعتراف کے طور پر شاہ فیصل عالمی ایوارڈ کمیٹی نے ۱۴۰۲ھ میں انھیں یہ عالمی اعزاز عطا کرنے کو اپنے لیے باعثِ شرف سمجھا۔[1]

اس عالمی اعزاز کے سلسلہ میں شیخ کا موقف:

سماحۃ الشیخ کو جس بہت بڑی تقریب میں یہ عالمی اعزاز دیا گیا اس میں خطاب کرتے ہوئے شیخ نے فرمایا:

"میں اس موقع پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس کے فضل و کرم سے علم اور اہلِ علم کے احترام و توقیر، اسلام اور دراساتِ اسلامیہ کے لیے کچھ خدمات پیش کرنے والوں کی عزّت افزائی اور ادبِ عربی و طب وغیرہ کے شعبوں میں کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لیے قائم کی گئی اس تقریب میں شریک ہوں اور اس عالمی اعزاز کے لیے مستحق قرار دیے جانے پر اللہ کے بعد فرمانروائے سعودی عرب شاہ خالد اور ان کے ولی عہد شہزادہ فہد (خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد رحمہ اللہ اس وقت ولی عہد تھے) اور شاہ فیصل رحمہ اللہ کے صاحبزادوں کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے اس عالمی اعزاز کے سالانہ اجراء کا اہتمام کیا ہوا ہے۔"

اپنے خطاب کو جاری رکھتے ہوئے مکہ مکرمہ میں ۱۳۵۲ھ میں افتتاح پانے

[1] الإنجاز (ص: ٦٧٩۔ ٦٨٠) إمام العصر (ص: ٨٤۔ ٨٥) و کیسٹ: الإمام ابن باز صفحات مشرقة من حیاته و وقفات مضیئة (ص: ٣٥) جریدة الریاض (شمارہ: ١١٢٩٢)

والے عظیم تعلیمی ادارے ''دار الحدیث'' کا قدرے تفصیلی تعارف کروایا جس سے دنیا بھر کے عموماً اور افریقی و ایشیائی ممالک کے طالب علم خصوصاً استفادہ کرتے ہیں اور ساتھ ہی اعلان فرما دیا کہ میں اپنے اس انعام کی ساری رقم (ایک لاکھ سعودی ریال) اس تعلیمی و تربیتی ادارے کو ہدیہ کرتا ہوں۔[1] تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنْهُ وَجَعَلَهُ فِيْ مِيْزَانِ حَسَنَاتِهِ.

سماحۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ اپنے معاصرین کی نظر میں:

یہ وہ تاثرات ہیں جو اس وقت تحریر کیے گئے جب شیخ عبدالرحمن الرحمۃ نے علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے بارے میں ایک مبسوط کتاب "الإنجاز في سيرة الإمام ابن باز" لکھنا شروع کی، یہ ضخیم کتاب ان کی زندگی میں ہی چھپ بھی گئی تھی۔

(۱) شیخ کی شاگردی کے بعد ان کے تحت کئی جگہوں پر عرصۂ دراز تک کام کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا ہے۔ میں نے آپ کے علم غزیر و فقہِ وسیع اور تعلیم و تعلّم کے آداب میں آپ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ آپ انتہائی مشفق معلم اور مخلص ناصح تھے۔ آپ کسی رائے پر ضد یا تعصب سے ہرگز کام نہیں لیا کرتے تھے۔

آپ کی ضیافت پسندی اور کرمِ طبع کا یہ عالَم تھا کہ گھریلو اخراجات سے قریبی واقفیت رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ آپ کے گھر کا خرچہ (۲۰۰۰) ریال روزانہ تھا نتیجتاً آپ ہر ماہ مقروض ہو جاتے تھے۔ حکومت چونکہ جانتی تھی کہ یہ روشن ستارہ ملک کی عزّت کا باعث ہے لہٰذا ہر سال آپ کے قرضے حکومت ادا کر دیا کرتی تھی۔[2]

---

[1] بحواله الإنجاز (ص: ٦٨١ـ ٦٨٥) إمام العصر (ص: ٨٦ـ ٩٠) الدرر الذهبية (ص: ١٨ـ ١٩) جريدة الرياض (شماره: ١١٢٩٢)

[2] سماحة الشيخ العلامه عبد الله بن سليمان بن منيع ـرعاه اللهـ قاضي التمييز بمكة المكرمة و عضو هيئة كبار العلماء.

(۲) ہمارے استاذ سماحۃ الشیخ ابن باز اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمات سرانجام دے رہے ہیں انھیں دیکھتے ہوئے اب بجا طور پر ان کے لیے ''شیخ الاسلام والمسلمین'' کا لقب ان کا حق ہے۔ آپ اسلام اور تمام عالم کے مسلمانوں کے تمام معاملات میں مرجعِ خلائق ہیں۔ [1]

(۳) سماحۃ الشیخ کی محبت علم اور مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ آپ کھانا کھا رہے ہوتے تو اس وقت بھی آپ کا رفیقِ خاص آپ کے کہنے پر کوئی نہ کوئی کتاب پڑھ کر سنا رہا ہوتا۔

آپ دوسروں کے علم سے استفادہ کرنے کے لیے بڑا وسیع ظرف رکھتے تھے حتیٰ کہ اگر اپنی رائے کے خلاف کسی کی رائے دلیل کے ساتھ معلوم ہو جاتی تو اپنی رائے سے رجوع کرنے میں ذرا باک محسوس نہیں کرتے تھے۔

کبھی کسی نے فرمادیا کہ فلاں جماعت نے کسی معاملہ میں آپ سے سفارش طلب کی ہے تو ہرگز انکار نہیں کیا اور جس فرد یا جماعت یا کسی سرکاری ادارے کا ساتھ دیا بڑے مؤثر ثابت ہوئے۔ [2]

(۴) ہمارے روحانی والد اور استاذ سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ سعودی عرب ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے علماء میں سے صفِ اول کے عالم و فاضل تھے۔ علم کے علاوہ ان میں اتنے خصالِ حمیدہ یکجا ہوگئے تھے کہ کم ہی کسی میں جمع ہونگے۔ آپ افراط وتفریط کی بجائے معاملہ میں میانہ روی کے قائل تھے۔ سعودی عرب کے حکّام وامراء میں آپ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کی خدماتِ اسلامیہ کو

---

[1] سماحۃ الشیخ عبد اللّٰہ بن عبد الرحمن البسام، سابق رئیس محکمۃ التمییز وممبر ہیئۃ کبار العلماء، مؤلّفِ کتبِ کثیرہ.

[2] شیخ ڈاکٹر صالح بن عبد الرحمن الأطرم، ممبر فتویٰ کمیٹی، ممبر ہیئۃ کبار العلماء، پروفیسر کلیۃ الشریعۃ الریاض.

دیکھتے ہوئے آپ کو عالمی شہرت یافتہ ''شاہ فیصل ایوارڈ'' عطا کیا گیا تھا۔[1]

(۵) شیخ علمِ حدیث سے ربط و تعلق کا خاص اہتمام کیا کرتے تھے۔ توکّل علیٰ اللہ، کرمِ ضیافت، تواضع و انکساری، جہدِ مسلسل، ذکرِ الٰہی میں ہر وقت رطب اللسان، اپنی ذات پر سنّت کا ہر معاملہ میں نفاذ اور دعوت و تبلیغ میں خصوصی انہماک ان کی چند خاص صفات تھیں۔ آپ سیر و سیاحت کرتے نہ سرکاری چھٹی لیتے اور نہ ہی اضطراری (ایمرجنسی) چھٹی لیتے تھے جو کہ ہر ملازم و عہدہ دار کا باقاعدہ حق ہوتا ہے۔

اکرامِ ضیف کا یہ عالَم تھا کہ آپ کے ایک افریقی الاصل مگر سعودی نیشنل شاگرد ایک رات آپ کے مہمان تھے۔ سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ تہجد کے لیے بیدار ہوئے اور محسوس کیا کہ فاضل مہمان کے کمرے سے پانی بہت دور ہے اس وقت کم ہی کوئی جاگ رہا ہوگا، کسی کو تکلیف دینا آپ کو گوارا نہیں تھا۔ آپ نابینا تھے مگر اس کے باوجود آپ گئے، پانی کا لوٹا بھرا اور مہمان کے کمرے کے دروازے پر رکھ کر بڑے پیار و شفقت سے مہمان کو تہجّد کے لیے بیدار کیا کیونکہ اس بات کی رغبت خود مہمان کے ظاہر کرنے سے شیخ کو معلوم تھی۔ دروازہ کھٹکنے کی آواز پر مہمان فوراً اٹھا، دروازہ کھولا تو دیکھا کہ سماحۃ الشیخ پانی کا لوٹا دروازے پر رکھ کر واپس لوٹ رہے ہیں۔ موصوف کی تواضع وانکساری اور دیگر صفاتِ جلیلہ کے بکثرت واقعات مجھے یاد ہیں مگر صرف اسی ایک پر اکتفاء کر رہا ہوں۔[2]

[1] ڈاکٹر عبد اللہ عبد المحسن الترکی سابق مدیر جامعۃ الإمام محمد بن سعود الإسلامیۃ وسابق وزیر أوقاف وأمورِ اسلامیہ و دعوت وإرشاد، مشیر دیوانِ حاکم، سیکرٹری جنرل رابطہ عالم إسلامي، بحوالہ الإنجاز (ص: ۲۷۳ ـ ۲۷۷)

[2] فضیلۃ الشیخ عبد اللہ بن إبراهیم الفنتوخ ڈائریکٹر جنرل دعوت و إرشاد سعودی عرب وخلیجی ممالک.

(۶) ہمارے روحانی والد و استاذ سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ معروف عالم، وقت کے امام، بہت بڑے علامہ، حبر الأمت اور بحر العلم تھے۔ قرآن کے حافظ، بہترین مفسر، اکثر احادیثِ نبویہ کے حافظ، بہترین شارح وفقیہ اور عظیم ملکۂ اجتہاد و استنباط کے مالک تھے۔ [1]

(۷) سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ سے میری ملاقاتوں کا آغاز تب سے ہوا جب میں مڈل کلاسز کا طالبِ علم تھا، موصوف رحمہ اللہ میرے دادا محترم شیخ محمد بن حسین نصیف سے ملنے جدہ میں ہمارے گھر تشریف لاتے تھے یا پھر مدینہ منورہ میں دادا جان سے ملنے کے لیے شیخ محترم آیا کرتے تھے جن دنوں کہ آپ جامعہ اسلامیہ کے چانسلر تھے۔

میں سب سے زیادہ متاثر ۱۳۹۲ھ میں تب ہوا جب "الندوۃ العالمیۃ للشباب الإسلامي" (Wamy) کی تاسیس کے سلسلہ میں آئے ہوئے شیخ محمد متولی الشعراوی رحمہ اللہ نے الریاض سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ میں ڈیڑھ گھنٹہ کا ایک لیکچر دیا جس پر سماحۃ الشیخ نے گیارہ مقامات پر بالتسلسل کتاب وسنّت کی روشنی میں انتہائی علمی تعاقب و مناقشہ کیا جسے سن کر شیخ کے حافظہ پر میں ہی کیا تمام حاضرینِ جلسہ دنگ رہ گئے۔

آپ کی صدارت میں ہونے والے رابطہ عالم اسلامی کی تاسیسی کمیٹی کے دس اجتماعات، اسی طرح رابطہ کی مجلس اعلیٰ برائے مساجد کے کئی اجتماعات، رابطہ کی فقہ اکیڈمی کے چھ اجتماعات اور دیگر کئی اجتماعات میں ان کے ساتھ شرکت کا موقع ملا ہے۔ آپ لوگوں کی رائے کا احترام کرتے، بڑے تدبّر سے اجتماع کی کارروائی

[1] معالی الشیخ ڈاکٹر صالح بن عبد اللہ بن حمید امام و خطیب مسجد حرام مکہ مکرمہ چیرمین وفاقی مجلس شوریٰ سعودی عرب.

پوری کرواتے اور کسی پر جرح وتنقید نہیں کرتے تھے۔ کسی خاص مذہب کے لیے تعصّب کیے بغیر علماءِ سلف وائمہ کے اقوال کو ان کا جائز مقام دیتے اور بار بار اس بات کا اظہار کیا کرتے تھے کہ رابطہ عالم اسلامی مختلف فقہی مذاہب اور علمی مدارس کے لوگوں کا مشترکہ ادارہ ہے، یہ بات سب کے ذہن میں رہنی چاہیے، البتہ ترجیح صرف اسی رائے کو حاصل ہوگی جو کتاب وسنّت اور اجماعِ امّت کی رو سے صحیح تر ہوگی۔
(معالی الدکتور عبد اللہ عمر نصیف سابق سیکرٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی، نائب رئیس سعودی مجلس الشوریٰ)[1]

﴿۸﴾ ہمارے روحانی والد سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ، العلم العلامہ والحبر الفہامہ ایک نمایاں اسلامی شخصیّت تھے بقولِ کسے "المعرَّف لا یعرَّف" کسی مشہور ومعروف شخصیّت کا تعارف کروانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔[2]

﴿۹﴾ سماحۃ الشیخ اتنے خصالِ حمیدہ کے مالک تھے کہ وہ سب کم ہی کسی میں یکجا ملتی ہیں۔ آپ ایک قابلِ اتباع نمونہ اور دورِ حاضر کے اہلِ علم وعمل میں سے فرید ووحید اور مثالی شخصیّت تھے۔ دعوت ودعاۃ کے ساتھ آپ کی دلچسپیوں کو دیکھتے ہوئے آپ کو دورِ حاضر کے ''ابو الدعوۃ والدعاۃ'' کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔[3]

﴿۱۰﴾ اللہ نے ہر زمانے میں اس امّتِ محمدیہ کو ایسے رجال سے نوازے رکھا ہے جو تجدیدِ دین کا کام کریں، ہمارے روحانی والد سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ اسی مبارک

---

[1] كتاب "بازية الدهر، ڈاکٹر ناصر مسفر الزهراني (ص: ٥٣۔ ٥٥) الإنجاز (ص: ٥٤٠۔ ٥٤٣) من أعلامنا للعسكر (ص: ٩٧۔ ٩٩) جريدة المدينه ملحق الأربعاء ٤ / صفر ١٤٢٠هـ (ص: ١٥)

[2] معالی الدکتور راشد الراجح الشریف، ممبر مجلسِ شوریٰ سعودی عرب، رئیس نادی عربی مکہ مکرمہ۔

[3] فضيله الشيخ عبد الله حمد الشبانه، الوكيل المساعد بوزارة الشئون الإسلاميه والأوقاف و الدعوة والإرشاد.

جماعت کے چند گنے چنے مجدّ دین میں سے ایک تھے، ان کے بارے میں کوئی جتنا بھی لکھے کم ہے۔ امتِ اسلامیہ کے نوجوانوں کو چاہیے کہ ان کے خصال واقوال اور افعال واعمال سے استفادہ کریں۔ [1]

(۱۱) شیخ رحمہ اللہ علومِ شریعت خصوصاً علمِ حدیث وتوحید اور علمِ فقہ میں نابغۂ روزگار عالم تھے۔ آپ محقّق ومخلص عالم ہونے کی ایک بہترین مثال تھے۔ بڑی بڑی عملی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ملک کے اکثر تبلیغی ودعوتی اداروں اور ادبی کلبوں کے سٹیج آپ کے وجود سے رونق اور ان کے ہال آپ کے دروس سے گونجتے رہتے تھے۔

آپ کی تصنیفات کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ وہ وضاحتِ معنی، سلیس العبارت، حسنِ اختیار اور قوّتِ دلیل واستدلال سے بھرپور ہوتی ہیں۔ (شیخ عبدالرزاق عفیفی رحمہ اللہ ممبر دائمی فتویٰ کمیٹی سعودی عرب، موصوف رحمہ اللہ اپنے ممدوح سے عرصہ پہلے وفات پاچکے ہیں)

(۱۲) آپ کثرتِ سوالات سے ذرا نہیں اکتاتے تھے۔ عام لوگوں خصوصاً طلباء کے لیے تو ایک مشفق والد کی طرح تھے، کبھی کبھی کسی سوال کا جواب دینے سے رک جاتے اور مہلت طلب کر لیتے اور یہ تب ہوتا جب وہ مسئلہ اختلافی اور غور وفکر کا متقاضی ہوتا اور عرصۂ دراز کے بعد شیخ کے سامنے آیا ہوتا۔

عقائد میں آپ اعتدال کی بہترین مثال تھے، بات بات پر لوگوں کو کافر قرار دینے والے اور نہ ہی چھوٹے امور سے صرفِ نظر کر دینے والے بلکہ آپ ہر چھوٹے بڑے کام پر تنبیہ کیا کرتے تھے، شرک کو شرک اور بدعت کو بدعت کہتے

[1] فضیلۃ الشیخ سلیمان بن محمد المہنا، نائب رئیس المحاکم الشرعیہ، مکۃ المکرمہ، مذکورہ سابقہ حضرات کے مختصر اقوال کا ماخذ ان کے مقالات ومضامین مذکورۂ کتاب الانجاز (ص: ۵۱۷۔۵۵۱) ہیں۔

تھے حتیٰ کہ بعض غیر سعودی علماء نے آپ سے ملاقات کے بعد آپ کو دعوت و دعاۃ کے لیے مقیاس و میزانِ عدل واعتدال قرار دیا تھا۔ آپ حدیث کی شرح میں دراز نفس ہو جاتے اور فرماتے:

"اَلْحَدِیْثُ لَیْسَ لَہٗ حُدُوْدٌ" "حدیث شریف کی کوئی حدود نہیں۔"❶

(۱۴) کسی نسلی و علاقائی یا زبانی تعصب کی وجہ سے نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے امریکہ کی گیارہ ریاستوں، وہاں کے اسلامک سنٹرز، مدارس و مساجد اور اکیڈمیوں کا دورہ کیا ہے اور اندازہ ہوا ہے کہ شیخ کو پورا عالمِ اسلام ہی عزت و محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور عالمِ اسلام کے طول وعرض میں آپ ایک مثالی عالم کا مقام رکھتے ہیں۔ ایشیا و افریقہ کے ممالک کا دورہ کرنے والے کثیر دعاۃ و مبلغین نے ہمیں بتایا ہے کہ ان ملکوں میں بھی شیخ کا بڑا احترام ہے اور آپ کے فتاویٰ کو بڑی قدر کی نظر سے دیکھا اور قبول کیا جاتا ہے۔❷

تکرار و کثرتِ سوالات پر صبر و حوصلہ اور وسعتِ ظرفی:

شیخ کے بارے میں ان کے تلامذہ کے اقوال و بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ ایک ہی سوال کے بار بار پوچھے جانے پر اکتاتے، گھبراتے اور ناراض نہیں ہوتے تھے جیسا کہ شیخ عطیہ محمد سالم رحمہ اللہ کے حوالے سے بات گزری ہے، حتیٰ کہ بقولِ جناب عبد اللہ العتیبی و شیخ عمر احمد بافضل ایک مرتبہ کسی مجلس میں ایک

❶ شیخ عطیہ محمد سالم، سعودی عرب کے معروف عالم، شیخ عفیفی و عطیہ کے خیالات کی تفصیل کے لیے دیکھیے ان کے مضامین مطبوعۃ در کتاب الإنجاز (ص: ٦٨٩۔ ٦٩٨) شیخ عطیہ کے لیے مزید دیکھیے: مواقف مضیئۃ (ص: ٦٥) جریدہ عکاظ (شمارۃ: ١١٩٥٠)

❷ کتاب الممتاز للقرني (ص: ٣٠۔ ٣١) یہ کتاب سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ کی زندگی میں ہی ۱۴۱۱ھ میں طبع ہوئی تھی، یہ کتاب چھوٹے سائز کے (۸۰) صفحات پر مشتمل ہے۔

سوال کسی وجہ سے تین اشخاص نے باری باری پوچھا کہ سجدۂ تلاوت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ تو آپ نے تینوں مرتبہ ہی کہا: یہ سنتِ مؤکدہ ہے۔

آپ کے شاگردوں میں سے ایک صاحب صنیدان بن عبد الرحمٰن الیامی نے آپ کے دروس میں سے نمازِ مغرب کے بعد کے ایک درس میں سوالوں کی تعداد کا اندازہ کرنا شروع کیا اور پچاس (۵۰) سے زائد سوال گننے کے بعد گننے والا تھک کر چھوڑ بیٹھا جبکہ سوال کرنے والے ابھی کررہے تھے اور شیخ برابر پرسکون انداز سے جواب دے رہے تھے۔ اسی صبر وحوصلہ اور وسعتِ ظرفی کے سلسلہ میں شیخ عمر احمد بافضل کا بیان ہے کہ میں ایک انتہائی مشکل سے دوچار اور سخت پریشان تھا۔ شیخ رحمہ اللہ مسجد سے درس کے بعد باہر نکلے اور درس کے اختتام سے لیکر آپ کے گاڑی میں سوار ہوجانے حتیٰ کہ گاڑی کے چل نکلنے تک لوگ مسلسل اپنے مسائل وسوالات پیش کرتے رہا کرتے تھے اس دن بھی ایسا ہی ہوا۔ جب گاڑی حرکت کرنے لگی تو میں نے قریب ہوکر عرض کیا: میں نے ایک ضروری بات کرنی ہے کیا میں آپ کے ساتھ آجاؤں؟ کیا مجھے موقع ملے گا؟ شیخ نے فرمایا: ہاں موقع ملے گا اور وہ بھی ابھی ہی۔ گاڑی رکوائی اور مجھے اپنے پاس گاڑی میں بٹھا لیا اور اسی وقت میری بات سن کر میرے استفسار کا جواب عنایت فرمایا اور میں خوشی خوشی گاڑی سے اتر آیا، میرا خیال تھا کہ کہیں گے: کل دفتر میں آکر مل لینا یا کہیں گے کہ ہمارے پیچھے پیچھے آجاؤ۔ جانے کے لیے روانہ ہورہا ہوں لیکن اسی وقت گاڑی روک کر جواب دیں گے میں نے یہ سوچا بھی نہ تھا۔ یہ توفیق بھی شیخ کے سوا کسی کسی کو ہی نصیب ہوگی۔ [1]

---

[1] الإنجاز (ص: ۵۵۹۔ ۵٦۱) و مواقف مضیئة (ص: ٤٢)

شیخ کا رونا:

شیخ رحمہ اللہ کے آنسوان کے اختیار میں نہیں تھے۔قرآنی آیات، وقائع مسرّت، ماضی یا دورِ حاضر کے دلگداز واقعات میں سے کوئی بات کانوں میں پڑتی تو آنکھیں بھرآتیں اور آنسوؤں کی برسات ہوجاتی حتیٰ کہ کسی معاملہ پر وعیدِ الٰہی یا وعیدِ نبوی ہو، دین کے معاملہ میں کسی کا مصیبت میں مبتلا ودوچار کیا جانا ہو، سلف صالحین کے زہد وعبادت کا تذکرہ ہو یا اپنے فوت شدہ مشائخ و احباب کا ذکر آتا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے تھے۔

بعض فیض یافتگان جوبیں بیس سال سے زیادہ عرصہ ہوا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کے دروس سننے کی پابندی کرتے آئے ہیں، وہ ایسے بے شمار واقعات کی تفصیلات بتاتے ہیں کہ جب موصوف نے آنسو بہائے یا زار وقطار پھوٹ پھوٹ کر روئے۔[1]

بعض قرآنی آیات واحادیث اور خصوصاً واقعاتِ سیرت سے جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کی بات ہوتی، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ کا ذکر آتا یا ایسی ہی دیگر احادیث پڑھی جاتیں، آپ کے شیخ سماحۃ العلامہ محمد بن ابراہیم آل الشیخ (سابق مفتیٔ اعظم) کا ذکرِ خیر آتا تو دل اور آنکھوں پر قابو نہ رہتا تھا۔ علامہ ابن القیم کی زاد المعاد سے ''باب فتح مکہ'' پڑھتے یا سنتے تو آنسو بے قابو ہوجایا کرتے تھے۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ کا واقعہ آپ کو رلا دیا کرتا تھا۔ مسند احمد میں حضرت جریر بن عبداللہ البجلی سے مروی اُس اعرابی کا واقعہ سنتے جو مسلمان ہوا تو فوراً بعد ہی اس کی اونٹنی نے اسے گرادیا جس سے وہ فوت ہوگیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

1. مجلة الدعوه الرياض بزبان عبد الله بن مانع الرومی و فهد بن عبد الله السنيد بحواله الإنجاز في ترجمة الإمام ابن باز از عبد الرحمن الرحمة (ص: ٥٦١ـ ٥٦٤، ٥٨٢)

«عَمِلَ قَلِيلًا وَ أُجِرَ كَثِيرًا»❶

''اس نے بہت تھوڑا عمل کیا مگر بہت زیادہ اجر وثواب پایا۔''

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی وفات کے واقعہ پر اور خصوصاً حضرت ابو بکر کے اس مشہور مقولہ پر:

''مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّداً فَإِنَّ مُحَمَّداً قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ''

''جو حضرت محمد ﷺ کی عبادت کیا کرتا (معبود مانتا) تھا (وہ جان لے کہ) محمد ﷺ تو فوت ہوگئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا (وہ اپنے ایمان پر قائم رہے کہ) اللہ زندہ جاوید ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔''

اس پر پھوٹ پھوٹ کر رویا کرتے تھے۔❷

دروس اور تقاریر کے اوقات اور وعدوں کی پاس داری:

شیخ انتہائی کثیر الاشغال یا بہت ہی ''مصروف ترین'' انسان تھے لیکن مجال ہے کہ طے شدہ وقت یا وعدہ سے آگے پیچھے ہوں حتیٰ کہ استاذ عبد اللہ العتیبی کہتے ہیں کہ میں نے دس سال شیخ کے دروس میں حاضری کی پابندی و التزام کیا، ان دس سالوں کے عرصہ میں آپ صرف ایک مرتبہ درس کے وقت سے کچھ لیٹ ہوئے اور وہ بھی کب؟ جب آپ کے دائیں پاؤں میں سخت چوٹ آئی ہوئی تھی۔

کم وبیش نوے سال کی عمر تھی مگر آپ ہمیشہ مقامِ درس پر یا تو خود سب سے پہلے ہوتے یا سب سے پہلے آنے والے چند لوگوں میں سے ایک ہوا کرتے تھے۔ بیس سال (۱۴۰۰ھ) سے آپ کے دروس میں حاضر ہونے والے بعض لوگوں نے

❶ الفتح الرباني ترتيب مسند أحمد شيخ أحمد عبد الرحمن البنا الساعاتي (۱/ ۷۵۔ ۷۷)

❷ الإنجاز (ص: ۵۷٦۱۔ ۵٦۲)

بھی ایسی ہی باتیں بیان کی ہیں جن میں سے وزارتِ امورِ اسلامیہ کے ابو عبد العزیز بھی ہیں۔[1]

سماحۃ الشیخ کا فقہی مذہب و مسلک:

خود سماحۃ الشیخ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ فقہ میں میرا مذہب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ والا ہے اور وہ بھی تقلید کی شکل میں نہیں بلکہ محض اس شکل میں کہ انھوں نے جن اصولوں کو اپنایا میں بھی انہی کی اتباع کرتا ہوں۔ رہا اختلافی مسائل کا معاملہ تو ان میں میرا طریقۂ کار یہ ہے کہ دلیل کی رو سے جو جانب راجح ہو میں اسے ہی ترجیح دیتا ہوں اور اسی کے مطابق فتویٰ صادر کرتا ہوں، چاہے یہ فتویٰ حنابلہ کے مذہب کے موافق بیٹھے یا ان کے مخالف جائے کیونکہ "اَلْحَقُّ أَحَقُّ بِالْاِتِّبَاعِ" "حق اس بات کا حقدار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔"

اور ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ [النساء: ٥٩]

"اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور تم میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف اگر تمھیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔" (بحواله: امام العصر للزهراني، ص: ٥٢)

[1] الإنجاز (ص: ٥٦٦ـ ٥٦٨) مواقف مضيئة (ص: ٣٥ـ ٣٦)

شیخ کا علمی منہج:

علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے علمی منہج اور طریقۂ کار کی جو تفصیلات شیخ محمد سلیمان الصبیحی نے ذکر کی ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل چند نقاط میں پیش کیا جا سکتا ہے:

① انھوں نے کسی معیّن مذہب کی رائے لینے کی بجائے شرعی دلیل (کتاب و سنّت) کو بنیاد بنانے کی بنیاد ڈالی الّا یہ کہ خود صاحبِ مذہب کی رائے یا قول بھی کسی دلیل پر مشتمل ہو۔

② عالمِ اسلام اور عام مسلمانوں کے ہموم وغموم میں بڑی وسعتِ ظرفی اور بُعدِ نظر کے ساتھ شریک رہتے تھے اور ان سے مشکلات کم کرنے کی فکر لگی رہتی تھی۔

③ علم کے ساتھ ہی دعوت کو بھی شامل کر دیا کرتے تھے مثلاً اگر کبھی کسی معاملہ میں فتویٰ صادر کیا تو ساتھ ہی نصیحت بھی کر دی۔

④ سوال کرنے اور فتویٰ پوچھنے والوں کو بڑے ہوش اور غور کے ساتھ سن کر بڑی دِقتِ نظری سے فتویٰ یا جواب دیتے اور جھوٹے دعووں اور جواب کو غلط طریقہ سے نقل کرنے والوں کے تمام دروازے بند کر دیتے تھے۔

⑤ مخالفین ومعاندین اور طرفِ مخالف کے ساتھ بڑی رِفق ونرمی سے پیش آتے۔

⑥ آپ ''کام ہی کام بلا آرام'' کے اصول پر عمل پیرا تھے۔ ان کے محاضرات و لیکچرز، مذاکرات، دروس، ٹیلیفون پر لوگوں کے سوالوں کے جوابات دینا یا گھر آنے اور سوال پوچھنے اور معاملات پیش کرنے والوں کو وقت دینا، طلبہ وعلماء اور دور سے آنے والوں کی ضیافت ومیزبانی کرنا، اہل وعیال کو وقت دینا اور قیام اللیل میں عبادت وریاضت جیسی سب چیزوں کو جمع کیا جائے تو ان کے اس اصول پر صادق آنے کا بآسانی اندازہ ہو جاتا ہے۔[1]

---

[1] بحواله إمام العصر للزهراني (ص: ٥٤ ـ ٥٥)

سنتِ رسول ﷺ علیٰ منہاجِ سلف پر محافظت:

شیخ عبد اللہ بن مانع الروقی اپنے استاذِ گرامی علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ علم وعمل اور عقیدہ، ہر اعتبار سے سلف صالحین کے منہاج وطریقہ پر کاربند تھے۔ اگر کسی کو حقیقی سلفی عالم یا نمونۂ سلفِ صالح کو دیکھنا ہو تو وہ ہمارے شیخ کو دیکھ لے۔

مخالفین کے ساتھ حسن تعامل:

شیخ فہد بن عبد اللہ السنید نے ماہنامہ الدعوۃ میں ایک مضمون لکھا جس کے آخر میں لکھا کہ علمی وفقہی آراء میں سے صحیح کا اختیار اور غیر صحیح پر تنبیہ کے سلسلہ میں شیخ رحمہ اللہ کا منہج وطریقہ یہ تھا:

① اگر مخالف نے کتاب وسنّت اور اجماعِ امّت کے صریحاً خلاف رائے اختیار کی ہوتی تو تردید کرتے وقت شیخ اعلیٰ وارفع اسلوب بیان اختیار کرتے اور مخالف رائے والے کی شخصیت کے ادب واحترام کو بھی ملحوظِ خاطر رکھتے اور اس کے قول کو رد کرنے کے دلائل پر مشتمل کتاب وسنّت کی نصوص پیش کرتے اور اخلاقِ عالیہ کا پتہ دینے والے دعائیہ کلمات بھی کہے جاتے مثلاً: ”هَدَاهُ اللّٰه“ (اللہ اسے ہدایت دے)، ”عَفَا اللّٰهُ عَنْهُ“ (اللہ اسے معاف فرمائے) وغیرہ۔

② اگر مخالف نے کسی اجتہادی مسئلہ میں ان کے خلاف رائے اختیار کی ہوتی تو اس کی تردید نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اس کا صرف وہ قول ذکر کردیتے جو ان کے اپنے نزدیک دلائل سے راجح ہوتا، اور دوسرے قول کے اگر کچھ دلائل ذکر کیے گئے ہوتے تو ان دلائل کا ضُعف واضح فرمادیا کرتے تھے اور طعن و

تشنیع وغیرہ کا کوئی لفظ تک استعمال نہ کرتے تھے۔ اے کاش کہ آج کے اہلِ علم اور معاصرین علماء بھی یہی طریقہ اختیار کرلیں تا کہ وہ بہت بڑا دروازہ بند ہوجائے جس سے شیطان علماء و اہلِ علم کی صفوف میں گھس آتا ہے۔

أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ وَإِخْوَانَنَا الْمُسْلِمِيْنَ۔ ❶

بالکل یہی بات ڈاکٹر عبداللہ عبدالعزیز الزاہدی نے بھی بیان کی ہے۔ ❷

الشیخ البانی اور الشیخ ابن باز:

ہمارے ممدوح علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے تبحّر علمی، اس میدان میں ان کی عالی مقامی اور گہری دسترس کا پتہ دیتے اور اعتراف کرتے ہوئے ان کے شاگرد اور دار الافتاء میں ہی ریسرچ فیلو کے طور پر کام کرنے والے ہمارے فاضل دوست جناب ڈاکٹر محمد لقمان سلفی صاحب حفظہ اللہ ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میرے شیخ محدّثِ عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے ایک علمی لیکچر دیا جو کہ محدّثین کا انداز لیے ہوئے تھا، لوگوں نے ان کا وہ خطاب بالکل اسی طرح توجہ کے ساتھ سنا جیسے تلامذہ اپنے استاذ کا درس سنتے ہیں۔ ان کا یہ خطاب سن کر سب دم بخود رہ گئے اور روایت و درایتِ حدیث کے میدان میں علامہ مرحوم کی وسعتِ علمی اور گہری دسترس کا اعتراف کرنے لگے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ان کے بعد اب کسی کو بولنے کا یارا نہ ہوگا کہ ان کے آجانے کے بعد تو گویا چراغوں میں روشنی ہی نہ رہی لیکن میرے شیخ علامہ ابن باز رحمہ اللہ اپنی جگہ سے اٹھے اور علامہ محدث محمد ناصر الدین البانی کے خطاب پر تعلیق و تبصرہ کیا اور ان کے خطاب پر نہ صرف ان کا شکریہ ادا کیا بلکہ ان کے علم کی وسعت و گہرائی کا اعتراف بھی کیا۔

❶ الإنجاز (ص: ٥٨٢ـ ٥٨٣)

❷ دیکھیے: إمام العصر للزهراني (ص: ٥٢ـ ٥٣)

یہ واقعہ میرے نزدیک اس بات کی ایک دلیلِ قاطع ہے کہ شیخ ابن باز کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا اور کتاب وسنّت کے علوم میں وہ اپنے معاصرین کے صفِ اول کے لوگوں میں سے تھے۔ اس طرح کے واقعات کی بناء پر میرے ذہن میں ان کا علمی مقام ومرتبہ جاگزیں ہوگیا۔[1]

شیخ البانی رحمہ اللہ کا ان کے یہاں مقام:

معروف سعودی شخصیت ابو عبد الرحمٰن الظاہری لکھتے ہیں کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ عمل ومنہج میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے قریب ترین تھے، وہ لوگوں کے ساتھ انتہائی نرم انداز سے معاملہ کیا کرتے اور ان کی ہدایت وراہنمائی کے لیے کوشاں رہتے لیکن اگر کوئی شخص نرمی قبول نہ کرتا تو اپنے اثر ونفوذ کو بھی بروئے کار لایا کرتے تھے۔ معروف ادیب احمد عبد الغفور عطار۔ عفا اللہ عنہ۔ (مؤلّف کتاب: محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ) نے جب اپنی کتاب ”ویلك آمن“ لکھی جو کہ محض صحافیانہ تحریک اور لگائی بجھائی کا نتیجہ تھی اور اس میں علمی وتحقیقی انداز اختیار نہیں کیا گیا تھا۔ شیخ نے وہ کتاب دیکھی جس میں شیخ البانی رحمہ اللہ پر بلا دلیل تابڑ توڑ حملے کیے گئے تھے تو عطار کو خط لکھ کر سمجھانے کی کوشش کی پھر اپنے پاس سعودی عرب بلا بھیجا اور بڑے نرم انداز سے ان سے اس سلسلہ میں گفتگو کی اور ان کے لیے دعائیں بھی کیں لیکن جب دیکھا کہ وہ اپنی بات پر مُصر ہیں، حجت ودلیل سے بھی باز آنے کو تیار نہیں اور انانیت وعناد کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں تو پھر اپنا اثر ونفوذ استعمال فرمایا، جتنے نسخے سعودی عرب میں آچکے تھے انھیں جلانے کا حکم دے دیا اور آئندہ اس کتاب کا سعودی عرب میں داخلہ ہی بند کر دیا۔[2]

---

[1] كتاب الدرر الذهبية من عيون القصص البازية مؤلّفه عبد الرحمن بن يوسف الرحمة (ص: ۷۲، ۷۳) مجلة الدعوة، الرياض (شماره: ۱۷۰۶)

[2] إمام العصر (ص: ۳۷۱)، روزنامه الجزيرة (شماره: ۹۷۳۰)

صفِ اوّل کے نمازی:

ہمارے ممدوح امام و عابد سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ کا نمازِ باجماعت کی پابندی اور صفِ اول پانے کے اہتمام کا یہ عالم تھا کہ مسجد ابن باز عزیزیہ مکہ مکرمہ کے امام وخطیب ڈاکٹر ناصر الزہرانی اپنی کتاب ''امام العصر'' میں لکھتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی بھی دن شیخ مرحوم کو دوسری یا تیسری صف میں کھڑے ہرگز نہیں دیکھا چہ جائیکہ وہ جماعت کی دو ایک رکعتیں گزرنے کے بعد آئیں بلکہ وہ ہمیشہ امام کے بالکل پیچھے صفِ اول میں کھڑے ہوا کرتے تھے اور ان کی یہ پابندی نمازِ پنجگانہ، نمازِ جمعہ اور نمازِ عیدین وغیرہ سب میں برابر ہوا کرتی تھی، یہی چیز ان کی کامیاب و فائز المرام زندگی کے مختلف و متعدد اسباب ورازوں میں سے ایک اہم سبب وراز ہے۔ یہی ان کی زندگی، وقت، علم، دعوت، جد و جہد اور رزق میں پائی جانے والی برکات کا باعث بھی ہے۔[1]

صفِ اول میں پہنچنے اور تکبیرِ اُولیٰ یا پہلی رکعت کو پانے کا یہ عمل کیسے شروع ہوا؟ اس سلسلہ میں خود شیخ موصوف نے اپنا واقعہ اپنے انتہائی مقرب ملازم و رفیقِ سفر وحضر شیخ محمد الموسیٰ کو اپنی وفات سے صرف دو سال قبل سنایا، وہ ڈاکٹر ناصر بن مسفر الزہرانی کو یہ واقعہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ سماحۃ الشیخ نے فرمایا:

''میرے ساتھ ایک واقعہ اُس وقت پیش آیا جبکہ میں ابھی نوجوان تھا میں اس واقعہ سے اتنا متاثر ہوا کہ آج تک اس کا اثر پاتا ہوں، ہوا یوں کہ میں نماز کو صفِ اول میں ادا کرنے کی پابندی کرنے والون میں سے تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں بعض اہم مسائل کے سلسلہ میں کتابوں کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ میں صفِ اول میں پہنچنے سے رہ

[1] إمام العصر (ص: ٦٥، ٦٦)

گیا اور میری بعض رکعتیں بھی جماعت سے چھوٹ گئیں۔ جب امام نے سلام پھیرا جو کہ ریاض کے قاضی (جسٹس) شیخ صالح بن عبد العزیز آل الشیخ تھے اور وہ میرے استاذ بھی تھے۔ انھوں نے سلام پھیر کر مجھے صف کے ایک کنارے پر بقیہ رکعتیں پڑھتے دیکھا تو اس بات سے وہ بہت متاثر وخفا ہوئے۔ انھوں نے حمد و ثناء باری تعالیٰ اور خطبۂ مسنونہ کے بعد گفتگو شروع کی اور فرمایا: ''بعض لوگ گپیں ہانکنے اور دوسرے امور میں مشغول ہوجاتے ہیں اور ان کی باجماعت نماز تک چھوٹ جاتی ہے۔''

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں سمجھ گیا کہ ان کا اشارہ صاف سیدھا میری طرف ہے۔ وہ دن اور آج کا دن! میں کبھی صفِ اول اور رکعتِ اُولیٰ سے لیٹ نہیں ہوا اور میرے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اسے میں کبھی بھی نہیں بھول سکتا۔''[1]

وقت کی قدر و قیمت اور عبادت ونشاط:

ڈاکٹر ناصر لکھتے ہیں کہ مجھے بعض دعاۃ و مبلغین نے بتایا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ رحمہ اللہ ریاض سے مکہ مکرمہ کے لیے بائی روڈ روانہ ہوئے اور اسی راستے واپس بھی آئے۔ دورانِ سفر جب رات کے بارہ بج گئے تو شیخ نے فرمایا: کیا خیال ہے اگر کچھ سولیں اور بقیہ سفر صبح شروع کردیں؟ سب نے ان کی رائے پر موافقت کی کیونکہ سبھی تھکے ہوئے تھے، نیند کا غلبہ تھا، آرام کرنا چاہتے تھے۔ جب گاڑی سے اترے تو سب اِدھر اُدھر جاکر سوگئے لیکن شیخ نے پانی منگوایا، وضو کیا اور نوافل پڑھنا شروع کیے اور جتنی اللہ نے توفیق بخشی نماز پڑھی اور پھر سوگئے، جب باقی سب لوگ نمازِ

[1] إمام العصر (ص: ٦٧)

فجر کے لیے اٹھے تو دیکھا کہ شیخ رحمہ اللہ ان سب سے پہلے بیدار ہو کر نماز پڑھنے میں مصروف ہو چکے تھے۔ شیخ کی ہمت و نشاط پر مرافقین کو سخت تعجب و حیرت ہوئی کہ وہ سب کے بعد سوئے اور سب سے پہلے بیدار بھی ہو گئے۔ [1]

شیخ ابن باز کے سفر و حضر کے ساتھی شیخ محمد الموسیٰ بتاتے ہیں کہ ایک دن ہم مکہ مکرمہ میں تھے، شیخ کو ان کے ایک عزیز نے جدہ میں منعقد ہونے والے ایک دعوتی و تبلیغی پروگرام میں شرکت کی دعوت دی اور بڑی منت سماجت کی کہ آپ نمازِ مغرب کے فوراً بعد جلسہ گاہ میں پہنچ جائیں، شیخ نے فرمایا: ''ان شاء اللہ خیر ہوگی۔'' جب شیخ رحمہ اللہ نے مغرب کی نماز پڑھ لی تو آپ کو یہ بات اچھی نہ لگی کہ لوگوں کے ساتھ جو مجلس مغرب سے عشاء تک ہمیشہ ہوتی ہے اسے چھوڑ دیں چنانچہ فرمایا: ''ہم لوگوں کو یونہی چھوڑ کر نہیں جائیں گے بلکہ نمازِ عشاء تک حسبِ سابق ان کے ساتھ ضرور بیٹھیں گے ان کی باتیں اور مسائل سنیں گے، پھر واقعی مجلس بپا کر لی اور پھر جب نمازِ عشاء کی اذان ہوئی تو مسجد گئے اور نمازِ عشاء سے پہلے حسبِ معمول درس دیا اور لوگوں کے سوالات کے جوابات دیے، نماز پڑھی اور پھر جدہ کی طرف روانہ ہو گئے، وہ بڑے خوش نظر آرہے تھے کہ جدہ کے تبلیغی پروگرام میں شرکت سے پہلے ہم نے اپنے معمول کے درس اور مجلس کو بھی ترک نہیں کیا۔ جدہ پہنچ کر آپ نے ذمہ داروں سے اس ادارے کی تفصیلات اور ان کی سرگرمیوں کی مکمل تفصیل پوری توجہ سے سنی اور پھر اس لیکچر ہال میں داخل ہوئے جو لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ پروگرام شروع ہوا۔ مختلف لوگوں کی تقاریر، قصائد و نظمیں اور کلمات سنے اور پھر خطاب فرمایا۔ آخر میں رات کا کھانا کھایا اور مکہ مکرمہ کی طرف لوٹ آئے۔ جدہ جاتے ہوئے اور وہاں سے لوٹتے ہوئے

[1] إمام العصر (ص: ٦٢)

میں، ڈاکٹر سعد الشویعر اور برادر صلاح ہم تینوں باری باری کچھ نہ کچھ پڑھتے گئے اور پڑھتے آئے۔ انھوں نے کوئی ایک منٹ بھی ضائع نہ جانے دیا۔ ہم رات بارہ بجے ان کی مکہ مکرمہ والی رہائش گاہ پہنچے۔

شیخ رحمہ اللہ کی عادت تھی کہ وہ ہر رات تین بجے تہجد کے لیے اٹھ جایا کرتے اور مجھے اور شیخ عبد العزیز بن ناصر کو بھی بیدار کردیا کرتے تھے تا کہ ہم بھی رات کی عبادت وشب زندہ داری کا کچھ حصہ حاصل کرلیں۔ آج ہمارا اندازہ تھا کہ شیخ تہجد کے لیے نہیں اٹھ پائیں گے بلکہ خود بھی سوئیں گے اور ہمیں بھی سوتا چھوڑ دیں گے۔ لیکن جب تہجد کا وقت ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ شیخ بیدار ہیں اور ہمیں بھی بیدار کررہے ہیں۔ انھوں نے تہجد پڑھی، دعائیں کیں اور ذکر وتلاوت میں مشغول رہے یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوگئی۔ اذان سن کر آپ ساتھ والی مسجد القطان کی طرف چل دیے، یہ شیخ کی اپنی مسجد (مسجد ابن باز) کی تعمیر سے پہلے کی بات ہے۔ امام مسجد پیچھے ہٹ گئے اور شیخ سے نماز پڑھانے کی درخواست کی۔ انھوں نے نماز پڑھائی اور اتنی خشوع بھری اور عمدہ آواز سے تلاوت کی کہ اس سے بڑھ کر کبھی سن ہی نہ پائیں گے۔ سلام پھیر کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو اللہ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد وعظ فرمایا اور درس سے فارغ ہوکر رہائش گاہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

ہم سمجھ رہے تھے کہ شیخ تھکے ہوئے بھی ہیں اور رتجگہ بھی ہے لہٰذا آج وہ فجر کے بعد والی مجلس میں نہیں بیٹھیں گے مگر وہ سیدھے مجلس میں جا بیٹھے ٹوپی اور رومال (غترہ یا شماغ) اتار کر ایک طرف ڈال دیا اور فرمایا: بسم اللہ کریں اور بتائیں کہ آپ کے پاس کیا ہے؟ اب میں نے معاملات اور مسائل کو پڑھنا شروع کیا، میں ان کے چہرے پر سرور ونشاط اور خوشی کی لہروں کو واضح طور پر دیکھ رہا تھا

اور تعجب کر رہا تھا۔ میں تقریباً سوا سات ساڑھے سات بجے تک معاملات پڑھتا رہا اور میرا خیال تھا کہ اب وہ طویل وقت کے لیے سو جائیں گے مگر انھوں نے مجھ سے کہا کہ آٹھ بج کر بیس منٹ پر الارم لگا دیں اور واقعی آٹھ بیس پر ہم نے آپ کو جگا دیا، وہ تیار ہوکر رابطہ عالم اسلامی کے طویل مذاکرات و اجتماعات میں شرکت کے لیے روانہ ہوگئے اور اپنے مقررہ وقت پر ڈھائی بجے دوپہر ہی گھر لوٹے۔ ہم سب تھکاوٹ سے منہ کے بل گرنے کو تھے لیکن شیخ کے چہرہ وجسم پر ایسی کوئی علامت نظر نہیں آرہی تھی۔ [1]

مدیر مکتب المنزل، مقرب ترین ملازمین اور علامہ ابن باز کے مرافقین میں سے شیخ محمد الموسیٰ کہتے ہیں کہ سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ اپنے سفر یا حضر میں کوئی ایک منٹ بھی ضائع نہیں جانے دیا کرتے تھے۔ وہ جب ریاض سے طائف یا جدہ وغیرہ کا ہوائی سفر کرنے کا ارادہ فرماتے تو جہاز میں سوار ہونے سے لیکر اترنے تک وقت سے خوب فائدہ اٹھاتے اور وہ اس طرح کہ ہم تین یا چار آدمی باری باری کچھ پڑھتے چلے جاتے، ہم تھک جاتے مگر شیخ رحمہ اللہ مکمل نشاط اور صبر وہمت کے ساتھ ہمہ تن گوش ہوئے سنتے رہتے تھے۔

یہ سلسلہ جہاز میں سوار ہونے، اس کے رن وے پر دوڑنے، پرواز کے لیے اڑان لینے پھر فضا میں تیرنے، اگلی ائیر پورٹ پر لینڈ کرنے اور دروازے کھلنے تک جاری رہتا اور ہم مسلسل مختلف معاملات، مسائل وقضایا، کتب اور علمی مسائل پڑھتے رہتے کیونکہ ہر کسی نے اپنی اپنی بغل میں وہ کتابیں، رسائل اور فائلیں دبائی ہوئی ہوتی تھیں جن پر راستے میں قراءت وگفتگو مطلوب ہوتی تھی۔ [2]

---

[1] إمام العصر (ص: ٦٢ ـ ٦٤)

[2] إمام العصر (ص: ٤١)

خود مؤلفِ امام العصر ڈاکٹر ناصر الزہرانی لکھتے ہیں کہ شیخ رحمہ اللہ ایک دن مکہ مکرمہ سے جدہ گئے تاکہ وہاں پر منعقد ایک بڑی کانفرنس میں شرکت فرمائیں۔ پھر وہ ان کے ساتھ دوپہر کا کھانا تناول فرما کر مکہ مکرمہ لوٹ آئے۔ نمازِ عصر ادا کی اور نماز کے بعد حسبِ معمول درس دیا، پھر تھوڑا سا ستانے کے بعد نمازِ مغرب ادا کی اور تھوڑی دیر لوگوں کے مابین بیٹھے رہے پھر دوبارہ جدہ روانہ ہوگئے تاکہ نمازِ عشاء کے بعد وہاں طے شدہ لیکچر (محاضرہ) دیں۔ محاضرہ کے بعد انھیں وہاں کے بعض اہلِ علم وفضل نے دعوتِ ضیافت دی تو ان کے یہاں تشریف لے گئے اور وہاں بھی محاضرہ دیا، پھر لوگوں کے سوالات سنے، ان کے جوابات دیے اور رات کا کھانا کھایا اور واپسی میں ان کے مرافقین باری باری متعدد معاملات وامور پیش کرتے گئے اور بعض کتب بھی پڑھتے گئے، واپس پہنچ کر تھوڑا سا آرام کیا اور نمازِ فجر میں آپ سب سے پہلے مسجد میں پہنچ گئے۔[1]

شیخ محمد الموسیٰ نے ایک انتہائی عجیب وغریب واقعہ بیان کیا ہے کہ ان کی زندگی کے آخری ایام اور مرض الموت میں ماہِ شوال ۱۴۱۹ھ میں ایک جمعہ کے دن شیخ کی بیماری زور پکڑ گئی، سارا دن قے آتی رہی۔ اس دن وہ نہ لوگوں کے ساتھ جمعہ پڑھ سکے نہ نمازِ عصر ومغرب وعشاء۔ طے پایا کہ انھیں ہسپتال میں منتقل کر دیا جائے چنانچہ انتہائی مرض ونقاہت کی حالت میں انھیں وہاں لے جایا گیا، ڈاکٹروں نے چیک اپ کے بعد دوائیں وغیرہ دیں تو ان کی حالت کچھ سنبھل گئی۔ میں نے ان کی خیریت دریافت کرنے کے لیے فون پر رابطہ کیا تو پتہ چلا کہ وہ اب بخیر ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی ان کے سامنے کوئی کتاب پڑھے، پھر سب لوگ سوگئے۔ شیخ اس رات بھی نمازِ تہجد کے لیے اٹھ گئے۔ تہجد کے بعد تلاوت

---

[1] إمام العصر (ص: ١٤٣، ١٤٤)

میں مشغول رہے، پھر اپنے مرافقین، اقارب اور پولیس والوں کے ساتھ نمازِ فجر باجماعت ادا کی اور خود امامت کروائی۔ نماز کے بعد مختصر و مؤثر وعظ کیا۔ اپنے تمام اذکار و اوراد یومیہ سے فارغ ہوئے تو برادر صلاح عثمان کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا: آپ کے پاس کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا: فتح الباری اور فتح المجید۔ فرمایا: بسم اللہ کریں اور پڑھیں، تب انھوں نے پڑھنا شروع کیا اور یہ سلسلہ صبح سات بجے تک جاری رہا۔ خیریت معلوم کرنے کے لیے ساڑھے آٹھ بجے میں ہسپتال پہنچ گیا اور میں سمجھ رہا تھا کہ وہ سوئے ہوئے ہونگے لیکن دیکھا کہ وہ کرسی پر بیٹھے تلاوت کر رہے ہیں۔ میں نے سلام کیا تو انھوں نے پوچھا: آپ کے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: شیخ صاحب! میرے پاس بکثرت امور و معاملات کی فائلیں ہیں، فتویٰ کی دائمی کمیٹی کے مجموعہ فتاویٰ کی بارہویں جلد بھی ہے جو کہ پریس سے آگئی ہے لیکن میں یہ سب چیزیں گاڑی میں چھوڑ آیا ہوں اور صرف آپ کی خیریت دریافت کرنے آیا ہوں۔ فرمایا: جائیں اور سب لے آئیں، میں گیا اور لے آیا۔ پھر فائلیں پڑھنا شروع کیں جن میں سے صرف ایک معاملہ پورے بارہ صفحات پر مشتمل تھا۔ پھر میں نے مجموعہ فتاویٰ کی بارہویں جلد پڑھنا شروع کی اور چالیس صفحات پڑھے۔ پھر ان کے فرزند ارجمند شیخ احمد بن باز آگئے اور صفحہ (۵۰) تک انھوں نے فتاویٰ پڑھے، پھر ڈاکٹر اور ہسپتال کا دوسرا عملہ آگیا اور تمام ٹیسٹ رپورٹس دیکھ کر کہنے لگے: الحمد للہ اب آپ کی حالت بہتر ہے۔ تب شیخ نے فرمایا کہ اب آپ لوگ ہمیں جانے کی اجازت دیتے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا: کوئی حرج نہیں، ہم ہسپتال سے روانہ ہوئے تو ہمارا خیال تھا کہ آپ گھر کو جائیں گے، چنانچہ ان کے بیٹے شیخ احمد نے پھر پوچھا کہ گھر کو چلیں تو شیخ نے کہا: نہیں، دفتر کو چلیں، دفتر پہنچ کر ان کے بیٹے نے بوقتِ روانگی پوچھا کہ نمازِ ظہر کے وقت

ہم آپ کا انتظار کریں؟ اس پر انھوں نے فرمایا: نہیں، میں مقررہ وقت پر (ڈھائی بجے ڈیوٹی مکمل کر کے) ہی آؤں گا۔[1] اِنْ شَآءَ اللّٰہ

بلا خوفِ لومۃ لائم حکّام و امراء اور سربراہانِ مملکت و زعماء پر نکیر:

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے نہ صرف عام لوگوں کے ساتھ اچھے تعلقات تھے بلکہ سعودی عرب ہی نہیں کئی دوسرے اسلامی ممالک کے حکّام و امراء اور قائدین و وزراء سے بھی بڑے اعلیٰ مراسم تھے، وہ ان کے لیے قبولیت کے خاص اوقات میں دعائیں کیا کرتے تھے لیکن ساتھ ہی اگر کسی سے کسی منکر فعل کے ارتکاب کا پتہ چلتا تو اسے زبانی و تحریری ہر ممکن طریقہ سے نصیحت بھی ضرور کیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں شیخ کے مکتوبات کی ایک بہت بڑی مقدار موجود ہے جن کی جمع و ترتیب اور نشر و اشاعت ایک مستقل کام اور ان کی زندگی کا ایک الگ کارنامہ ہے۔ اب دیکھیں ان رسائل و مکتوبات کو لوگوں کے سامنے لانے کا کام کس کے ہاتھوں ہوتا ہے؟

شیخ کے ان عظیم مکتوبات اور جرأت کے مظاہروں میں سے ایک ایسا مظاہرہ بھی ہے جس کی دوسرے کسی کو ہمت نہ ہوئی، وہ جرأت مندانہ اقدام شیخ رحمہ اللہ کا مصر کے صدر جمال عبدالناصر کے نام وہ برقیہ (تار و ٹیلی گرام) ہے جس میں انھوں نے اس کے اس فیصلے پر سخت نکیر و مذمت کی جس کی رو سے اس نے سیّد قطب رحمہ اللہ کو پھانسی چڑھانے کا حکم دیا تھا۔ حاکمِ مصر کے یہاں سیّد قطب شہید رحمہ اللہ کے معاملہ میں حکّام و سلاطین میں سب سے بڑھ چڑھ کر پھانسی نہ دینے کی سفارش کرنے والے شاہ فیصل رحمہ اللہ تھے۔ شیخ کی جرأت مندی اور حکّام و سلاطین کو پند و نصیحت کے واقعات اور نکیر و مذمّت پر مشتمل صرف یہ ایک برقیہ "مشتے نمونہ از خروارے" ہے۔[2]

---

[1] إمام العصر (ص: ١٤٤۔ ١٤٦)

[2] إمام العصر (ص: ١٧٩، ١٨٠)

سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور پند و نصیحتِ مسلم کے سلسلہ میں قرآنی آیات (سورہ آل عمران: ۱۱۰، سورہ الاعراف: ۶۲، ۶۸، ۹۳، النحل: ۱۲۵ اور حم السجدہ: ۳۳) پر پوری طرح عمل پیرا تھے جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾
[آل عمران: ١١٠]

''(مومنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم اُن سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو اُن کے لیے بہت اچھا ہوتا۔ اُن میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں۔''

﴿اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [الأعراف: ٦٢]

''تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے ایسی باتیں معلوم ہیں جن سے تم بے خبر ہو۔''

﴿اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ﴾ [الأعراف: ٦٨]

''میں تمہیں اللہ کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا امانتدار خیر خواہ ہوں۔''

﴿فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴾ [الأعراف: ٩٣]

''تو (شعیب) اُن میں سے نکل آئے اور کہا کہ بھائیو! میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچا دیے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کی تھی تو میں کافروں پر (عذاب نازل ہونے سے) رنج وغم کیوں کروں؟''

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ﴾ [النحل: ١٢٥]

''(اے پیغمبر!) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو، جو اس کے راستے سے بھٹک گیا تمہارا رب اُسے بھی خوب جانتا ہے اور جو راستے پر چلنے والے ہیں اُن سے بھی خوب واقف ہے۔''

﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ﴾ [السجدة: ٣]

''کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو از خود بنا لیا ہے؟ (نہیں) بلکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے تاکہ تم ان لوگوں کو ہدایت کرو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا تاکہ یہ راستے پر چلیں۔''

ہماری طرح نہیں تھا کہ کسی بڑے آدمی، صاحبِ منصب یا اعلیٰ عہدے دار میں کوئی عیب وکوتاہی دیکھی تو نظر انداز کر گئے بلکہ وہ ہر کسی کو اچھے طریقے سے نصیحت کیا کرتے تھے، ڈاکٹر ناصر زہرانی کے بقول اپنے شاگردوں یا اپنے سے چھوٹے مرتبہ کے لوگوں کو تو یوں نصیحت کرتے جیسے وہ خود ان کے شاگرد اور ان سے چھوٹے

درجے والے ہوں اور کسی بڑے سے بڑے عہدے دار کی کوتاہی کو بھی نظر انداز نہیں کیا کرتے تھے جس کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بہت ہی اعلیٰ عہدے پر فائز شخص ہمارے ممدوح کی زیارت کے لیے حاضر ہوا اور ان کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ جب شیخ نے اٹھنا چاہا تو اس عالی منصب شخص کی عباء وقباء یا چُغہ (جسے سعودی عرب میں بِشت بھی کہتے ہیں) شیخ کے پاؤں کے نیچے آیا تو شیخ نے محسوس کرلیا کہ یہ بہت طویل ہے، چنانچہ فرمایا: اے فلاں! اس نے کہا: جی، فرمایا: یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت بخشے، تمہاری بِشت بہت لمبی ہے۔ ❶

ورع وتقویٰ:

شیخ کے معاصرین اور شاگردوں نے انھیں ان کے دروس ومجالس اور کتب و کیسٹس کے ذریعے کیسے پایا؟ اس کی تفصیل بہت ہی طویل ہے حتیٰ کہ ان کے ایک شاگرد شیخ عبد الرحمٰن بن عبد العزیز العقل نے روزنامہ الریاض میں ان کے (۲۷) اوصاف ذکر کیے اور بتایا کہ ہر ہر وصف کے تحت شیخ کے کئی واقعات، کئی قصص وحکایات اور عظیم مواقف موجود ہیں اسی سلسلہ میں نمبر (۷) کے تحت وہ لکھتے ہیں کہ شیخ انتہائی ورع وتقویٰ والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں علم میں گہری دسترس سے نواز رکھا تھا اور اس تبحرِ علمی کے باوجود میں نے انھیں دسیوں مرتبہ سائل کے جواب میں: اَللّٰهُ أَعْلَمُ کہتے سنا ہے حالانکہ وہ مسائل ایسے ہوتے کہ علماء تو پھر بڑی چیز ہیں عام لوگ بھی ان مسائل میں فتوے داغتے پھرتے ہیں۔ ❷

فتویٰ صادر کرنے کے سلسلہ میں وہ انتہائی احتیاط سے کام لینے والے شخص

❶ إمام العصر (ص: ۷۸۔ ۷۹)
❷ تفصیل کے لیے دیکھیں: إمام العصر (ص: ۲۱۵۔ ۲۱۹) روزنامہ الریاض (شمارہ: ۱۱۲۸۹)

تھے حتیٰ کہ سعودی علمی حلقوں کی معروف شخصیت شیخ ابو عبد الرحمن الظاہری لکھتے ہیں کہ اگر کبھی کسی اہم مسئلہ میں انھیں فتویٰ دینا ہوتا تو اپنا فیصلہ روک دیتے۔ پہلے صلوٰۃ الاستخارہ پڑھتے اور انشراحِ صدر ہو جانے پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ [1]

حکّام و امراء کے دلوں میں شیخ کی محبت و احترام:

شیخ نے آلِ سعود کے حکمرانوں میں سے شاہ عبد العزیز، شاہ سعود، شاہ فیصل، شاہ خالد اور شاہ فہد کا دور دیکھا، شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کے عہد میں شیخ ابھی بیس بائیس سال کے نوجوان تھے۔

تاہم سعودی عرب میں حاکم خاندان کے یہاں ہمارے ممدوح کی بہت ہی عزت و قدر تھی، وہ ان سے بڑی محبت و احترام سے پیش آیا کرتے تھے، انھیں مجالس میں ممتاز مقام دیا جاتا، ان سے مشورہ کیا جاتا، ان کی رائے کا احترام کرتے اور ان کی سفارش کو قبول کیا کرتے تھے، ان کی دینی خدمات میں ان کا بھر پور تعاون جاری رہا اور ان سے بالواسطہ اور بلا واسطہ میل جول بھی تھا حتیٰ کہ شیخ کے ایک شاگرد ڈاکٹر عبد اللہ العجلی کے بقول جب شیخ پہلی مرتبہ بیمار ہوئے اور ان کے گھٹنے میں درد اٹھا تھا تو خود خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد، ان کے ولی عہد شہزادہ عبد اللہ، ان کے نائب شہزادہ سلطان اور تقریباً تمام ہی شہزادے ان کی عیادت و مزاج پرسی کے لیے ان کے گھر تشریف لائے تھے۔ [2]

شیخ رحمہ اللہ سے ان کی محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی نمازِ جنازہ میں بنفسِ نفیس خود خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد رحمہ اللہ، اس وقت کے ولی عہد شہزادہ عبد اللہ (موجودہ حکمران)، ولی عہد شہزادہ سلطان اور اکثر شہزادے

---

[1] روزنامہ الجزیرة (شمارہ: ۹۷۳۰) إمام العصر (ص: ۳٦۰)

[2] مجلة الدعوة (شمارہ: ۱٦۹۳) إمام العصر (ص: ۱٦۷)

شریک ہوئے تھے۔ شیخ کی وفات سے تھوڑا عرصہ بعد ۲/۲/۱۴۲۰ھ کو وزراء کی کیبنٹ کے اجلاس کے صدارتی خطاب میں شاہ فہد رحمہ اللہ نے بڑے عمدہ الفاظ میں شیخ کی صفات و خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا تھا اور ان کی وفات کو "امتِ اسلامیہ کا نقصان" قرار دیا تھا۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی گورننگ باڈی کے ایک جلسہ کی صدارت کے دوران شاہ فہد نے فرمایا تھا کہ شیخ ہم سب کے لیے والد کی جگہ ہیں اور وہ جو بھی فیصلہ کمیٹی کے لیے کریں گے میں ان سے پیشگی اتفاق ظاہر کرتا ہوں۔[1]

عالی جناب شہزادہ احمد بن عبد العزیز اور شہزادہ سطام بن عبد العزیز کا شیخ سے تلمیذانہ تعلق بھی تھا، اسی طرح شہزادہ سلطان (ولی عہد و وزیر الدفاع) شہزادہ سلمان (گورنر الریاض) اور شہزادہ نایف (وزیر داخلہ) شیخ کے لیے دل میں بہت احترام رکھتے اور ان کی سفارشوں کو قبول کیا کرتے تھے۔ حاکم خاندان کی شہزادیوں کے یہاں بھی شیخ کا بہت مقام تھا حتیٰ کہ ان کی وفات پر شہزادی منیرہ بنت محمد البواردی حرم شہزادہ مشعل بن عبد العزیز آل سعود نے اپنے طویل تعزیتی مضمون میں ذکر کیا کہ ہم ہمیشہ فون کے ذریعے اور کبھی کبھی بالمشافہ ان سے راہنمائی حاصل کرتی رہتی تھیں۔ وہ ایک نیک دل عالم، نرم خو والد، ہمارے بہت بڑے شیخ اور سعودی عرب کے لیے باعثِ فخر شخصیت تھے۔

شہزادی منیرہ بنت سعود الکبیر نے اپنے تعزیتی بیان میں ذکر کیا کہ انھیں علمی مسائل میں راہنمائی کے سلسلہ میں کم از کم پانچ مرتبہ اپنے شیخِ جلیل کے گھر جانے کا موقع ملا تھا۔

شہزادی منال بنت مساعد بن سعود بن عبدالعزیز نے لکھا کہ یہ مجھ پر اللہ کا فضل و احسان ہے کہ مجھے بعض مسائل پوچھنے اور راہنمائی حاصل کرنے کے لیے

---

[1] إمام العصر (ص: ١٧٧)

سماحۃ الوالد الشیخ ابن باز کے گھر جانے کا تین مرتبہ اتفاق ہوا ہے اور پچھلے سال (وفات سے قبل) ان کے ساتھ ہی حج کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی، جہاں انھیں سننے اور ان سے استفادہ کرنے کا موقع بھی ملا۔[1]

اصحاب مراتب ومناصب کے یہاں شیخ کا مقام:

سعودی عرب کے تمام اہلِ منصب و جاہ وزراء وغیرہ کے یہاں شیخ کا بہت مقام و مرتبہ اور عزت وقدر تھی حتیٰ کہ جو شخص بھی وزارت کے عہدے پر فائز ہوتا وہ سلام کرنے اور نصیحت ودعا کے حصول کے لیے شیخ کے گھر ضرور حاضری دیتا جیسا کہ وزیرِ حج ڈاکٹر محمود سفر نے خود اپنا واقعہ بیان کیا ہے۔[2]

ڈاکٹر ناصر زہرانی شیخ کی سوانح حیات پر مشتمل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ میں جب کبھی بھی شیخ کا خط لیکر کسی وزیر کے یہاں گیا اس نے انتہائی سعادت و خوشی اور مسرّت سے وہ کام سرانجام دیا، ایک مرتبہ ایک اعلیٰ منصب پر فائز شخص نے شیخ کا خط پڑھ کر کہا کہ میرے لیے یہی کیا کم ہے کہ شیخ نے میرے لیے لکھا ہے: "اِلَـی حَضْرَۃِ الْاِبْنِ" (محترم بیٹے کے نام) (حوالۂ سابقہ)

علماء وطلبہ کے دل میں شیخ کی محبت:

علامہ ابن باز رحمہ اللہ سے اہلِ علم وطلبۂ علم کی محبت کا یہ عالَم تھا کہ ان کی وفات پر بکثرت اہلِ علم وطلبۂ علم نے اپنے تعزیتی بیانات میں ان کی خدمات پر انھیں زبردست خراجِ تحسین پیش کیا جن میں سے بعض کے بیانات کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

1. عالمِ اسلام کی معروف علمی شخصیت علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی:

---

[1] إمام العصر (ص: ١٦٧۔ ١٧٣) مختصر از مجله الدعوة (شماره: ١٦٩٣)

[2] دیکھیے: إمام العصر (ص: ١٨٦)

''امتِ اسلامیہ نے اپنے نامور سپوتوں میں سے ایک سپوت، آسمانِ علم پر چمکنے والے ایک تابناک ستارے، جزیرۂ عرب کے علامہ الشیخ ابن باز کو الوداع کیا ہے جو کہ علومِ فقہیہ کے بحرِ ذخار، ائمۂ ہدیٰ میں سے ایک امام، اہلِ توحید کے سربراہ، دین کا ایک ستون اور امت کا ایک رکن تھے۔''

٢ امامِ حرم سماحۃ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل:

''آج ملّتِ اسلامیہ ایک عالمِ امت، دورِ حاضر کے امامِ اہلِ سنّت والجماعت، علامۂ زمان اور فقیہِ دوراں کی وفات کے صدمے سے دوچار ہوگئی ہے۔''

٣ ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی (سابق مدیر جامعۃ الامام، وزیرِ امورِ اسلامیہ اور موجودہ جنرل سیکرٹری رابطہ عالم اسلامی):

''وہ علم و عمل، زہد و تقویٰ اور دوسروں کے لیے حبِ خیر کے سربفلک پہاڑ اور نیک و صالح علماء میں سے تھے۔ وہ علماء سلف کا ایک یادگار نمونہ تھے جنھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کر دیا ہے۔''

٤ امامِ حج اور مفتیٔ اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل شیخ:

''ہم نے سنّت کا پہاڑ کھودیا۔ ان کی وفات کی خبر مسلمانوں پر بجلی بن کر گری کیونکہ موجودہ دور میں اللہ کے بعد وہ مسلمانوں کا ملجا و ماویٰ تھے جن پر لوگ فتویٰ، دعوت و ارشاد اور تمام معاملات میں اعتماد کیا کرتے تھے۔''

٥ رئیس مجلس القضاء الاعلیٰ (سعودی سپریم جسٹس کونسل کے صدر) شیخ صالح بن محمد اللحیدان:

''ہم اپنے استاذ سماحۃ الشیخ کو المعہد العلمی الریاض کے افتتاح ١٣٧١ھ

سے جانتے ہیں، ان کے بارے میں اپنے علم کی حد تک مجھے ان کی کوئی نظیر دکھائی نہیں دیتی۔ انھوں نے اپنے اثر ونفوذ اور جد و جہد میں سے کسی بھی معاملہ میں لوگوں کی بھلائی میں کمی نہیں کی۔ وہ اپنے اور ہمارے استاذ سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم (سابق مفتیٔ اعظم ووزیر العدل) کا ذکر کر کے فرطِ محبت وعقیدت سے زار و قطار رونے لگتے تھے۔ سماحۃ الشیخ کو تمام لوگ حتیٰ کہ خادم الحرمین الشریفین، ولی عہد اور ان کے نائبِ اوّل بھی احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور یہ لوگ ان کی کسی بات کو ہرگز ردّ نہیں کیا کرتے تھے۔''

⑥ کبار العلماء بورڈ کے ممبر علامہ الشیخ محمد بن صالح العثیمین:

''آج امّت اسلامیہ کے منارہ ہائے نور میں سے ایک منارہ گر گیا ہے۔''

⑦ کبار العلماء بورڈ کے ہی دوسرے ممبر علامہ عبد اللہ بن بسّام:

''موجودہ دور میں علّامہ ابن باز بجا طور پر اس بات کہ مستحق ہیں کہ انھیں شیخ الاسلام کا لقب دیا جائے۔''

⑧ وزیر امورِ اسلامیہ شیخ صالح بن عبد العزیز آل الشیخ:

''سماحۃ الشیخ ابن باز کی رحلت امّتِ اسلامیہ کے لیے بالعموم اور اس مملکت کے لیے بالخصوص ایک عظیم المیہ ہے کیونکہ نہ صرف مسلم عوام بلکہ حکّام و امراء تک کے دلوں میں ان کا بڑا مقام واحترام تھا۔ وہ ان اخیار و ابرار کا نمونہ تھے جن کی سیرت ہم کتب میں پڑھا کرتے ہیں، بجا طور پر وہ دورِ حاضر میں بقیۃ السلف تھے۔''

⑨ کبار العلماء بورڈ کے ہی ایک ممبر ڈاکٹر صالح الفوزان اپنے تعزیتی کلمات میں کہتے ہیں:

”آج مسلمانوں سے وہ عظیم علمی شخصیّت چھن گئی جس نے دوتہائی صدی تک ساری امّتِ اسلامیہ اور پورے عالمِ اسلامی کی ہر طرح کی خدمت کی۔“

10 کبار العلماء بورڈ کے ہی ایک اور ممبر علامہ بکر ابوزید:

”ہمارے شیخ سماحۃ العلامہ عبد العزیز بن باز حقیقی معنوں میں سنّت کے پہاڑ اور گلستانِ سلف کے باغبان تھے۔ انھوں نے ساری عمر حتیٰ کہ ایّامِ مرض میں زندگی کے آخری دن (یومِ وفات) تک مسلمانوں کی علمی راہنمائی وخدمت میں کبھی بخل نہیں کیا۔“

11 سعودی مجلسِ شوریٰ کے چیئرمین اور امام وخطیبِ حرمِ مکی ڈاکٹر صالح بن حمید:

”آج مکہ مکرمہ کے قبرستان (العدل) میں فقہ وفتویٰ کا مرجعِ خلائق، حدیث وسنّت کا منارۂ نور اور نیکی وتقویٰ کا عظیم نمونہ سپردِ خاک کردیا گیا ہے۔“[1]

شیخ ابنِ باز کی وفات پر تعزیتی کلمات کہنے والوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے جن میں سے شہزادہ عبد العزیز بن شاہ فہد، شہزادہ خالد بن عبد اللہ بن فہد الفیصل، وزیرِ عدل ڈاکٹر عبد اللہ بن محمد آل الشیخ، وزیرِ حج ڈاکٹر محمود محمد سفر، رابطہ عالمِ اسلامی کے سیکرٹری ڈاکٹر عبد اللہ بن صالح العبید، گرلز ایجوکیشن کے ڈائریکٹر جنرل شیخ ڈاکٹر علی بن مرشد المرشد، مدیر جامعہ ام القریٰ ڈاکٹر سہیل بن حسن قاضی، کبار العلماء بورڈ کے ممبر عبد الوہاب بن ابراہیم ابوسلیمان، شیخ ابن باز کے مشیر ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر، مدرس مسجدِ نبوی شیخ عطیہ محمد سالم، ابوعبد الرحمٰن بن عقیل الظاہری، وکیل (انڈر سیکرٹری) وزارتِ امور اسلامیہ شیخ توفیق بن عبد العزیز السدیری، مدیر مکتب وزیرِ امورِ اسلامیہ ڈاکٹر محمد بن عبد المحسن الترکی السدیری،

[1] مختصراً از إمام العصر (ص: ١٨٠ تا ١٨٥)

ایڈیٹر روزنامہ الریاض ترکی عبداللہ، ایڈیٹر روزنامہ الوطن وممبر مجلسِ شوریٰ ڈاکٹر محمد العرابی الحارثی، معروف صحافی ومفکر ڈاکٹر عبدالقادر طاش، ایڈیٹر روزنامہ المدینہ ڈاکٹر مازن عبدالرزاق بلیلہ، سابق ثقافتی اتاشی مراکش محمد ابراہیم العبدالسلام، رئیس جمعیۃ الاصلاح الکویت عبداللہ المطوع، حرکۃ سلفیہ الکویت کے سیکرٹری جنرل شیخ حامد العلی، ولی عہد ووزیر اعظم کویت شیخ سعد عبداللہ الصباح، شیخ الازہر ڈاکٹر محمد سیّد طنطاوی اور اخوان المسلمین مصر کے مرشدِ عام مصطفیٰ مشہور کے اسماء گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اسی طرح معروف ادباء اور کبار شعراء نے اپنے اپنے انداز و اشعار میں تعزیتی ادب پارے لکھے اور مرثیے کہے جن میں سے ڈاکٹر غازی القصیبی، عبد الرحمٰن صالح العشماوی، امر بالمعروف ونہی عن المنکر منطقہ شرقیہ کے صدر عبد العزیز الیحیٰ، معروف ناقد سعید الشریجی، نادی ادبی القصیم کے صدر حسین بن فہد الھویملی، ممبر مجلسِ شوریٰ ڈاکٹر احمد بن محمد الضبیب، سابق ممبر شوریٰ ڈاکٹر عواض الالمعی، ڈاکٹر شیخ سعود الشریم (امام وخطیب الحرم المکی)، شیخ عبداللہ المعتاز، شیخ علی بن قاسم الفیفی سابق قاضی محکمۃ التمییز، مدیر اذاعۃ القرآن الکریم محمد سعید الصفار اور جناب محمد بن فہد بن حسین الفہد خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں۔[1]

شبِ رحلت کا حال:

زندگی بھر شب و روز امتِ مسلمہ کی خیر و بھلائی کے لیے کوشاں شخص کی رحلت کا وقت آیا تو اس شبِ رحلت کا حال کچھ اس طرح ہے کہ مریض ہونے کے باوجود مغرب سے لے کر عشاء تک درس دیا اور لوگوں میں بیٹھے رہے۔ نمازِ عشاء کے بعد بھی بعض لوگوں کے استفسارات پر فتاویٰ صادر فرمائے۔ پھر اپنے

[1] إمام العصر، حصه نظم و مرثیه (ص: ٤٩٣ تا ٧٦٨)

بال بچوں میں بیٹھے اور ایک تہائی رات رہ گئی تو مصلّی پر آ گئے۔ نماز و ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو گئے اور پھر جمعرات کی شب ہی ان کی روح قفصِ عنصری سے پرواز کر گئی کیونکہ عمر بھر وہ سنّت کے مطابق پیر و جمعرات کو ہی سفر کرنے کو ترجیح دیتے رہے اور وقتِ رحلت آپ کو اگلے جہاں کا سفر بھی جمعرات کو ہی کرنا پڑا۔[1]

اپنی ذات میں جماعت و انجمن:

شیخ موصوف کے دفتر کے مدیرِ عام ڈاکٹر عبد اللہ الحکمی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص واضح و روشن، صاف و شفاف اور بیّن و جلی اسلام کو دیکھنا چاہے تو وہ سماحۃ الشیخ ابن باز اور ان کی سیرت کو دیکھ لے، وہ چلتے پھرتے قرآن و سنّت کی بہترین مثال تھے۔ مجھے اللہ کی قسم ہے! میں نے کبھی آپ کو کوئی معیوب کام، غلط حرکت اور کسی سنّت کی مخالفت کرتے نہیں دیکھا۔[2]

سنن ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے ''یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ'' کی شرح بیان کرتے ہوئے پہلے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پھر کچھ دوسرے لوگوں کو اور آخر میں ابو حمزۃ السُّکری کو ''جماعت'' قرار دیا تھا۔[3]

اور آج کے دور میں ہمارے ممدوح اپنی ذات میں جماعت و انجمن تھے۔ اللہ نے ان سے نورِ بصارت تو چھین لیا مگر اس کے عوض نورِ بصیرت عطا کر دیا جس کی بدولت انھوں نے تمام مشکلات کو چیلنج کیا اور ایمان کی فلک بوس بلندیوں تک پہنچ گئے تھے، وہ قاضی، معلم و مربی اور مرشد و مصلح تھے۔

وہ معہد و کلیہ (کالج) سے لے کر اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ کے پہلے وائس

---

1. إمام العصر (ص: ١٩٥)
2. إمام العصر (ص: ١٩٦۔ ١٩٧)
3. سنن الترمذي (٢١٦٧) نسائي، كتاب التحريم (باب: ٦) صحيح الجامع (٨٠٦٥)

چانسلر اور پھر چانسلر رہے اور پھر بحوث علمیہ وافتاء اور دعوت وارشاد کے دنیا بھر میں پھیلے اداروں کے صدر ہوئے، اسی طرح ملکی سطح سے نکل کر آپ عالمی شہرت کی بلندیوں تک پہنچ گئے، اور ۱۹ سال تک وزیر کے اس مرتبے پر کام کیا، سعودی عرب کے مفتیٔ اعظم تھے، کبار العلماء بورڈ کے صدر تھے، رابطہ عالم اسلامی کے بھی رئیس تھے، مساجد کی عالمی مجلسِ اعلیٰ کے بھی پریزیڈنٹ تھے۔ اسی طرح دنیا بھر کے علماء کی فقہ اکیڈمی کے بھی صدر تھے۔ ان لامحدود خدمات کو سرانجام دینے والا شخص بھی اپنی اکیلی ذات میں پوری جماعت نہ ہوگا تو پھر کون ہوگا؟

اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ وَ اغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ.[1]

دعوتی وخیراتی خدمات:

شیخ رحمہ اللہ کی دعوتی وخیراتی خدمات کی ایک جھلک صرف اس بات سے ہی نظر آسکتی ہے کہ ان کے توسط سے ڈاکٹر عبداللہ المجلی کے بقول دو چار یا دو ایک سو نہیں بلکہ سعودی عرب کے اندر اور بیرونی ممالک میں ہزاروں مساجد تعمیر ہوئیں۔ نگر نگر میں مدارسِ دینیہ اور تحفیظِ قرآن کے حلقے قائم ہوئے، ملک ملک میں کنوئیں کھودے گئے، ٹیوب ویل اور نلکے لگے، سڑکیں اور راستے بنے اور لاتعداد لوگوں کی شادی کے مصارف کا انتظام ہوا۔[2]

شیخ کی طرف منسوب چار جھوٹے قصے:

شیخ رحمہ اللہ کی طرف چار ایسے قصے منسوب کیے جاتے ہیں جن کی کوئی اساس و بنیاد نہیں بلکہ وہ سراسر جھوٹے ہیں، ان کا جھوٹ بڑا ظاہر ہے حتیٰ کہ خود شیخ رحمہ اللہ نے ان کی تردید بھی کی ہے اور اہلِ علم وطلبۂ علم سے ان کی تردید کرنے کا مطالبہ کیا

[1] إمام العصر (ص: ۱۹۸ تا ۲۱۱)

[2] إمام العصر (ص: ۲۱۳۔ ۲۱۴)

ہے، اسی غرض کے لیے وہ چاروں قصے بالاختصار یہاں نقل کیے جارہے ہیں تاکہ شیخ رحمہ اللہ کی براءت ہوجائے۔

پہلا قصہ:

ایک شخص نے شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ (استاذِ شیخ ابن باز) سے فتویٰ طلب کیا کہ اس کی بیوی نے اپنا دودھ پیا، تو شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا کہ تمھاری بیوی تم پر حرام ہوگئی کیونکہ اس نے اپنے پستان سے دودھ پیا ہے۔ پھر کچھ لوگ شیخ ابن باز کے پاس گئے تو انھوں نے کہا: تمھاری بیوی تم پر حرام نہیں ہوئی اور نہ ہی ہم یہ دروازہ کھولنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم نے یہ دروازہ کھول دیا تو خدشہ ہے کہ پھر تو ہر وہ عورت جو اپنے خاوند کو ناپسند کرتی ہو وہ اپنا دودھ پی لے گی تاکہ اپنے شوہر پر حرام ہوجائے، مزید کہا کہ یہ رضاعت (دودھ پینا) مضر نہیں ہے۔

شیخ ابن باز سے جب اس قصے کے بارے مین پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ یہ بالکل بے بنیاد قصہ ہے اور طلبۂ علم پر واجب ے کہ وہ اس کی تردید کریں۔

دوسرا قصہ:

ایک آدمی اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اس کے پاس اس کی بیوی تھی اور چودھویں کا چاند رات کو جگمگائے ہوئے تھا۔ شوہر نے بیوی سے کہا: اگر تم اس چاند سے خوبصورت نہ ہوئی تو تمھیں طلاق ہے۔ اس عورت نے کہا: تم اب مجھ پر حرام ہوگئے ہو۔ شوہر نے کہا: کیوں؟ بیوی نے کہا: کیونکہ چاند تو اللہ کی خوبصورت ترین مخلوق ہے، اس سے زیادہ جمال والی کوئی چیز نہیں ہے۔ شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا تو انھوں نے اسے کہا کہ تمھاری بیوی تم پر حرام ہوگئی ہے کیونکہ چاند سے زیادہ جمال والی کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر لوگ شیخ ابن باز کے پاس گئے تو

انھوں نے بڑے تعجب سے یہ بات سنی اور کہا کہ میرا دل نہیں مانتا کہ شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ نے یہ بات کہی ہو، پھر شیخ ابن باز اس آدمی کے ساتھ شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ کے پاس گئے تو مغرب کی اقامت کے وقت ان کے یہاں پہنچے، شیخ ابن باز آگے بڑھے اور جماعت کرانے لگے اور سورۃ التین کی قراءت کی، جب آیت:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيٓ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ [التین: ٤]

پر پہنچے تو شیخ ابن باز نے جان بوجھ کر اس آیت سے اَلْاِنْسَانَ کے لفظ کو "القَمَرَ" چاند سے بدل کر "لَقَدْ خَلَقْنَا الْقَمَرَ فِيْ أُحْسَنِ تَقْوِيم" پڑھا۔ اس پر شیخ محمد بن ابراہیم نے لقمہ دیا اور آیت کو صحیح کرا کر پڑھایا، اور جب نماز فارغ ہوئے تو شیخ نے یوں پڑھنے کا سبب پوچھا جس پر شیخ ابن باز نے کہا: میں نے یوں اس لیے پڑھا کہ آپ نے جو فتویٰ دیا ہے کہ چاند چونکہ عورت سے زیادہ افضل وخوبصورت ہے لہٰذا وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہوگئی ہے۔

یہ بھی سراسر جھوٹا قصہ ہے۔ کہاں شیخ ابن باز کا احترامِ استاذ اور کہاں یہ امامت کے لیے بلا اجازت پیش قدمی۔ اسی طرح محض ایک مسئلہ کی تصحیح کے لیے وہ قرآن کی ایک آیت جان بوجھ کر غلط کیسے پڑھ سکتے تھے؟

تیسرا قصہ:

طالب علموں اور عوام الناس میں یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ کچھ شیعوں نے شیخ ابن باز پر زیادتی کی۔ انھیں چھرا گھونپا، ان پر گولی چلائی گئی، ان کی گاڑی کو جان بوجھ کر ٹکر ماری وغیرہ وغیرہ۔

یہ بھی سب جھوٹی افواہیں ہیں جن کا دامن صداقت سے سراسر خالی ہے۔

چوتھا قصہ:

بعض علاقوں اور دیہاتوں میں یہ خبر پھیلی ہوئی ہے کہ بعض کبار علماء شیخ ابن باز کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ وہ عورت جو بچوں والی ہو اس کو طلاق دینے سے بھی طلاق نہیں ہوتی اور آپ ہمیشہ بیوی کو شوہر کی طرف ہی لوٹا دیتے ہیں، آپ نے کبھی طلاق ثابت نہیں کی۔ یہ سن کر شیخ غصہ سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ خاموش ہو جاؤ ورنہ میں تمام لوگوں کو یہ کہہ دونگا کہ بچوں والی عورت کو ہرگز طلاق نہیں ہوتی۔

یہ بھی سراسر باطل اور بے اصل قصہ ہے۔[1]

بقیۃ السلف الامام الربانی شیخ ابن باز کے زبان زد کلمات:

① سُبْحَانَ اللّٰه (اللہ پاک ہے)۔ اگر کوئی طالب علم احکامِ شریعت میں سے واضح حکم والا مسئلہ پوچھتا تو اس پر سبحان اللہ کہتے تھے۔

② سَبِّحْ (تسبیح بیان کرو)۔ اگر کسی سائل یا طالب علم کی بات پر ناراض ہوتے اور اسے ٹوکنا روکنا چاہتے یا پھر املاء کے دوران کوئی آپ کی قطع کلامی کرتا اور فکری خلجان پیدا کرتا تو اسے یہ کلمہ کہتے۔

③ جَعَلَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ مِنْ أَنْصَارِ الْحَقِّ وَالْهُدَى۔

''اللہ ہمیں اور آپ کو حق و ہدایت کے مددگاروں میں سے بنائے۔''

علماء اور طالب علموں کو جو خطوط و رسائل لکھتے ان کے آخر میں یہ لکھتے تھے۔

④ فَيَا مُحِبُّ! وَصَلَتْنِي رِسَالَتُكُمْ وَصَلَكُمُ اللّٰهُ بِهُدَاهُ۔

''اے میرے پیار کرنے والے! آپ کا خط مل گیا ہے اللہ آپ کو اپنی ہدایت پر کاربند رکھے۔''

---

[1] الإنجاز (ص: ٦١٩-٦٢٢)

اسے علماء وطلبہ کے خطوط کے جواب میں اپنے خط کے شروع میں ہی لکھتے تھے۔

۵ كَتَبَ اللّٰهُ سَعْيَكُمْ وَضَاعَفَ مَثُوْبَتَكُمْ.

''اللہ تمہاری سعی کو قبول فرمائے اور تمہارے اجر میں اضافہ کرے۔''

کسی کی سفارش کے لیے جو خط لکھتے اس کے آخر میں یہ کلمات لکھتے تھے۔

۶ يَسَّرَ اللّٰـهُ أَمْرَكَ وَ أَمْرَ كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ۔

''اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمام مسلمان مرد وزن کے معاملات کو آسان کرے۔''

اگر کسی پر قرضہ ہوتا اور وہ شیخ سے اس کی توثیق کرواتا تو اُسے کہتے۔

۷ أَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يُّعْطِيَكَ خَيْراً مِّنْهَا وَ يُعْطِيَهَا خَيْراً مِّنْكَ.

''میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے اچھی بیوی دے اور اسے تم سے اچھا شوہر دے۔''

اگر کسی کی بیوی کو طلاق مغلظہ ہوجاتی تو اسے کہتے اور اس آیت سے استدلال کرتے:

﴿وَ اِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ وَ كَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا﴾ [النساء: ۱۳۰]

''اور (اگر صلح نہ ہو سکے) میاں بی بی جدا ہو جائیں (خاوند طلاق دے دے) تو اللہ تعالیٰ اپنی گنجائش سے (فضل سے) ہر کسی کو دوسرے کا محتاج نہ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ گنجائش حکمت والا ہے۔''

۸ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ.

''نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی توفیق وطاقت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔''

اپنے درسوں میں بکثرت یہ کہتے رہتے تھے۔

9 اپنے دروس میں نبی کریم ﷺ پر بکثرت درود شریف وسلام پڑھا کرتے تھے۔

10 اِتَّقُوا اللّٰهَ، عَلَيْكُم بِتَقْوَى اللّٰهِ، اَلْوَصِيَّةُ التَّقْوٰى.

''اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، میں تمہیں تقویٰ اختیار کرنے کی وصیّت کرتا ہوں۔''

اپنے شاگردوں کو دروس و مواعظ میں خصوصاً اور عامۃ الناس کو عموماً تقویٰ کی یہ وصیّت بکثرت کرتے تھے۔[1]

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

بعض جرائد ومجلّات کو دیے گئے انٹرویوز کی جھلکیاں:

شروع میں عموماً انٹرویوز دینے سے کتراتے تھے مگر پھر بھی شیخ سے کئی اخبارات، جرائد و مجلّات اور صحافیوں نے انٹرویو کیے جو کافی طویل ہیں ان میں سے کچھ مفید جھلکیاں پیشِ خدمت ہیں:

1 انٹرویو ''المجلة'' سے چند جھلکیاں:

1 بکثرت سرکاری ودعوتی مصروفیات کے باوجود میں نے اپنی اولاد واحفاد کے لیے مہینے میں دو راتیں تلاوتِ قرآن اور حلِ مسائل کے لیے مخصوص کر رکھے ہیں۔ ایک رات مردوں کے لیے اور ایک رات خواتین کے لیے، اگرچہ بعض اوقات بعض دیگر ضروری امور کی وجہ سے ان میں بے قاعدگی ہوجاتی ہے۔

2 میں حصولِ تعلیم کے سلسلہ میں اپنے بچوں کو جو مناسب سمجھتا ہوں مشورہ دیتا ہوں اور عموماً شریعت کالج میں تعلیم پانے کا اشارہ کرتا ہوں۔ کئی بچوں نے

---

1 الإنجاز (ص: ٦٢٣۔ ٦٢٤)

اس پر عمل بھی کیا ہے اور بعض نے کئی دیگر کالجز میں تعلیم حاصل کرنا بہتر سمجھ کر اس میں داخلہ لے لیا ہے۔

۳ سعودی عرب کے سبھی شہر اچھے ہیں اگر چہ پہلے مکہ مکرمہ پھر مدینہ طیبہ اور ان کے بعد الریاض میرے پسندیدہ شہر ہیں۔

۴ تعلیمِ نسواں کی میرے نزدیک کوئی حد نہیں، وہ چاہیں تو اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کرلیں تاکہ خود استفادہ کریں اور دوسروں کو فائدہ پہنچائیں۔ (یاد رہے کہ سعودی عرب میں تعلیمِ نسواں کا بالکل صاف ستھرا اور غیر مخلوط نظام رائج ہے جو عموماً دیگر ممالک میں میسّر نہیں ہے لہٰذا شیخ کے اس اطلاق کو اسی تناظر میں لیا جائے)۔

۵ مجھے شعر و شاعری سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

۶ ممکن ہے کہ کوئی ایسے فتاوے ہوں جنھیں صادر کرنے کے بعد مجھے ان سے رجوع کی ضرورت محسوس ہوئی ہو اور میں نے رجوع کیا ہو لیکن ایسا کوئی فتویٰ میرے ذہن میں نہیں ہے۔

۷ میں پچاس یا ساٹھ سال سے فتوے صادر کر رہا ہوں پہلا فتویٰ کونسا تھا مجھے یاد نہیں۔

۸ کمپیوٹر کا استعمال بہر حال ایک مفید امر ہے لہٰذا (دیگر اداروں کے علاوہ) کورٹ کچہری میں بھی اس کے استعمال سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ حقوق کی تحریریں دینا بھی کافی ہے۔

۹ اگر کوئی شخص اپنا موقف اور دلائل صحیح طور پر پیش کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو وہ اپنے سے بہتر اور قوی شخص کو اپنا وکیل و مختار بنا سکتا ہے۔

۱۰ میں نے تو 27 برس کی عمر میں منصبِ قضاء کو سنبھالا جبکہ مجھ سے پہلے لوگوں میں سے کئی مجھ سے بھی کم سنی میں اس منصب پر رونق افروز ہوئے تھے۔

١١ میں اپنے فتاویٰ کی بنیاد کتاب وسنّت پر رکھتا ہوں نہ کہ فقہاء حنابلہ یا کسی دوسرے کی تقلید پر، میں متعصّب نہیں ہوں لیکن اگر کوئی پھر بھی مجھے تعصّب کا طعنہ دیتا ہے تو تعجب نہیں کیونکہ انبیاء اور سلف صالحین امت بھی تو مطعون کیے گئے تھے۔

١٢ متنازع فیہ معاملہ کو اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد قرآن کی طرف لوٹانا ہے اور رسول ﷺ کی طرف لوٹانے سے مراد زندگی میں آپ ﷺ کی طرف اور وفات کے بعد آپ ﷺ کی سنّت کی طرف لوٹانا مراد ہے۔ علم اور فتویٰ صرف قرآن وحدیث کی رو سے ہی دینا چاہیے اور یہی اصل علم ہے۔ [1]

١٣ میں کتبِ علم اور کتبِ فقہ کا مطالعہ کرتا اور ان سے استفادہ کرتا ہوں، خصوصاً کتبِ فقہ مقارن (کتب الخلاف) کا مطالعہ کرتا ہوں جو کہ دلائل کی حیثیت بیان کرتی ہیں اور کتاب وسنّت کے دلائل کے ساتھ مختلف اقوال میں سے راجح کا تعین کرتی ہیں۔

١٤ عملی مسائل میں فتویٰ میں ہم فتویٰ کی دائمی کمیٹی کے ممبروں کے ساتھ مشورہ کرتے ہیں اور پھر بالاتفاق اور کبھی کثرتِ رائے سے اور کبھی صرف میری طرف سے فتویٰ جاری ہوتا ہے۔

١٥ اگر کبھی کسی نئی ایجاد شدہ چیز یا طبی مسئلہ کے جواز وعدم جواز کے بارے میں استفتاء ہو تو اس کے بارے میں بھی نہ صرف اعضاءِ فتویٰ کمیٹی باہم مشورہ سے کام لیتے ہیں بلکہ اس کے بارے میں ہم اس چیز سے متعلقہ اہلِ تجربہ سے بھی رابطہ کر کے استفادہ کرتے ہیں۔

---

[1] یہی بات شیخ راشد بن عثمان الزهرانی نے بھی ذکر کی ہے، کیسٹ: الإمام ابن باز صفحات مشرقه من حیاته، و مواقف مضیئة (ص: ٥٠)

١٦ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کی مصلحت کے پیشِ نظر بعض اہلِ علم نے اجازت دی ہے کیونکہ فوت ہونے والا تو دفن ہونے کے چند دن بعد ہی مٹی ہو جائے گا جبکہ بعض دیگر اہلِ علم حدیثِ رسول ﷺ:

«كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا»

''میت کی ہڈی توڑنا ایسے ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا ہے۔''

کی رو سے اس معاملہ میں جواز و عدمِ جواز کی بجائے توقف سے کام لیتے ہیں اور میں توقف کرنے والوں میں سے ہوں۔

١٧ تحریک ''اخوان المسلمین'' (عربوں کی جماعتِ اسلامی) پر بعض خاص اہلِ علم نے بھی تنقید کی ہے کیونکہ وہ صحیح عقیدۂ توحید کو اختیار کرنے اور شرک و بدعات سے اجتناب کرنے کی طرف لوگوں کو دعوت دینے کے معاملہ میں بہت پیچھے ہیں۔ سنّتِ رسول اور حدیثِ نبوی پر بھی وہ صحیح طور پر توجہ نہیں دیتے۔ اس کے علاوہ بھی بعض اہلِ علم ان پر کئی طرح کے اعتراضات کرتے ہیں البتہ خود میں نے ان کی حتیٰ کہ خاص شیخ حسن البنا رحمہ اللہ کی کتابوں کا بھی مطالعہ نہیں کیا۔[1]

2 انٹرویو جریدۃ ''عکاظ'' سے ماخوذ کچھ جھلکیاں:

١ دنیا اس وقت ہر طبقہ میں جدید طرز پر دعوت وارشاد کی ضرورت مند ہے اور ہر جگہ حکمت ودانائی اور بہترین اسلوب سے دعوت و تبلیغ کی ضرورت ہے اور یہ تبلیغ ایک فریضہ ہے۔

٢ اس وقت امتِ اسلامیہ کے لیے سب سے زیادہ خطرناک استعماری حملہ کفار کی ثقافتی یلغار ہے۔

[1] ملخصاً از انٹرویو مجلة المجلة، بحوالہ الإنجاز (ص: ٦٣٧۔ ٦٣٨)

③ عالمِ اسلام کی ہر طرح ترقی کا راز اور واحد ذریعہ شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ ہے۔
④ تصنیف و تالیف کے علاوہ ریڈیو، ٹی۔ وی اور صحافت بھی دعوت و تبلیغ کے انتہائی اہم ذرائع ہیں۔
⑤ مغربی ممالک وعادات کا گرویدہ ہونا اور ان کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنا ان کی یلغار اور ان کے خطرناک اسالیب میں سے ایک اسلوب ہے۔
⑥ مخربِ اخلاق نعروں اور مخربِ دین تحریکوں کا مقابلہ کرنا تمام علماءِ دین اور مسلم حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔
⑦ کامیاب داعی وہ ہے جو کتاب و سنّت کے دلائل کا حامل، دوسروں کی اذیت پر صبر کی دولت سے مالا مال اور دعوت و تبلیغ کے لیے ہر ممکن طریقہ سے کوشاں رہنے کے اوصاف سے مزیّن ہو۔[1]

③ انٹرویو مجلۃ ''الحرس الوطنی'' سے چند جھلکیاں:

① دعاۃ و مبلّغین پر واجب ہے کہ وہ توحیدِ الٰہی، اللہ کی اطاعت اور اتباع رسول ﷺ کی طرف دعوت دیں اور تمام گناہوں سے اجتناب کی تاکید کریں۔
② تمام مسلمانوں کو میری نصیحت ہے کہ وہ کتبِ تفسیر میں سے تفسیر ابن جریر الطبری، تفسیر ابن کثیر اور تفسیر بغوی، اور کتبِ عقیدہ میں سے: كتاب التوحيد، ثلاثة الأصول، كشف الشبهات للشيخ محمد بن عبد الوهاب، العقيدة الواسطية لشيخ الإسلام ابن تيمية و لمعة الاعتقاد لابن قدامة وشرح العقيدة الطحاويه لابن أبي العز۔
اور کتبِ حدیث میں سے: شرح أربعين امام نووی از امام ابن رجب، عمدة الأحكام للشيخ عبد الغني المقدسی اور بلوغ المرام

[1] ملخصاً از الإنجاز (ص: ٦٣٩۔ ٦٦٥)

للحافظ ابن حجر العسقلاني۔ اور اصولِ حدیث کی کتابوں میں سے: نخبة الفکر و شرحه نزهة النظر للشیخ ابن حجر عسقلاني اور روضة الناظر لابن قدامه۔ اور کتبِ فقہ میں سے: عمدة الفقه ابن قدامة، زاد المستقنع للحجاوی اور دلیل الطالب کو زیرِ مطالعہ رکھیں۔

۳ دیندار نوجوانوں کو اصولی (اصول پرست) اور رجعت پسند وغیرہ کے ناموں سے موسوم کرنا دراصل مغرب و مشرق کے عیسائیوں، یہودیوں اور کیمونسٹوں کی شرارت ہے جس کے ذریعے وہ دعوت اور دعاۃ کو بدنام کرنے کے درپے ہیں۔

۴ اخوان المسلمین (عربوں کی جماعت اسلامی) اور انصار السنۃ وغیرہ کسی بھی جماعت کے منہج اور کسی معیّن مذہب کا ہر چیز میں التزام نہیں کرنا چاہیے بلکہ صرف حق کا التزام کرنا چاہیے وہ چاہے کسی بھی جماعت اور مذہب کے ساتھ ہو۔ یَدُوْرُ مَعَ الْحَقِّ حَیْثُ دَارَ . ''حق کا ساتھ دیں وہ جہاں بھی ہو۔''

۵ کسی اسلامی ملک میں وارد ہونے والے سیاحوں اور زائرین پر زیادتی کرنا ہرگز جائز نہیں البتہ حکومت ان لوگوں کو ایسے امور کے علی الاعلان ارتکاب سے منع کرے جن کا اظہار جائز نہیں۔

عوام الناس ان سے کسی ایسی چیز کو دیکھیں تو ان کے خلاف حکومت کو مطلع کریں، خود قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔

۶ دعوت و تبلیغ فرضِ کفایہ ہے۔[1]

4 انٹرویو جریدة ''المسلمون'' سے چند جھلکیاں:

◇ ۱ اگر مسلمانوں کا ولیٔ امر (حاکم) اس میں مصلحت دیکھے تو دشمنوں (یہود و نصاریٰ اور مشرکین) کے ساتھ معاہدۂ صلح کرنا جائز ہے، وہ مطلق ہو یا کچھ

[1] الإنحاز (ص: ٦٦٦ ـ ٦٧٨)

عرصہ کے لیے جیسا کہ قرآن کی آیت:

﴿وَ اِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَهَا﴾ [الأنفال: ٦١]

''اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی صلح کی طرف جھک جائیں۔''

اور نبی کریم ﷺ کے مشرکینِ اہلِ مکہ سے دس سال کے لیے جنگ نہ کرنے کا معاہدۂ صلح کرنے اور کئی قبائل سے مطلق معاہدوں سے پتہ چلتا ہے۔ تفصیلات علامہ ابن القیّم کی کتاب "أحكام أهلِ الذمة" ان کے شیخ امام ابن تیمیہ اور دیگر اہل علم کی کتب میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

﴿۲﴾ مسلمان حکّام و امراء کے خلاف بغاوت کا انداز اپنا کر ملک میں فتنہ و فساد اور خوف و ہراس پیدا کرنا جائز نہیں۔ اگر کہیں کچھ منکرات کا ظہور ہو تو اولیاءِ امور کو حکمت کے ساتھ وعظ و نصیحت کرنا، خیر کے کاموں میں ان کا تعاون کرنا اور ان کے لیے دعاءِ خیر کرنا چاہیے تا کہ شر کی جڑیں کٹیں اور خیر عام ہو۔

﴿۳﴾ یہود و ہنود وغیرہ سے معاہدۂ صلح کا معنی یہ نہیں کہ معاہدۂ صلح کے بعد مسلمانوں پر لازم ہو جائے گا کہ وہ ان کے ساتھ دلی محبت و مودّت اور موالات کا رشتہ بھی قائم کریں، بلکہ یہ معاہدہ تو طرفین کے مابین صرف امن و امان اور معاملاتِ تجارت و سفارت وغیرہ کے لیے ہوگا۔

﴿۴﴾ غاصب کے ساتھ معاہدۂ صلح کا معنی یہ ہرگز نہیں ہے کہ جو اس نے غصب کیا ہے وہ اس کی مستقل ملکیّت بن جائے گا، یہ تو محض ایک محدود عرصہ کے لیے ملکیّت شمار ہوگا اور جیسے ہی معاہدہ ختم ہوا اور مسلمانوں کو اتنی قوت حاصل ہوئی کہ وہ غاصب سے اپنی مغصوب زمین واپس لے سکیں وہ واپس لے لیں گے۔ یہود و نصاریٰ اور مجوس کے سلسلہ میں یہی حکم ہے۔

﴿۵﴾ تحریکِ آزادیٔ فلسطین اور یہودیوں کے مابین صلح سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا

کہ تمام اسلامی ممالک یہودیوں سے بائیکاٹ ختم کردیں بلکہ ہر ملک اپنے ملک کی مصلحت وحساب سے چل سکتا ہے۔[1]

5 انٹرویو از معروف صحافی محمد وعیل:

یہ طویل انٹرویو انٹرنیٹ کے پانچ صفحات پر مشتمل ہے جس میں شیخ رحمہ اللہ نے بتایا ہے:

① میں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز حراج ابن قاسم (الریاض کا کئی میلوں پر محیط معروف نیلام گھر) میں بحیثیت سیلز مین کیا۔

② میرا بھائی محمد میرے ساتھ ہوتا تھا اور ہم بشتیں (عبائیں) اور دوسرے ملبوسات بیچتے تھے۔

③ اس کے بعد پھر علمی وعملی زندگی کا آغاز ہوا۔

میری عمر بھی آپ کو لگ جائے:

1 شیخ رحمہ اللہ کے مشیرِ خاص ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر بیان کرتے ہیں کہ ۱۴۰۶ھ میں چین کا پہلا سرکاری وفد حج پر آیا جو سات ممبران پر مشتمل تھا جن کا رئیس جامع ازہر (مصر) کا فاضل شخص تھا، شیخ اور دیگر حاضرین سے علیک سلیک کے بعد مجھے رئیسِ وفد نے پوچھا کہ شیخ ابن باز کون ہیں؟ میں نے کہا: وہ ہیں جن کو ابھی آپ سلام کرکے آئے ہیں۔ شیخ رحمہ اللہ کی سادگی کہ وہ یقین نہیں کررہے تھے۔ اور کہنے لگے کہ زندگی میں ایک تمنا ہے کہ شیخ ابن باز کو دیکھ لوں لہٰذا صحیح بتایئے کہ وہ کون ہیں؟ بار بار کی تاکید کے بعد انھیں یقین آیا، اتنے میں میں نے شیخ کو ان کی خواہش بتائی تو شیخ نے انھیں بلایا اور گلے سے لگایا جس پر وہ زار وقطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ ہم چین میں

---

[1] جریدة "المسلمون" شمارہ بابت جمعہ بتاریخ ۲۱/رجب ۱۴۱۵ھ و ۱۹/شعبان ۱۴۱۵ھ، الإنجاز (ص: ۳۶۰ تا ۳۸۰)

آپ کے بارے میں سنا کرتے تھے کہ آپ دنیا کے مسلمانوں کے غم خوار، امید کی کرن، ان کا دفاع کرنے والے اور نجات دلانے والے ہیں۔ پھر وفد کے ایک شخص نے کہا: شیخ! اللہ سے دعا کریں کہ وہ میری کل عمر میں سے دس سال آپ کو دے دے، یہ سن کر ان کے رئیس نے پھر پھوٹ پھوٹ کر رونا اور شیخ سے لپٹنا شروع کر دیا۔[1]

۲ شیخ صالح بن راشد لکھتے ہیں کہ شیخ سعد البریک نے ایک ثقہ شیخ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ روس کے حجاج میں سے ایک شخص منیٰ میں شیخ کی اقامت گاہ میں داخل ہوا اور شیخ کو دیکھ کر پوچھا: کیا آپ ہی شیخ عبدالعزیز ابن باز ہیں؟ شیخ نے انتہائی تواضع سے کہا: ہاں میں ہی عبدالعزیز بن باز ہوں۔ اس شخص نے شیخ کو سلام کیا، گلے لگایا، سر چوما اور کہا: اللہ کی قسم! میں دعائیں مانگا کرتا تھا کہ اللہ اس وقت تک مجھے موت نہ دے جب تک کہ میں آپ کو دیکھ نہ لوں۔[2]

مرض الموت اور آخری ایام:

شیخ رحمہ اللہ حسبِ عادت سعودی عرب کے موسمِ گرما کے دار الخلافۃ طائف میں اپنے فرائضِ منصبی اور روزانہ کے معمولات کی ادائیگی میں مصروف تھے کہ بیمار ہو گئے۔ انھیں علاج معالجہ کے لیے ملک سے باہر لیجانے کی کوششیں کی گئیں مگر وہ اس پر راضی نہ ہوئے۔ آخر شاہی حکم نیز اعلیٰ پیمانے کا ایک میڈیکل بورڈ تشکیل دیا گیا جو ان کے علاج پر مامور ہوا۔

علامہ رحمہ اللہ کے گھر کی ضروریات اور دیگر امور کی دیکھ ریکھ کرنے پر مامور یا

---

[1] مواقف مضیئة من حیاة الإمام ابن باز (ص: ۸۔ ۹) تالیف حمود بن عبد اللہ بن مطر، نیز کیسٹ: وانطفأ السراج.

[2] الإیجاز في سیرة و مؤلفات ابن باز (ص: ٤٧) مواقف مضیئة (ص: ۱۲۔ ۱۳)

ہاؤس مینجر حسین اسماعیل الدربخانی کہتے ہیں:

''شیخ رحمہ اللہ ہر سال حج وعمرہ کی سعادت سے شرف یاب ہوا کرتے تھے، صحت کی خرابی کی وجہ سے اور ڈاکٹروں کے سفرِ حج سے منع کر دینے کی بنا پر وفات سے قبل آنے والے حج ۱۴۱۹ھ پر نہ جا سکے جس سے زندگی کے آخری ایام میں بڑے غمگین رہتے تھے۔ بے شمار لوگ بھی اس سال ایامِ حج میں ان کے نہ ہونے پر پریشان تھے۔ بالآخر موسمِ حج کے ختم ہوتے ہی اصرار کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور دس دن وہاں رہے اور وہیں مرض میں اضافہ ہوگیا۔ وہاں سے انھیں الہدا ہسپتال طائف لے جایا گیا، وہاں چند دن زیرِ علاج رہے اور کافی حد تک صحت یاب ہوکر دوبارہ اپنے معمولات کے لیے چل پڑے مگر مرض کے آثار باقی تھے بلکہ کچھ عرصہ سے بھوک لگنا بہت کم ہوگیا تھا۔ اور یہ سلسلہ کوئی دو ماہ تک جاری رہا تھا۔''

شیخ کے مشیرِ خاص شیخ عبدالعزیز بن ناصر ابن باز کہتے ہیں:

''بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب ۲۷/۱/۱۴۲۰ھ آپ حسبِ معمول مصروفِ عمل تھے۔ اسی شب کے شروع میں آپ پر کتنے ہی ضروری امور اور کیس پیش کیے گئے جنھیں آپ نے نپٹایا، ساتھ ہی ساتھ ٹیلیفون پر لوگوں کے سوالات کے جوابات بھی دیتے رہے، پھر آپ گھر میں چلے گئے اور کھانا کھایا، اپنے بچوں میں بیٹھے اور اس رات جو سب سے آخری فتویٰ صادر فرمایا وہ طلاق کے معاملہ میں تھا جو کسی کورٹ سے کسی قاضی کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔''[1]

[1] ملحق جريدة المدينة المنورة الأربعاء ١٤٢٠/٢/٤هـ، كتاب الشيخ ابن باز لندوة الشباب (ص: ١٩)

شیخ کے فتاویٰ کے مرتب و جامع ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر کہتے ہیں:
''شیخ کو بظاہر کوئی خاص تکلیف نہیں تھی، نقاہت تھی جس کی وجہ سے مسجد الحلوانی میں نماز باجماعت میں شریک نہیں ہو پا رہے تھے۔ نقاہت و کمزوری کے باوجود حافظہ اور عقل و دماغ بالکل صحیح کام کر رہے تھے۔ اس رات اچانک دل کا دورہ پڑا اور دنیائے عالم میں اندھیرا چھا گیا۔''[1]
شیخ رحمہ اللہ کے صاحبزادے شیخ عبدالرحمٰن بن باز کہتے ہیں:
''رات گزری اور سحری کے وقت ساڑھے چار بجے آپ پر مرض کا شدید حملہ ہوا، آپ کو فوراً شاہ فہد ہسپتال طائف میں لیجایا جا رہا تھا کہ راستے میں ہی درحقیقت اپنے خالق کے حکم پر لبیک کہہ گئے۔ ہسپتال والوں نے خصوصی نگہداشت کے وارڈ میں داخل کیا مگر فجر کے وقت پانچ بجے آخری سانسیں بھی ٹوٹ گئیں۔''[2]
شیخ کے دوسرے صاحبزادے شیخ احمد بن عبدالعزیز بن باز عظیم باپ کی زندگی کے آخری لمحات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:
''رات کا کھانا کھایا، گھر والوں سے ملے، دو گھنٹے کے لیے سو گئے، رات ڈیڑھ بجے دیکھا تو جانماز پر بیٹھے پایا، شیخ تہجد کے بڑے پابند تھے۔ مجھے سو جانے کی ہدایت کی اور پھر لیٹ گئے۔ رات تقریباً ساڑھے تین بجے والدہ نے دیکھا کہ آپ مسکرا رہے ہیں لیکن بلانے پر جواب نہیں دیا تو انھوں نے مجھے بلایا، دیکھا کہ سانسیں غیر طبعی

---

1. جریدۃ الاقتصادیۃ، جمعہ ۱۴/ مئی ۱۹۹۹ء (شمارہ: ۲۰۶۰) الشیخ ابن باز، (ص: ۱۹۔ ۲۰) روزنامہ عکاظ جمعہ ۲۸/ محرم ۱۴۲۰ھ)
2. الشیخ ابن باز (ص: ۲۰) جریدۃ الشرق الأوسط (شمارہ: ۷۴۷۲۰) جریدۃ الریاض ھفتہ ۲۹/۱/۱۴۲۰ھ (شمارہ: ۱۱۲۸۲)

طریقے سے چل رہی ہیں، ڈاکٹر کو بلوایا، ہسپتال لے گئے۔ مصنوعی طریقے سے سانسیں جاری رکھنے کی کوششیں کی گئیں لیکن اللہ کا حکم نافذ ہو چکا تھا اور اسی رات آپ وفات پا گئے۔"[1]

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کا تعزیتی پیغام:

سعودی وزراء کے کیبنٹ کے اجلاس مؤرخہ ۲/ صفر ۱۴۲۰ھ کے صدارتی خطاب میں شاہ فہد نے سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ کا بطورِ خاص تذکرہ کیا اور فرمایا:

"سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز جنھوں نے اپنی زندگی علم کی نشر و اشاعت، دینِ اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کر رکھی تھی، ان کی وفاتِ حسرت آیات اس امّتِ اسلامیہ کے ان تمام افراد کے لیے ایک "نا قابلِ تلافی نقصان" ہے جو ان کے علم و فضل سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ وہ بے شمار صفاتِ حمیدہ کے مالک تھے، انھوں نے اپنی تمام تر عمدہ صلاحیتیں اور محنتیں علم کے میدان میں صرف کر دیں، اسلام، اسلامی دعوت و تبلیغ اور شرعی علوم کی نشر و اشاعت کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ انھیں اپنی وسیع رحمتوں کی آغوش میں ڈھانپ لے اور انھیں جنت مقام کرے۔"[2]

خادم الحرمین الشریفین
شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود

---

1. ہفت روزہ الدعوۃ ۱۲/ صفر ۱۴۲۰ھ، ۲۲/ مئی ۱۹۹۹ء ماہنامہ محدّث بنارس (جلد: ۱۷، شمارہ: ۱۰) جمادی الآخر ۱۴۲۰ھ، اکتوبر ۱۹۹۹ء)
2. إمام العصر للزهراني (ص: ١ و ١٦٧، ١٦٨)

شاہی دیوان کا اعلانِ وفات وتعزیت

بروز جمعرات بمطابق ۲۷/محرم ۱۴۲۰ھ کو سعودی عرب کے مفتیٔ اعظم، کبار علماء بورڈ کے صدر بحوثِ علمیہ وافتاء کے اداروں کے سربراہ اور رابطۂ عالم اسلامی کی تاسیسی کمیٹی کے رئیس سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز ۸۹ سال سے زیادہ کی عمر گزار کر ایک بیماری کے نتیجہ میں وفات پاگئے۔ ان کی نمازِ جنازہ حرمِ مکی میں نمازِ جمعہ کے بعد ادا کی جائے گی، خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد نے فرمایا ہے کہ ان کی غائبانہ نماز جنازہ مسجدِ نبوی مدینہ منورہ اور سارے سعودی عرب کی تمام جامع مساجد میں نماز جمعہ کے بعد ادا کی جائے گی، ان شاء اللہ۔

سماحۃ الشیخ کی وفات سے مسلمان ایک عظیم خسارہ میں مبتلا ہوگئے ہیں، وہ ان کے جانے سے ایک ایسے عالمِ جلیل کو کھوہ بیٹھے ہیں جس نے اپنی پوری زندگی کو علم واسلام اور ساری دنیا کے تمام ممالک کے مسلمانوں کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

خادم الحرمین الشریفین، ان کے ولی عہدِ امین اور ان کے نائب ثانی جہاں فقیدِ امّت کے خاندان، پورے سعودی عوام اور پورے عالمِ اسلامی کے ساتھ اظہارِ تعزیت کرتے ہیں وہیں اللہ جلّ وعلا سے دعا گو ہیں کہ وہ انھیں کروٹ کروٹ رحمتوں سے نوازے، ان کی مغفرت فرمائے، انھیں جنت مقام بنائے اور شہداء کی منزل عطا کرے، وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ اللہ کی قضاء وقدر پر ہر قسم کی تعریف اسی کے لیے ہے۔[1] اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

[1] جريدة المدينة (نمبر: ٢٨ محرم ١٤٢٠هـ) الشيخ ابن باز للندوة العالمية ←

سفرِ آخرت کا آنکھوں دیکھا حال:

ڈاکٹر ناصر زہرانی کہتے ہیں:

''بروز جمعرات ۲۷ محرم ۱۴۲۰ھ نمازِ فجر سے قبل طائف شہر میں آپ نے وفات پائی۔ وہاں سے آپ کی میت جمعہ کی صبح کو ان کے گھر مکہ مکرمہ لے جائی گئی جہاں انھیں غسل اور کفن دیا گیا، غسل و تکفین کے بعد جنازہ مسجد حرام (خانہ کعبہ) لے جایا گیا، جہاں سعودیہ کے کونے کونے بلکہ دنیا کے ملک ملک سے لوگ جمعہ و جنازہ پڑھنے کے لیے جمع تھے۔''

جریدۃ المدینہ اور صاحبِ ''امام العصر'' لکھتے ہیں:

''خطبۂ جمعہ میں امام وخطیبِ حرم معالی الشیخ محمد بن عبداللہ السبیّل نے خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا: آج امّتِ اسلامیہ ایک عظیم حادثۂ فاجعہ سے دوچار ہوگئی ہے اور وہ حادثہ، عالمِ امّت اور دور حاضر کے امام اہلِ سنّت علامۂ زمان، فقیہِ دوراں، بطلِ جلیل ومجاہدِ عظیم سماحۃ العلامۃ الجلیل عبدالعزیز بن باز کی وفات کا حادثہ ہے۔''

یہ کلمات سنتے ہی لوگوں کی چیخیں نکلنے لگیں، کئی دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور لوگوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں۔ نماز مکمل ہوئی سلام پھرنے کے بعد مؤذن نے پکار کر کہا:

''اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی سَمَاحَۃِ الشَّیْخِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ بَازٍ یَرْحَمُکُمُ اللّٰہ''

''اب سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔''

اس وقت جنازہ کے لیے قریب ہونے اور جنازے کو کندھا دینے کی تمنا پورا ہونے کی امید پر لوگوں میں عجیب کھلبلی تھی کہ قلم وہ نقشہ کھینچنے سے قاصر ہے۔

← للشباب (ص: ۲۸ ـ ۲۹) ومحدّث بنارس وغیرہ.

کم وبیش دوملین (۲۰ لاکھ) لوگ تھے جنھیں سینکڑوں فوجی دستے کنٹرول کررہے تھے، حرم شریف کے دروازے سے گاڑی رینگنے لگی، مسجدِ حرام سے لیکر تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلہ تک لوگوں کا یہی عالَم تھا، پھر کچھ ازدحام کم ہونا شروع ہوا اور میّت والی گاڑی نے مقبرۃ العدل کی طرف کچھ چلنا شروع کیا، جوکہ مسجد حرام سے چار یا پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، لوگ قبرستان (مقبرۃ العدل) کی طرف اس انداز سے بڑھے چلے آرہے تھے کہ میں نے مناسکِ حج کے لیے مشاعرِ مقدسہ منیٰ و عرفات اور مزدلفہ کی طرف جانے والوں کے علاوہ کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا۔

میّت والی گاڑی میں میرے علاوہ شیخ رحمہ اللہ کا صاحبزادہ شیخ احمد بن باز آنسوؤں میں نہایا ہوا تھا۔ شیخ کے مرافقِ خاص اور ان کی ذاتی لائبریری کے انچارج شیخ صلاح عثمان سوڈانی تھے، جن کی حالت کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ طائف میں جب انھوں نے شیخ کی وفات کی خبر سنی تو وہ غش کھا کر گر گئے حتیٰ کہ انھیں طائف کے الہدا ہسپتال کے خصوصی نگہداشت کے شعبہ میں داخل کروانا پڑا۔ اب بھی ان کی عجیب حالت تھی۔ جنازے والی گاڑی کا ڈرائیور محمد سیلانی تھا جوکہ ملازم تھا نہ مرافق، نہ تنخواہ نہ وظیفہ لیکن مکہ و طائف میں شیخ کا اور اس کا اتنا ساتھ کہ شاید و باید۔

قبرستان پہنچنے پر گاڑی کا دروازہ کھولنے والے صوبۂ مکہ مکرمہ کے گورنر پرنس ماجد بن عبدالعزیز آل سعود تھے اور ان کی معیّت میں نائب گورنر پرنس سعود بن عبدالمحسن اور پرنس متعب بن عبدالعزیز آل سعود بھی تھے۔

تدفین کے بعد سماحۃ الشیخ کے صاحبزادے پرنس ماجد کے ساتھ شاہی محل میں چلے گئے جہاں کنگ فہد نے انھیں دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا ہوا تھا۔ شاہ فہد نے شیخ کے صاحبزادوں کا اپنے محل میں استقبال کیا اور ان سے امتِ اسلامیہ کے عظیم سپوت اور ان کے عظیم والد کی وفات پر تعزیت کی۔

ادھر شیخ کے گھر (مکہ مکرمہ) میں تعزیت کے لیے آنے والی خلق کا جمِ غفیر دیدنی تھا۔ ہر طبقے، ہر نسل، ہر رنگ، ہر زبان، ہر علاقے اور تقریباً ہر ملک کے لوگ جمع تھے، شہزاد ...، وزراء، علماء، طلبہ، سردا ان قبائل، فقراء و مساکین، کالے گورے، عرب و عجم اور چھوٹے بڑے لا تعداد لوگ جمع تھے، دوسرے دن طائف میں شیخ کے گھر تعزیت تھی اور تیسرے دن الریاض میں ان کے گھر تعزیت کے لیے لوگ جمع ہوئے۔"[1]

بقول شیخ عبدالرحمٰن بن باز والشیخ عبدالعزیز صالح العسکر:

شیخ کی خبرِ وفات تو جمعرات کی نمازِ فجر سے شروع ہوئی اور ٹیلیفون کے ذریعے جنگل میں آگ کی طرح سعودیہ میں ہی نہیں دنیا بھر میں پھیل گئی لیکن دوپہر تین بجے شاہی محل سے شاہی بیان جاری ہوا جس میں شیخ کی وفات کا باقاعدہ اعلان کیا گیا اور بتایا گیا کہ کل نمازِ جمعہ کے بعد حرمِ مکی میں جنازہ ہوگا۔

فقید الامت کے جنازہ کے دو ملین سے زیادہ شرکاء میں سے خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود اور سعودی عرب کے ولی عہد پرنس (موجودہ حاکم خادم الحرمین الشریفین) شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز آل سعود کے علاوہ بے شمار علماء اور شہزادے بھی شامل تھے۔

شیخ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن بن باز کے بقول انھیں غسل دینے والے کئی علماء تھے جن میں سے شیخ عبدالرحمٰن الغیث، شیخ عبداللہ الحمود اور شیخ یوسف الحارثی بھی تھے۔ غسل و تکفین اور جنازہ کے بعد انھیں مقبرۃ العدل میں سپردِ خاک کیا گیا۔

یہ مقبرۃ العدل مکہ مکرمہ کا وہ قبرستان ہے جس میں پہلے معروف قاری و امامِ حرم شیخ عبداللہ الخلیفی، امامِ حرم شیخ عبداللہ الخیاط، رئیس شئون الحرمین الشریفین و رئیس

[1] مختصراً از إمام العصر للزهراني (ص: ٢٤٥- ٢٥٨) جريدة المدينة (شماره: ١٣١٧٤)

مجلس القضاء الاعلیٰ شیخ عبد اللہ بن حمید، معروف عالم شیخ حافظ الحکمی اور شیخ صالح العراقی دفن ہوئے ہیں اور سماحۃ الشیخ کی قبر کے ساتھ ہی اسی مقبرہ میں معروف مصری عالم شیخ علی الطنطاوی (متوفی ۴/۳/۱۴۲۰ھ) کو بھی دفن کیا گیا ہے۔[1] رَحِمَهُمُ اللّٰهُ

مختلف ممالک کے علماء اور امراء و وزراء کے تعزیتی بیانات اور غائبانہ نمازِ جنازہ:

پورے عالم خصوصاً عالمِ اسلامی کے تمام لیڈروں، امراء و وزراء، علماء اور دعوتی و تبلیغی اداروں کی طرف سے اور بین الاقوامی نیوز ایجنسیوں، ریڈیو اور ٹیلیویژن اسٹیشنوں کی طرف سے اور روزنامہ و ہفت وار اور ماہنامہ جرائد و مجلّات اور اخبارات میں شیخ کے بارے میں بہت کچھ کہا، لکھا اور پیش کیا گیا ہے۔ شاہ فہد، پرنس عبد اللہ ولی عہد (موجودہ حاکم) اور پرنس سلطان نائب ثانی و وزیر دفاع (موجودہ ولی عہد و نائب حاکم) کا بیان ذکر ہو چکا ہے۔ اب ہم یہاں سعودی عرب کے علاوہ دیگر ممالک کے جرائد و مجلّات کے حوالے سے کچھ اہلِ علم اور حکّام و امراء و وزراء کے بیانات کی طرف مختصر اشارات پر اکتفاء کر رہے ہیں۔

(1) کویت:

کویت کی مختلف جامع مساجد میں نمازِ جمعہ کے بعد ان کا جنازہ غائبانہ ادا کیا گیا اور خطباء نے شیخ کی دینی و رفاہی خدماتِ جلیلۃ کا تذکرہ کیا۔ کویت کی مساجد کے علاوہ وہاں کے جرائد و مجلّات کی اخباری رپورٹوں اور اخبارات کے پہلے صفحات کی شہ سرخیوں میں شیخ کی وفات و خدمات کا تذکرہ ہوا۔

(1) کویت کے امیر اور ولی عہد نے خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد، ان کے ولی عہد امیر عبد اللہ (موجودہ حاکم) اور خاندانِ ابنِ باز کے نام تعزیتی برقیے

---

[1] من أعلامنا للعسكر (ص: ٦٢) كتاب الشيخ ابن باز لندوة الشباب، جريدة الشرق الاوسط (شماره: ٧٤٧٢) جريدة الرياض هفته ٢٩ / ١/ ١٤٢٠هـ (شماره: ١١٢٨٢)

ارسال کیے۔ اور عبدالحمید المطوّع (ممبر مجلس المنطقہ الشرقیہ) نے طویل تعزیتی پیغام میں شیخ کی خدمات کو سراہا۔ ❶

② روزنامہ "الرأي العام" نے تو شیخ کی وفات کو "پوری دنیا کے مسلمانوں کا نقصان" قرار دیا کیونکہ وہ تمام مسلمانوں کے لیے مرجع و آماجگاہ تھے۔

③ جمعیّت الاصلاح کے رئیس عبداللہ المطوّع نے کہا کہ شیخ کی وفات سے عالمِ اسلام ایک ایسے صاحبِ علم سے محروم ہوگیا ہے جس نے اپنے آپ کو علم وفتویٰ اور دوسروں کی خیر خواہی کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ ❷

④ کویت کے وزیرِ امور اسلامیہ احمد الکلیب نے سعودی روزنامہ الریاض سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سماحۃ الشیخ کی سب سے قیمتی وراثت ان کے فتوے ہیں۔ ان کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا پر ہونا بظاہر ناممکن لگتا ہے۔ انھوں نے شاہ فہد، مرحوم کے خاندان اور پوری امّت اسلامیہ سے تعزیت کی۔ ❸

2 مصر:

① دنیا کی معروف وقدیم مصری یونیورسٹی کے سربراہ شیخ الأزہر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی نے خطبۂ جمعہ میں شیخ کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ الحاد کے راستے میں ایک "ناقابلِ تسخیر دیوار" تھے اور انھیں 'مجدّد دینِ دین' میں سے قرار دیا۔ نمازِ جمعہ کے بعد شیخ الأزہر نے ان کی غائبانہ جنازہ کی امامت بھی کروائی۔

② اسی طرح قاہرہ کی دوسری اہم مسجدِ امام حسین کے امام وخطیب شیخ احمد

❶ إمام العصر (ص: ٤٨٣۔ ٤٨٥)

❷ جريدة الشرق الأوسط، اتوار ١٦/ ٥/ ١٩٩٩ء (شمارہ: ٧٤٧٤) الشيخ ابن باز للندوة (ص: ٣١) إمام العصر (ص: ٤٨٣۔ ٤٨٤)

❸ جريدة الرياض اتوار يكم صفر ١٤٢٠ھ (شمارہ: ١١٢٨٣)

فرحات نے بھی ممدوح کی خدمات کا تذکرہ کیا۔[1]

③ الاخوان المسلمون کے مرشد عمومی (صدر) شیخ مصطفیٰ مشہور نے ''المجتمع'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سماحۃ الشیخ نے کلمہ حق کہنے، سنتِ مطہرہ کا دفاع کرنے اور ملحدین کے شبہات کا رد کرنے میں کبھی کوئی دقیقہ بھی فروگزاشت نہیں کیا۔ ان کی وفات صرف سعودی عرب کا نہیں بلکہ کرۂ ارضی کے تمام مسلمانوں کا نقصان ہے۔[2]

④ قاہرہ کی مسجد عَمرو بن العاص میں بھی شیخ رحمہ اللہ کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔

⑤ وزارتِ اوقاف کے سابق وکیل اور مسجدِ الفتح کے رئیس مجلس الادارہ شیخ منصور الرفاعی نے شیخ کی خدمات پر مسجد میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کیا اور ان کی خدماتِ جلیلہ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔[3]

③ اردن:

① اردن کی بکثرت مساجد میں مرحوم کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔

② ڈاکٹر عبد اللطیف عربیات (سابق چیئر مین قومی اسمبلی اور حزب جبهة العمل الاسلامی کے سیکرٹری جنرل) نے شیخ کی خدمات کو سراہتے ہوئے جریدۃ الشرق الاوسط سے کہا کہ وہ بذل وعطاء میں مَثَلِ اعلیٰ، مفکرینِ اسلام کے قائدین میں سے اور امت کے منارۂ نور تھے۔ ان جیسے فتویٰ و دعوت اور عملِ اسلامی کے قائدین کی وفات بلا شبہ پوری امت کا ناقابلِ تلافی نقصان ہوتا ہے۔[4]

---

[1] الشرق الأوسط أيضاً، الشيخ ابن باز (ص: ٣٤) إمام العصر (ص: ٤٨٦۔ ٤٨٧)

[2] مجلة المجتمع (شمارہ: ۱۳۵۰) بابت ۳/صفر ۱۴۲۰ھ، ۱۸/مئی ۱۹۹۹ء، امام العصر (ص: ۴۸۸)

[3] إمام العصر (ص: ٤٨٧)

[4] جريدة الشرق الأوسط، اتوار ۱۶/مئی ۱۹۹۹ء (شمارہ: ۷۴۷۴) الشيخ ابن باز (ص: ٣٦) إمام العصر (ص: ٤٨٨۔ ٤٨٩)

(4) فلسطین:

◈ فلسطین کے دعوت و ارشاد سے متعلقہ قائدین نے شیخ کی وفات پر شاہ فہد، سعودی حکومت اور سعودی عوام کے نام تعزیتی ٹیلی گرام ارسال کیے۔

◈ اس وقت کے وزیر امورِ اسلامیہ ڈاکٹر عبدالمحسن الترکی کے نام بھیجے جانے والے برقیہ میں شیخ کے سلفی منہج اور احادیث و آثار کے اتباع کے طریقۂ کار کو خوب سراہا گیا۔[1]

(5) سوڈان:

سوڈان کے مشہور اخبار ''الخرطوم'' کے چیف ایڈیٹر نے تعزیتی شذرہ لکھا۔ اپنے اور سوڈانی عوام کے رنج و غم کے اظہار کے ساتھ شیخ کو عابد و فقیہ اور باطل افکار و نظریات کے سامنے چٹان قرار دیا اور کہا کہ سلفِ صالحین کے منہج کو انھوں نے لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کر دیا اور ان کی محنتوں سے اس منہج کے تمام ہونے جانے کی امید کی کرنیں صاف نظر آنے لگی تھیں۔[2]

(6) قطر:

قطر کی یونیورسٹی میں مرکز بحوث السنۃ والسیرۃ کے رئیس اور عالمِ اسلام کے معروف عالم ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے کہا:

''آج امت نے آسمانِ علم کے ایک روشن ستارے، جزیرۂ عرب کے علامہ، علم کے پہاڑ، فقہ کے بحرِ بے کراں، امامِ ہدایت، ستونِ دین

[1] جریدۃ الجزیرۃ، منگل ۳؍صفر ۱۴۲۰ھ، ۱۸؍مئی ۱۹۹۹ء (شمارہ: ۹۷۲۸) کتاب الشیخ ابنِ باز (ص: ۳۹)

[2] حوالہ جات سابقہ از جریدۃ الجزیرۃ و کتاب الشیخ ابن باز۔

اور رکنِ امّت کو الوداع کیا ہے۔ لوگ ان سے مل کر، فون کر کے، خط و کتابت سے، ان کے ریڈیو پروگراموں سے، ان کے اخباری مضامین و پیغامات سے، ان کے کیسٹوں سے اور ان کی کتب و رسائل اور فتاویٰ کے ذریعے مستفید ہوتے تھے۔‘‘

وہ فتویٰ، بحوثِ اسلامیہ اور دعوت وارشاد کے رئیس بدرجۂ وزیر رہے، کبار العلماء کے رئیس تھے، وہ رابطہ عالم اسلامی کی تاسیسی کمیٹی کے صدر تھے۔ مساجد کی عالمی مجلس کے چیئرمین اور فقہ اکیڈمی کے ڈائریکٹر جنرل تھے، وہ مفتیٔ اعظم تھے۔ سالہا سال مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور چانسلر رہے۔ اتنے بڑے بڑے مناصب پر رہے مگر لوگوں سے کبھی نہیں کٹے، پہرے دار اور سکیورٹی بٹھا کر اپنے آپ کو کبھی اس برج و قلعہ یا صومعہ میں بند نہیں کیا بلکہ ان کا دل، گھر، لائبریری ہر چیز ہر حاجت مند مسلمان کے لیے کھلی رہی۔ [1]

(7) بحرین:

بحرین کی وزارتِ عدل و امورِ اسلامیہ نے ایک بیان جاری کیا جس میں کہا گیا کہ شیخ ابن باز کے فقدان سے امتِ اسلامیہ نے ’’عالم اسلام کا ایک سنگ میل‘‘ کھو دیا ہے اور وزارت نے اعلان کیا کہ نمازِ جمعہ کے بعد بحرین کی تمام جامع مساجد میں شیخ کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔ [2]

---

1. الشیخ ابن باز للندوۃ العالمیہ (ص: ٤١۔ ٤٢) جریدۃ الشرق، جمعہ ۱۴ مئی ۱۹۹۹ء (شمارہ: ۲۷۴۷)
2. الشیخ ابن باز (ص: ٤٣) جریدۃ البلاد، ہفتہ ۲۹ محرم ۱۴۲۰ھ، ۱۵ مئی ۱۹۹۹ھ، جلد ۶۹ (شمارہ: ۱۵۶۹۳۹)

8 پاکستان:

پاکستان سے کئی شخصیات اور اداروں کی طرف سے تعزیت کے تار بھیجے گئے جن میں اس بات کا اظہار کیا گیا کہ مرحوم صرف سعودی عرب کے ہی مفتیٔ اعظم نہیں تھے بلکہ وہ تو پورے عالمِ اسلام کے مفتیٔ اعظم تھے۔ جمعیّتِ اہلحدیث اور جماعتِ اسلامی کے قائدین کے تعزیتی بیانات خاص طور پر سعودی اخبارات میں نمایاں طور پر شائع کیے گئے جن میں شیخ کی دینی و علمی اور اصلاحی و رفاہی خدمات کو خوب سراہا گیا۔[1]

9 ہندوستان:

سعودی وزیرِ امور اسلامیہ واوقاف اور دعوت و ارشاد ڈاکٹر الترکی کے نام ہندوستان میں کام کرنے والے متعدد دعاۃ و مبلّغین کے تعزیتی تار آئے جن میں شیخ رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات پر اپنے رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔[2]

10 فرانس:

فرانس میں اسلامی جمعیتوں کے اتحاد کے صدر الحاج التھامی ابریز نے روزنامہ الریاض کے نمائندہ سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے حزن و ملال کے اظہار کے ساتھ ساتھ کہا کہ وہ ''علمِ شریعت میں فرید'' تھے۔ جیسے ہی اخبارات و جرائد اور ریڈیو ٹیلویژن اسٹیشنوں کے ذریعے ان کی وفات کی خبر ملی ہم نے بھی فرانس میں اتحاد کے تابع مساجد میں نمازِ جمعہ کے بعد شیخ کی نمازِ جنازہ کا اعلان کردیا۔ پیرس کی جامع شاہ عبدالعزیز آل سعود کے امام وخطیب شیخ مختار نے خطبۂ جمعہ میں شیخ رحمہ اللہ

---

1. كتاب الشيخ ابن باز (ص: ٤٥) جريدة اليوم، اتوار ۸/صفر ۱۴۲۰ھ، ۲۳/مئی ۱۹۹۹ء (شمارہ: ۹۴۷۳)
2. كتاب الشيخ ابن باز (ص: ٤٤) جريدة المدينه، پیر ۲/صفر ۱۴۲۰ھ، (شمارہ: ۱۳۱۷۶)

سے اپنے پرانے اور گہرے مراسم کے حوالہ سے ان کی خدماتِ جلیلہ کو خوب سراہا اور انھیں ''فقیدِ امّت'' قرار دیا۔❶

⑪ آسٹریلیا:

آسٹریلیا کی جمعیت الھدایہ الاسلامیہ کے صدر شیخ حسان الوفائی نے اپنے تعزیتی تار میں شیخ کی وفات کو علم وعلماء کا ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا۔❷

⑫ مالی:

مالی کے ریڈیو قرآن وسنّت اور رابطہ الدعاۃ کے ممبروں نے ڈاکٹر عبد اللہ الترکی کے نام برقیہ وبیان میں شیخ کو صحیح اسلامی دعوت کا قائد ورائد قرار دیا۔❸

خوابیں اور مبشّرات:

شیخ رحمہ اللہ کی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل اور بعد بعض نیک وپاکباز اور ثقہ لوگوں نے ایسے خواب دیکھے جن میں سے بعض کی تعبیر میں شیخ رحمہ اللہ کو ''سنّتِ رسول ﷺ کا چلتا پھرتا نمونہ'' بلکہ ''امامِ اہلِ سنّت'' قرار دیا گیا۔ بعض میں ان کی وفات کا وقت آن پہنچنے کے اشارے ہیں، بعض میں ان کا اللہ کے یہاں صدیقوں میں شمار ہونے اور جنت میں عالی شان محل ملنے کا بشارتیں اور بعض میں شیخ کو وہ اللہ والا بتایا گیا ہے جو ''لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ'' کا مصداق ہوتے ہیں یعنی ''وہ اگر اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اسے سچا کر دے۔''❹

❶ الشيخ ابن باز (ص: ٣٧) جريدة الرياض، اتوار یکم صفر ۱۴۲۰ھ، ۱۶/ مئی ۱۹۹۹ء، (شمارہ: ۱۱۲۸۳، جلد: ۳۶)

❷ الشيخ ابن باز (ص: ٤٧) جريدة اليوم، اتوار ۸/ صفر ۱۴۲۰ھ، ۲۳/ مئی ۱۹۹۹ء، (شمارہ: ۹۴۷۳)

❸ الشيخ ابن باز (ص: ٤٦) جريدة اليوم، اتوار ۸/ صفر ۱۴۲۰ھ، ۲۳/ مئی ۱۹۹۹ء، (شمارہ: ۹۴۷۳)

❹ گیارہ خواب ومبشرات، تفصیل کے لیے دیکھیے: کتاب الدرر الذهبيه من عيون ←

شیخ کی عام وصیت کا ایک حصہ:

''میں اپنے تمام مسلمان بھائیوں کو وصیّت کرتا ہوں کہ وہ دین کا علم وتفقہ حاصل کریں، علم کے حلقوں اور دروس میں حاضری دیا کریں اور علماء کرام سے سوال کرتے اور رابطہ رکھا کریں۔''

آگے شیخ رحمہ اللہ نے حصولِ علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے دو حدیثیں بھی ذکر کیں اور پھر کہا:

''علم حاصل کرنا اہم ترین امور میں سے ایک ہے۔''[1]

شیخ کی شان میں کہے گئے شعری قصائد کے بارے میں شیخ کا رویہ:

شیخ محمد المجذوب کی کتاب "علماء ومفکرون عرفتهم" سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ ابن باز ایامِ شباب میں خود بھی بڑے خوبصورت شعر کہا کرتے تھے۔ ان کے پاس ایک شاعر کا سا بہترین ملکہ تھا اور وہ دوسروں سے شعر سنتے اور حقائق پر مبنی اشعار کہنے والوں کی تعریف بھی کیا کرتے تھے لیکن بعد میں آپ نے تمام تر توجہ علمِ دین کی طرف مبذول کردی اور شعر وشاعری ترک کردی۔[2]

دوسرے لوگوں نے خود شیخ ابنِ باز کے بارے میں بھی قصائد کہے لیکن آپ کی زندگی میں آپ کی شان میں کہے گئے قصائد کی تعداد بہت کم ہے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی شان میں کہے گئے مرثیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس کا

← القصص البازية، عبد الرحمن الرحمة (ص: ٩٠- ٩٦) نیز کیسٹ: لقاء مع أعيان طلبة العلم في الدلم.

[1] مجموع فتاویٰ ومقالات (٣/ ٢٨٦، طبع جمعیّت تحفیظ القرآن الكريم) نیز دیکھیے: من أقوال سماحة الشيخ ابن باز في الدعوة تاليف زياد بن محمد السودان (ص: ١١٥- ١١٦ طبع دار الوطن الرياض ١٤١٣ھ)

[2] بحواله الممتاز (ص: ٨٠)

سبب فقط یہ ہے کہ وہ اپنی مدح سرائی، چاپلوسی اور تعریف وستائش کو قطعاً پسند نہیں کرتے تھے، حتیٰ کہ بعض شعراء نے آپ کی مجلس میں آپ کی شان میں اگر قصیدہ کہنا بھی شروع کیا تو بار بار استغفار اور "لا حول ولا قوة إلاّ بالله" پڑھتے تھے اور پچاس میں سے صرف سات اشعار ہی پڑھے تو اسے روک دیا اور پوچھا کہ کیا تم اسے الدعوۃ میں شائع کرنا چاہتے ہو؟ اس سے جب ہاں میں جواب ملا تو سختی سے منع کر دیا اور فرمایا کہ اس قصیدہ کو پھاڑ ڈالو۔[1]

بعض شعراء نے اپنے قصائد "الدعوۃ" میں شائع کروانے کے لیے کار پردازوں کی سفارشیں بھی کروائیں مگر آپ نے ان قصائد کو شائع کرنے سے منع کر دیا اور بعض شعراء و علماء (ڈاکٹر تقی الدین ہلالی رحمہ اللہ) نے اپنے قصائد بنارس کے مجلۃ الجامعۃ السلفیۃ (سابقاً، شمارہ: ۹ وصوت الأمۃ حالیاً) میں شائع بھی کروائے تو اطلاع پانے کے بعد اس پرچہ میں اپنی عدم رضا مندی بھی شائع کروالی، انکار پر مشتمل تفصیلی خط الدرر الذهبیه (ص:۱۶۔۱۷) میں بھی مذکور ہے۔

آپ کی شان میں کہے گئے قصائد:

① قصیدہ ابو ہلالہ (۳۸) أشعار۔
② قصیدہ ڈاکٹر محمد تقی الدین ہلالی بعنوان: امام الہدیٰ بتاریخ یکم رشعبان ۱۳۹۷ھ یہ قصیدہ سماحۃ الشیخ کے گھر پر کہا گیا، (۴۵) أشعار۔
③ قصیدۃ الشیخ عایض القرنی بعنوان: ثناء و تبجیل (۵۰) أشعار۔
④ قصیدۃ الشاعر معالی استاذ حسین عرب سابق وزیر حج سعودی عرب (۲۴) أشعار۔
⑤ قصیدۃ ڈاکٹر ناصر بن مسفر الزہرانی بعنوان: موجز أنباء البازیة (۱۷) أشعار۔
⑥ قصیدۃ ثانیۃ از ڈاکٹر زہرانی أیضاً بعنوان: بازیة الدهر (۸۳) أشعار۔

[1] مقاله شیخ فهد البكران في كتاب إمام العصر للزهراني (ص: ٧٤، ٧٧) الدرر الذهبیه (ص: ١٥) و مجلة الدعوة (شماره: ١٦٩٣)

یہ قصیدۃ ۲۷ ر۱۲ ر۱۴۱۴ھ کو اس وقت کہا گیا جب علامہ رحمہ اللہ سے ملاقات کے لیے ان کے گھر (مکہ مکرمہ) گئے۔ یہ قصیدۃ موصوف کی کتاب: بازیۃ الدہر، ص: ۸۵۔۱۰۵ پر بھی مذکور ہے۔

کبار علماء وشعراء میں سے علامہ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الصباح (رئیس محکمہ التمییز مکہ مکرمہ وممبر ہیئۃ کبار العلماء سعودی عرب) معالی الشیخ ڈاکٹر عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی (مدیر جامعۃ الامام، وزیر امورِ اسلامیہ واوقاف و دعوت و ارشاد، مشیر دیوانِ حاکم، جنرل سیکرٹری رابطۂ عالم اسلامی)، معالی الشیخ ڈاکٹر عبد اللہ بن عمر نصیف (سابق سیکرٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی ونائب رئیس سعودی مجلس شوریٰ)، معالی الشیخ ڈاکٹر راشد بن راجح الشریف مدیر جامعۃ ام القریٰ (مکۃ المکرّمہ) شیخ سلیمان بن محمد المہنا (نائب رئیس محاکم مکہ مکرمہ) ڈاکٹر شیخ احمد عبد اللہ بن حمید (پروفیسر جامعہ ام القریٰ)، معالی الشیخ ڈاکٹر صالح بن عبد اللہ بن حمید (امام وخطیب مسجد حرام، صدر سعودی مجلس شوریٰ) معالی الشیخ الادیب والشاعر الکبیر حسین عرب نے اس قصیدۃ کی بڑی تعریف کی ہے جیسا کہ بازیۃ الدہر کے (ص: ۹۔۱۲، ۴۱۔۵۷ وص: ۱۰۹۔۱۱۷) سے پتہ چلتا ہے۔

7. قصیدۃ محمد عبد الرحمٰن المقرن بعنوان: واطول صبری (۶۰) أشعار۔
8. قصیدہ ثالثہ ڈاکٹر زہرانی بعنوان: هذا العالم (۴۴) أشعار، ہر چند اشعار کے بعد ایک نثری پیرگراف بھی ہے۔
9. قصیدۃ رابعۃ ڈاکٹر زہرانی بعنوان: من وحي البيان (۵) أشعار متعلقہ بالشیخ رحمہ اللہ۔
10. قصیدۃ خامسۃ ڈاکٹر زہرانی بعنوان "موكب الدعوة و الدعاة" (۸) أشعار متعلقہ بالشیخ جبکہ اصلاً یہ قصیدۃ سو سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے۔

⑪ قصیدۃ سادسۃ ڈاکٹر زہرانی بعنوان "نور الإیمان" (۳۴) أشعار یہ قصیدہ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ میں مکہ مکرمہ میں منعقد کانفرنس بعنوان "عالم اسلام سے ناخواندگی کا خاتمہ" میں پیش کیا گیا تھا۔

⑫ قصیدۃ سابعۃ ازالزہرانی، ۲۹/ذی الحجۃ ۱۴۱۸ھ کو جب ان کے گھر مکہ مکرمہ گئے تو ارتجالاً کہا گیا تھا۔ (۷) أشعار۔

⑬ قصیدۃ ثامنہ للزہرانی ۲۷/صفر ۱۴۱۹ھ کو علامہ رحمہ اللہ کی بیٹی کی شادی کے موقع پر الریاض میں کہا گیا (۲۷) أشعار۔

⑭ قصیدہ تاسعہ للزہرانی، طویل قصیدہ بخدمت جناب ولی عہد شہزادہ عبد اللہ (موجودہ حکمران) جس میں (٦) أشعار سماحۃ الشیخ کے بارے میں ہیں۔

⑮ قصیدۃ راشد بن ناصر ابن شعیلی (الدلم) ۱۳۷۱ھ بوقتِ ترکِ عمل از الدلم الوداعی قصیدۃ (٦) أشعار۔

⑯ قصیدۃ سعد بن محمد عون (الدلم) بوقتِ ترکِ عمل (۱۹) أشعار۔

⑰ قصیدۃ شیخ راشد بن خنین (کاتب وتلمیذ الشیخ) الدلم میں رخصتی کے وقت کہے گئے (۱٦) أشعار۔

⑱ قصیدۃ شیخ محمد المجذوب (مدرس مدینہ یونیورسٹی) بوقتِ الوداع از مدینہ منورۃ الی الریاض (۲) أشعار۔

⑲ قصیدۃ شیخ مجذوب بوقتِ درس سماحۃ الشیخ فی المسجد النبوی (۱۰) أشعار۔

⑳ قصیدۃ شیخ یوسف محی الدین ابو ہلالہ (طالب علم مدینہ یونیورسٹی) الوداع پر (۳۳) أشعار۔

㉑ قصیدۃ الشیخ صالح العلی (۲) شعر۔[1]

[1] ان تمام قصائد کی تفصیل کے لیے دیکھیے: الممتاز في مناقب ابن باز للشیخ عائض ←

وفات پر کہے گئے شعری مرثیے:

① مرثیہ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سعود بن ابراہیم الشریم امام وخطیب مسجدِ حرام مکہ مکرمہ بعنوان:"في الجنة النظر"(۵۳) أشعار۔

② مرثیہ ڈاکٹر احمد عثمان التویجری ممبر سعودی مجلس شوریٰ بعنوان: "رسالة شوق إلى سماحة الشيخ ابن باز رحمه الله،"(۲۹) أشعار۔

③ مرثیہ ڈاکٹر غازی القصیبی بعنوان: " في وداع الشيخ" آزاد نظم کے (۱۲۲) مصرعے۔

④ مرثیہ أولیٰ ڈاکٹر عبد الرحمٰن صالح العشماوی بعنوان:"الشعر يبكيه: الشيخ مات" و"قلعة العلم" (۳۴) أشعار۔

⑤ مرثیہ ثانیہ ڈاکٹر عبد الرحمٰن صالح العشماوی بعنوان: "كيف لم نحزن" (۴۴) أشعار۔

⑥ مرثیہ ثالثہ ڈاکٹر عبد الرحمٰن العشماوی بعنوان: "مات ابن باز"(۴۶) أشعار۔

⑦ مرثیہ ڈاکٹر حسن علی قرعاوی کنگ فہد پٹرولیم یونیورسٹی الظہران بعنوان: "كلمة وفاء إلى شيخ العلماء"(۳۴) أشعار۔

← عبد الله القرني (ص: ٧١- ٧٢) الاعجاز في سيرة ابن باز للشيخ الرحمة (ص: ٥٨٦- ٦٠١- ٦٠٦) من أعلامنا للعسكر (ج: ٣) خاص بالعلامه (ص: ٣٥- ٢٥١- ٢٥٣- ٢٨١) الإيجاز في سيرة و مؤلفات ابن باز لصالح بن راشد الهويلمي (ص: ٤٠، ٤٣، ٤٥) بازية الدهر ڈاکٹر ناصر بن مسفر الزهراني (ص: ٧٩- ٨٣، ١١٧) إمام العصر ڈاکٹر ناصر الزهراني (ص: ١٥- ٢٣، ١٦٦، ٢٣٧- ٢٤٤، ٤٨١) الدرر الذهبية (ص: ١٦) ابن باز في الدلم للبراك (ص: ٣٦، ٣٧، ٣٨) علماء و مفكرون عرفتهم شيخ محمد المجذوب (ص: ٩٦) همسات قلب للمجذوب (ص: ١٠١- ١٠٢) مجلة الجامعه السلفية بنارس (جلد: ٣١ شماره)

⑧ مرثیہ ابراہیم بن حسن الشعبی بعنوان: "تقرحت الجفون على ابن باز" (۴۴) أشعار۔

⑨ مرثیہ ابراہیم بن عبدالعزیز الفوزان بعنوان: "تصارع لغتین" (۳۰) أشعار۔

⑩ مرثیہ ابراہیم بن فہد المشیقح بعنوان: "یا شیخ ...عزینا أهل القبور" (۲۳) أشعار۔

⑪ مرثیہ احمد حسبو بعنوان: " دمعة في عين الأمة " (۲۳) أشعار۔

⑫ مرثیہ ڈاکٹر احمد عبداللہ السالم بعنوان: "رحم الله العابد الزاهد " (۲۰) أشعار۔

⑬ مرثیہ ڈاکٹر احمد عثمان التویجری بعنوان: "رسالة شوق الى سماحة الشيخ ابن باز" (۲۹) أشعار۔

⑭ مرثیہ احمد بن علی القرنی بعنوان: "الحقيقة والمجاز في رثاء الشيخ ابن باز " (۳٦) أشعار۔

⑮ مرثیہ احمد محمد الصدیق بعنوان: "أي نجم هوىٰ" (۲۲) أشعار۔

⑯ مرثیہ ڈاکٹر احمد بن محمد الضبیب ممبر سعودی مجلسِ شوریٰ بعنوان: "ولكن طيب ذكراك لا يزول" (۲۲) أشعار۔

⑰ مرثیہ حبیب بن معلا المطیری ممبر رابطہ العالم الاسلامی بعنوان: "روع" (۲۳) أشعار۔

⑱ مرثیہ ثانیہ للمطیری بعنوان: "وداعاً ...سماحة الشيخ" (۳۴) أشعار۔

⑲ مرثیہ حسین صدیق حکمی بعنوان: "حروف و دموع" (۲۵) أشعار۔

⑳ مرثیہ حفیظ بن عجب آل حفیظ بعنوان: "فقدناك" آزادنظم (٦۴) سطور۔

㉑ مرثیہ خالد الخنین بعنوان: "لك في الجنان الخالدات منازل" (۲۲) أشعار۔

㉒ مرثیہ رافع علی احمد الشہری بعنوان: "أبكي على من بكته الناس قاطبة" (۲۲) أشعار۔

㉓ مرثیہ رسمیہ بنت فہد بعنوان: "شيخاه" (۲۴) أشعار۔

㉔ مرثیہ ڈاکٹر زاہر بن عواض الالمعی سابق ممبر سعودی مجلسِ شوریٰ و استاذ الدراسات العلیا بعنوان: "الحاضر الغائب" (۳۷) أشعار۔

㉕ مرثیہ زکی بن صالح الحریول المعید بکلیۃ الشریعۃ بالاحساء بعنوان: "نم أيها الباز" (۲۴) أشعار۔

㉖ مرثیہ ڈاکٹر سعد عطیہ الغامدی بعنوان: ''موت عالم'' (٦٢) أشعار۔

㉗ مرثیہ سعد عبد الرحمٰن البراہیم بعنوان: "زهد وحلم في كريمٍ تواضع" (۴۸) أشعار۔

㉘ مرثیہ سعید بن عبد اللہ القرنی بعنوان: "وكسفت شمس العلوم" (۱۹) أشعار۔

㉙ مرثیہ ڈاکٹر سلیمان بن عبد الرحمٰن العبید بعنوان: "له من كل منقبة رداء" (۳۰) أشعار۔

㉚ مرثیہ سلیمان بن عبد العزیز الشریف بعنوان: "ما لعينيك تسكبان الدموعا" (۵۱) أشعار۔

㉛ مرثیہ شیخ عبد الرحمٰن المنیر المساعد بعنوان: "كيف السبيل" (۲٦) أشعار۔

㉜ مرثیہ ڈاکٹر شکری محمد سمارہ پروفیسر ادب و نقد گرلز کالج مدینہ منورہ بعنوان: "زان المجالس محفوفاً برفقته" (٦١) أشعار۔

㉝ مرثیہ صالح بن حمد المالک بعنوان: "فقيد الأمة الإسلامية" (۲۸) أشعار۔

㉞ مرثیہ ڈاکٹر محمد بن سعد آل حسین بعنوان: "رحيل شيخ الشيوخ" (۲۲) أشعار۔

㉟ مرثیہ ڈاکٹر صالح الزہرانی بعنوان: "رحيل الأقحوان" (۴۰) أشعار۔

36 مرثیہ صالح العمری بعنوان: "وداع لشیخنا" (۲۰) أشعار۔
37 مرثیہ ڈاکٹر صالح عون ہاشم الغامدی بعنوان: "مسلم متسامح و امام" (۲۵) أشعار
38 مرثیہ طالب بن عبداللہ آل طالب بعنوان: "حداء الرحیل" (۲۵) أشعار۔
39 مرثیہ شیخ عادل باناعمہ امام مسجد محمد الفاتح بعنوان: "یبقیٰ العظیم عظیماً" (۶) أشعار۔
40 مرثیہ عبدالرحمٰن عبداللہ ابوحجین بعنوان: "مزایاہ" (۱۲) أشعار۔
41 مرثیہ ڈاکٹر عبدالرزاق الحمد بعنوان: "فقید لم یغب" (۴۴) أشعار۔
42 مرثیہ ڈاکٹر عبدالشکور ۔ ہمان العروس بعنوان: "ابن باز یعز عنه العزاء" (۴۴) أشعار۔
43 مرثیہ عبدالعزیز عبدالرحمٰن الحریثی بعنوان: "الرجل القمة الرجل الأمة" (۳۳) أشعار۔
44 مرثیہ عبدالعزیز عبدالرحمٰن المقحم بعنوان: "ھکذا یرحل العظام" (۴۲) أشعار۔
(من اعلامنا للعسکر، ص: ۲۳۰۔۲۳۲، مجلة الدعوة، شمارہ: ۱۶۹۲، ص: ۶۲، ۵/صفر ۱۴۲۰ھ)
45 مرثیہ شیخ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن الیحی مدیر عام ہیئة الامر بالمعروف والنہی عن المنکر بالمنطقه الشرقیہ بعنوان: "تلمیذ أعلام شرع اللہ" (۱۴) أشعار۔
46 مرثیہ محمد حسن العمری بعنوان: "کنت یا ابن باز طوداً شامخاً" (۱۵) أشعار۔
47 مرثیہ عبدالعزیز بن عبداللہ الرویس بعنوان "بفقد ابن باز أعلن الحزن کاتمه" (۲۲) أشعار۔
48 مرثیہ عبداللہ بن ادریس بعنوان "نجم العصور" (۲۲) أشعار۔
49 مرثیہ عبداللہ محمد باشراحیل بعنوان "کوکب العلم" (۳۳) أشعار۔

(50) مرثیہ عبداللہ بن حمد الصیخان بعنوان "أمیر التقی" (۱٦) أشعار۔
(51) مرثیہ ڈاکٹر عبداللہ بن سعاف اللحیانی پروفیسر ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ بعنوان "رثاء العالم الأوّاه" (۲۱) أشعار۔
(52) مرثیہ شیخ عبداللہ بن صالح القصیر بعنوان "سلیل بکرة الیوم قد نعي" (۲۲) أشعار۔
(53) مرثیہ عبداللہ بن غالب الحمیدی مدیر معہد الامام الیمانی للعلوم الشرعیہ، یمن بعنوان: "وداعاً جبل الاسلام" (۵۰) أشعار۔
(54) مرثیہ ڈاکٹر عبداللہ بن محمد الحمید خطیب جامع الملک فہد، أبہا بعنوان "وداعاً یا مفتي الأمة و یا عالم الملة" (۳۰) أشعار۔
(55) مرثیہ شیخ عبداللہ بن محمد المعتاز بعنوان "الدمعة الحزینة" (۳۲) أشعار۔
(56) مرثیہ ڈاکٹر عبد اللہ المسعود وکیل کلیۃ اللغۃ الریاض بعنوان "یا نفحة الطهر" (۲۰) أشعار۔
(57) مرثیہ عبد المحسن عبد العزیز العسکر لیکچرار کلیۃ اللغہ الریاض بعنوان "في موکب الوداع" (۲۹) أشعار۔
(58) مرثیہ علی حسن علی الردینی بعنوان "فاضت العینان" (۴۱) أشعار۔
(59) مرثیہ شیخ علی قاسم الفیفی سابق قاضی سپریم کورٹ مکہ مکرمہ بعنوان "مصاب عظیم" (۲۹) أشعار۔
(60) مرثیہ فواز بن عبدالعزیز اللعبون بعنوان "رحماك یا ربي" (۴۰) أشعار۔
(61) مرثیہ ڈاکٹر مبروک عطیہ ابو زید پروفیسر کلیۃ اللغۃ، أبہا بعنوان "لك یا ابن باز في القلوب منازل" (۳۴) أشعار۔
(62) مرثیہ محمد بن حمد العبودی بعنوان "نور علیٰ الدرب" (۲۵) أشعار۔

63 مرثیہ ڈاکٹر محمد سعد الدبل بعنوان "بكىٰ العالم النحرير شرق و مغرب" (۲۳) أشعار۔

64 مرثیہ محمد سعد المستعان بعنوان "شهدت لك الآيات" (۲۲) أشعار۔

65 مرثیہ محمد علی حسین الحریری مدرس بمنارات مکہ مکرمہ بعنوان "هوىٰ الشيخ الفقيه" (۳۸) أشعار۔

66 مرثیہ محمد بن سعید الصفار مدیر اذاعۃ (ریڈیو) القرآن الکریم بعنوان "سيّد العلم و شيخ المشايخ" (۱۷) أشعار۔

67 مرثیہ محمد بن سلیمان المهنا، المعهد العالی للقضاء بعنوان "عليك سلام الله" (۲۰) أشعار

68 مرثیہ محمد بن سعد العجلان بعنوان "سلاماً أبا الاحسان" (۲۶) أشعار۔

69 مرثیہ محمد بن صالح المبارک بعنوان "تبكيك يا باز المآثر أمة" (۱۳) أشعار۔

70 مرثیہ ڈاکٹر محمد بن عبد اللہ الخرعان بعنوان "سلام عليك...ابن باز" (۴۶) أشعار۔

71 مرثیہ محمد عبد اللہ الانصاری بعنوان "الموكب السماوي" (۴۹) أشعار۔

72 مرثیہ محمد فتحی السید بعنوان "عزاء و بكاء" (۱۹) أشعار۔

73 مرثیہ شیخ محمد بن فہد حمین الفہد (الزلفی) بعنوان "باز سما" (۳۳) أشعار۔

74 مرثیہ یوسف محارب جیمور بعنوان "خادم الإسلام" (۲۵) أشعار۔

75 مرثیہ ڈاکٹر محمد محمود محمدین بعنوان "شرف لشعرىٰ" (۱۷) أشعار۔

76 مرثیہ محمد الہویمل بعنوان "قبرك المختار" (۱۶) أشعار۔

77 مرثیہ ڈاکٹر موسیٰ محمد یحیٰ القرنی بعنوان "غاية الإيجاز في رثاء العلامة ابن باز" (۹۰) أشعار۔

78 مرثیہ ڈاکٹر ناصر سعد الرشید بعنوان "کیف الجبال الشمّ یوسعها قبر" (۳۲) أشعار۔

79 مرثیہ نایف الثماش الشمری بعنوان "ما مات من أحیا مواتاً" (۴۴) أشعار۔

80 مرثیہ وفاء بنت عبد اللہ بعنوان "نبأ النویٰ" (۱۸) أشعار۔

81 مرثیہ ولید بن محمد العباد بعنوان "بقیة السلف الأخیار أوحلهم" (۱۳) أشعار۔

82 مرثیہ معروف أدیب و نقاد سعید الشریکی بعنوان "غابت الدنیا من عینیه و حضرت الآخرة في قلبه" آزاد نظم کی (۱۶۸) سطور دس صفحات۔

83 مرثیہ ڈاکٹر ناصر مسفر الزہرانی بعنوان "مشهد الرحیل" (۲۶) أشعار۔

ان اشعار کے ساتھ ساتھ ہی موقع بموقع مؤلّف و شاعر نے علامہ مرحوم کی وفات سے لیکر تدفین کے حالات بھی بیان کیے ہیں۔

84 مرثیہ ڈاکٹر الزہرانی ایضاً (۱۴) أشعار مقدمۂ کتاب ''امام العصر'' میں۔

85 مرثیہ للزہرانی ایضاً (۱۰۹) أشعار بعنوان: "ورقة من سفر الخلود"۔

86 مرثیہ للزہرانی بعنوان: "والقیت علیك محبة مني" (۳۰) أشعار نثری عبارات کے دوران۔

87 مرثیہ للزہرانی طویل نظم و نثر پر مشتمل مرثیہ و سیرت (۱۹۵) أشعار۔

88 ڈاکٹر سعد الغامدی (۱۹) أشعار۔ (امام العصر ص: ۴۶۔۴۸)

89 مرثیہ فواز بن فرح العبدلی بعنوان: "غصة الرحیل" (۱۸) أشعار۔

90 مرثیہ علی بن دخیل العودة بعنوان: "أصبر فؤادي و احتسب" (۲۹) أشعار۔

91 مرثیہ خالد بن محمد النعمان بعنوان: "فقید الأمة الإسلامیة" (۲۷) أشعار۔

92 مرثیہ صالح علی العمری بعنوان: "البکائیة البازیة" (۵۲) أشعار۔

(93) مرثیہ معالی حسین عرب (سابق وزیر حج) بعنوان: "أنت البقية منهم" (۲۹) أشعار۔

(94) مرثیہ شیخ عایض بن عبداللہ القرنی بعنوان: "وداعاً امام السنة" (۷۷) أشعار۔

(95) مرثیہ بدر بن عبد العزیز الربیعۃ بعنوان: "رحل ابن باز عالم و معلّم" (۱۷) أشعار۔

(96) مرثیہ معالی الشیخ عبد اللہ حمد الشبانہ (وکیل وزارتِ امور اسلامیہ برائے مساجد) بعنوان: "هل هوىٰ الطود؟" (۲۶) أشعار۔

(97) مرثیہ نایف رشدان بعنوان: "فاعجب لشيخ في الثرىٰ و يذكر" (۳۶) أشعار۔

(98) مرثیہ شیخ عبد الرحمن بن عثمان الجاسر (الدلم) بعنوان: "حدث تصاغر عنده ما قبله" (۴۰) أشعار۔

(99) مرثیہ احمد بن مرشد المسلم (الدلم) بعنوان: "حقاً لتلك مصيبة" (۲۰) أشعار۔

(100) مرثیہ ڈاکٹر جاسم بن محمد بن مہلہل الیاسین (جنرل سیکرٹری خیراتی کمیٹیز جمعیت الاصلاح الاجتماعی) بعنوان: "ومات شيخ العلماء" یہ ان کے تعزیتی شذرہ کے آخر میں سات اشعار ہیں۔[1]

---

[1] ان شعری مرثیوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے: إمام العصر ڈاکٹر ناصر الزهراني (ص: ۱۵۔ ۴۸۔ ۱۶۶ ۲۳۳۔ ۲۵۸۔ ۳۴۰۔ ۴۷۹۔ ۴۸۱۔ ۵۶۴۔ ۶۳۱) من أعلامنا للعسكر جلد ۳ خاص بالعلامه رحمه الله (ص: ۳۶۔ ۳۸۔ ۲۲۰۔ ۲۸۶) ابن باز بقية السلف و امام الخلف طبع الندوة العالمية (Wamy) (ص: ۷۷۔ ۱۰۱۔ ۱۰۵۔ ۱۹۹) ابن باز في الدلم عبد العزيز بن ناصر البراك (ص: ۳۶، ۳۷) كـتيّب مع المجلة العربية (شمارة ۳۷، ص: ۴۴۔ ۴۷) جريدة الرياض (جلد: ۳۶، شماره: ۱۱۲۸۴۔ ۱۱۲۹۴ ۱۴۲۰ھ ۱۹۹۹ء) جريدة الشرق الأوسط، (شماره: ۷۴۷۶، ←

سماحۃ الشیخ کی وفات پر حکّام و امراء، علماء و فقہاء اور وزراء و ادباء کے نثری مرثیے اور تعزیتی شذرے

شیخ کی وفات پر شعراء نے شعری مرثیے کہے اور حکّام و امراء، علماء و فقہاء اور وزراء و ادباء نے ان کی وفات پر رنج و غم کا اظہار کرنے اوران کی خدماتِ جلیلہ کو سراہنے کے لیے تعزیتی بیانات جاری کیے اور مضامین و مقالات لکھے جنھیں نثری مرثیے کہا جاسکتا ہے۔

ان مرثیوں کی تعداد بھی بڑی معتد بہ ہے، ان سب کے ذکر کرنے سے بات بہت طویل ہوجانے کا خدشہ ہے اور پھر تکرار بھی یقینی امر ہے جبکہ یہ ہزار ہا صفحات پر مشتمل ہیں، لہٰذا ہم ان کے عنوانات مجموعی صفحات کی تعداد اور ایک جملہ یا چند جملوں پر مشتمل کچھ ایسا خلاصہ یہاں دے رہے ہیں کہ ضروری بات بھی آجائے، طوالت کا بھی مداوا ہوسکے اور تکرار کی بھی نوبت نہ آئے یا کم از کم صرف گوارا حد تک ہی رہ جائے۔

← بابت ۳/ صفر ۱٤۲۰ھ) جريدة المدينة ملحق الأربعاء، بابت ٤/ صفر ۱٤۲۰ھ، جريده الجزيرة (شمارة: ۹۷٤۱) بابت ۱٦/ صفر ۱٤۲۰ھ، مجلة الدعوة الرياض (شماره: ۱٦۹۹٥ـ ۱٦۹٥) صفر ۱٤۲۰ھ، مجلة المجتمع، (شماره: ۱۳٥۱) صفر ۱٤۲۰ھ، مجلة الشقائق (شماره: ۲۱٥) صفر ۱٤۲۰ھ، مجلة صوت الأمة بنارس (ج: ۳۱، شماره: ۹ ۱٤۲۰ھ ۱۹۹۹ء)

① رحمک الله يا شيخنا (اے ہمارے شیخ! اللہ آپ پر رحم فرمائے):

پرنس عبدالعزیز بن شاہ فہد سعودی حاکم خاندان کے فرد، وزیرِ مملکت، وزراء کی کابینہ کے ممبر اور وزراء کابینہ کی پریزیڈنسی کے چیئر مین ہیں اور عام علماء کرام خصوصاً علامہ ابن باز رحمہ اللہ سے قولاً اور فعلاً محبت و احترام کرنے والوں میں سے ہیں، ڈاکٹر ناصر الزہرانی اپنی کتاب ''امام العصر'' میں لکھتے ہیں کہ اس نوجوان شہزادے میں خیر کا پہلو کچھ اس حد تک پایا جاتا ہے کہ تعمیرِ مساجد، دعوتی و خیراتی پراجیکٹس، مصیبت زدہ مسلمانوں اور حاجتمند لوگوں کے معاملات میں سے اکثر کو شیخ موصوف عموماً امیر عبدالعزیز کی طرف بھیجا کرتے تھے اور وہ بڑی خوشدلی سے ان مطالبات و سفارشات کو پورا کیا کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں حرم شریف کے بعد بہترین اور اہم ترین مسجد ''جامع ابن باز'' کے دو تہائی اخراجات اکیلے اس شہزادے نے دیے۔

سماحۃ الشیخ نے اپنی وفات کے صرف تین ماہ قبل مکہ مکرمہ میں مجمع ابن باز الخیری (ابن باز چیرٹی کمپلیکس) کا پراجیکٹ پلان کیا، جس کی تعمیر پر ۱۳ ملین ریال سے زیادہ کا خرچ آنے والا تھا۔ اس پورے پلان کی تجویز لیکر میں شہزادہ عبدالعزیز کے پاس گیا۔ شیخ کے منصوبہ کے بارے میں سنتے ہی شہزادے نے کہا:

''اَلشَّيْخُ فِيْ عُيُوْنِنَا وَلَا نَرْفُضُ لَهُ طَلَباً وَبَشِّرْ سَمَاحَتَهُ وَاعْتَبِرْ أَنَّ اَلْمَوْضُوْعَ مُنْتَهٍ''

''شیخ ہمارے سر آنکھوں پر، ہم ان کی کوئی طلب رد نہیں کر سکتے، سماحۃ الشیخ کو بشارت دے دیں اور اس معاملہ کو ختم سمجھیں۔''

اور ٹھیک دو ہفتے کے بعد پراجیکٹ کے پورے اخراجات پر مبنی چیک پہنچ گیا۔

جس پر کام شروع ہو چکا ہے، اور تادمِ طباعتِ کتاب وہ منصوبہ مکمل بھی ہو چکا ہے۔[1]

شہزادے نے اپنے تعزیتی مضمون یا مرثیہ میں جو کہ بڑے کتابی سائز کے چار صفحات پر مشتمل ہے، علامہ ابن باز کو امام اہلِ السنہ والجماعۃ، وحیدِ عصر، علامۂ زمان اور آسمانِ علم کا روشن ستارہ، چودھویں رات کا ماہتاب بلکہ آفتابِ نصف النہار قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ اپنی ذات میں ایک پوری جامعہ (یونیورسٹی) تھے۔ میرا دل ان کی محبت اور عزّت و احترام سے لبریز ہے کیونکہ میرے والد خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بکثرت عام علماء کرام اور خاص طور پر اس امامِ وقت کا انتہائی احترام سے تذکرہ فرمایا کرتے ہیں۔ وہ تقلید و جمودِ فکری سے آزاد، دلیل کے دلدادہ عالم و مفتی تھے۔ انھوں نے سعودی عرب سے باہر کبھی سفر اختیار نہیں کیا لیکن پھر بھی وہ عالمی و آفاقی شخصیت تھے۔ مسلمانوں کے معاملات میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے، مسئلۂ فلسطین ہو یا جہادِ افغانستان، صومال، بوسنیا ہرزی گوینا، کوسوفا ہو یا پھر چیچنیا کے مسلمان، سب کا درد آپ کے دل میں تھا۔[2]

(2) حیاة أوقفت لله (اللہ کی راہ میں وقف کی گئی زندگی):

شہزادہ خالد بن عبد اللہ بن فیصل بن فہد الفیصل (چار صفحات): علامہ رحمہ اللہ اس صدی کے تمام علماء و فقہاء میں سے سب سے بڑے عالم تھے۔ کئی صدیوں سے اتنا بڑا عالم امتِ اسلامیہ نے نہیں دیکھا۔ گیارہ سال سے میں سماحۃ والدنا و معلّمنا کی زیارتیں اور ان کے دروس سے استفادہ کر رہا تھا، وہ بقیۃ السلف تھے۔

---

1. تعلیق و بیان ڈاکٹر زہرانی، إمام العصر (ص: ٣٦٥۔ ٣٦٧)
2. إمام العصر للزہرانی (ص: ٢٦١۔ ٢٦٤) الشیخ ابن باز للندوۃ (ص: ٤٩۔ ٥٢) و من أعلامنا للعسکر (ص: ٧١۔ ٧٤) جریدۃ الشرق الأوسط، اتوار ١٦/ مئی ١٩٩٩ء (شمارہ: ٧٤٧٤) جریدۃ الریاض (شمارہ: ١١٢٨٣، ص: ٢)

میں نے بعض ثقہ حضرات سے سنا ہے کہ وہ کینیا میں تھے کہ ایک بوڑھی عورت کو شیخ ابن باز کے لیے دعائیں کرتے پایا۔ تو پوچھنے پر پتہ چلا کہ مشکل وقت میں شیخ نے اس کی مالی مدد فرمائی تھی۔

وہ دنیا کے کتنے ہی یتیموں، فقیروں، مسکینوں اور کمزوروں کی ضروریاتِ زندگی پوری کیا کرتے تھے۔ دوملین سے زیادہ لوگ جنازہ پڑھنے کے لیے جمع تھے اوران سب کے آگے آگے خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد تھے۔ [1]

③ کان طوداً شامخاً فی العلم و الزهد و التقویٰ و حب الخیر

(وہ علم وتقویٰ زہد و بےنفسی اور حبِ خیر کے ایک بلند و بالا پہاڑ تھے):

اُس وقت کے وزیرِ امورِ اسلامیہ واوقاف اور دعوت و ارشاد ڈاکٹر عبد اللہ عبد المحسن الترکی جبکہ حال دیوانِ حاکم کے مشیر ہونے کے ساتھ ساتھ رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری لکھتے ہیں:

انھوں نے علماء سلف کی یادیں تازہ کردیں۔ ان کے گھر اور دفتر کے دروازے ہر چھوٹے بڑے کے لیے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ میں پینتالیس سال سے اپنے عہدِ طالبعلمی سے انھیں جانتا ہوں۔ جامعۃ الامام کے مدیر کی حیثیت سے ان سے کبھی کوئی مشورہ طلب کیا تو انھوں نے کبھی کوئی کسر نہ چھوڑی، وزیرِ امورِ اسلامیہ واوقاف اور دعوت وارشاد ہوا تو بھی ان کی شفقت جاری رہی۔ وہ ہمیشہ دعاۃ ومبلغین، مساجد و مدارسِ تحفیظ القرآن اورطلبہ وعلماء کے معاملات میں گہری دلچسپی لیا کرتے تھے۔ [2]

---

[1] من أعلامنا للعسكر (ص: ٧٥- ٧٨) إمام العصر (ص: ٢٦٨- ٢٧١) جريدة الرياض (شمارہ: ١١٢٨٥) ٣/ صفر ١٤٢٠ھ۔

[2] جريدة المدينه ملحق الأربعاء، (شمارہ: ١٣١٧٤) بابت ٤/ صفر ١٤٢٠ھ، ←

ابن باز في مقدمة علماء الشريعة (علماء شریعت کے ہراول دستہ میں):

معالی ڈاکٹر الترکی نے ایک اور تعزیتی شذرہ دو صفحات میں لکھا ہے کہ ''شیخ رحمہ اللہ سعودی عرب بلکہ پورے عالمِ اسلامی کے علماءِ شریعت کے ہراول دستے کے فرد تھے'' اور تو اور خود حاکم خاندان کے افراد بھی شیخ کی قدر و منزلت کو خوب جانتے اور اس کا خاص خیال رکھتے تھے اور وہ شیخ کے بہترین معاون تھے۔[1]

(4) بقية السلف و حامل هموم المسلمين (بقیۃ السلف اور مسلمانوں کے غمخوار):

الندوۃ العالمیۃ للشباب (Wamy) کے اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل اور منطقہ شرقیہ کے مکاتب ندوۃ کے مشرف ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز الربیعۃ:

[1] ان کے پاس بیٹھنے والا بجا طور پر محسوس کرتا کہ سلف صالحین میں سے کسی کے ساتھ بیٹھا ہے۔

[2] ''وہ نمونۂ سلف تھے دنیا کے تمام مسلمانوں کا درد اپنے دل میں رکھتے تھے'' بلکہ اگر یہ کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ دنیا کا کوئی اسلامی مرکز، کوئی خیراتی جمعیّت، کوئی نیکی کا پراجیکٹ اور کوئی دعوت و تبلیغ کے میدان میں کام کرنے والی جمعیت نہ ہوگی جو شیخ رحمہ اللہ کو ایک شفیق باپ کی طرح نہ سمجھتی ہو۔[2]

(5) رحمک الله يا أبا عبد الله (اے ابوعبداللہ! اللہ آپ پر رحم و کرم کرے):

رابطہ العالم الاسلامی کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ بن صالح العبید (چار

← و انظر: إمام العصر (ص: ٢٧٣ ـ ٢٧٧)

[1] الأربعاء ملحق جريدة المدينة ٤/ صفر ١٤٢٠هـ، من أعلامنا (ص: ٩٢ ـ ٩٣)

[2] جريدة اليوم، الدمام و الشيخ ابن باز للندوة (ص: ٥٣ ـ ٥٤)

صفحات): انھوں نے صحیح عقیدہ کی مختلف شوائب سے صفائی کی اور شریعت کی خدمت میں انتہائی قابلِ قدر کام کیا اور کتاب وسنت کو شخصی آراء، جامد فکری مذاہب اور سیاسی دست برد سے دلائل کے ذریعے محفوظ کیا اوران کا اختیار ہمیشہ "یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا" رہا کہ "آسانی کرو، تنگی نہ کرو۔"❶

⑦ ورحل العالم المخلص (ایک مخلص عالم کی رحلت):

سعودی عرب میں تعلیم البنات کے تمام اداروں کے مرکزی ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر علی بن مرشد المرشد نے چار صفحات میں یہ بھی لکھا:

وہ عظیم انسان تھے جنھیں دیکھنے سے تاریخ کے اوراق میں محفوظ علماء سلف کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ وہ ایسے مخلص عالم تھے کہ جن کی مثال ملنا اس دور میں مشکل ہے، ان کی کتابِ حیات (نامۂ اعمال) جلیل القدر کاموں سے لبریز ہے۔❷

⑧ عين باكية و قلب حزين (روتی آنکھیں اور غمگین دل):

معالی ڈاکٹر سہیل بن حسن قاضی مدیر جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ (چار صفحات):

جامعہ اور اس کی برانچ الطائف کے لیے شیخ کی بے پناہ خدمات ہیں۔❸

⑨ إمام في علمه، قدوة في سلوكه (امامِ علم، نمونۂ کردار وعمل):

ہیئۃ کبار العلماء کے ممبر فضیلۃ ڈاکٹر عبدالوھاب بن ابراہیم ابوسلیمان (چھ صفحات):

❶ جريدة الرياض، اتوار يكم صفر ۱٤۲۰ھ، ۱٦ مئی ۱۹۹۹ء (جلد ۳٦، شمارہ: ۱۱۲۸۳ و كتاب الشيخ ابن باز (ص: ٥٥۔ ٥٧) إمام العصر (ص: ۲۸٦۔ ۲۸۹)

❷ جريدة الرياض، ہفتہ ۲۹/ محرم ۱٤۲۰ھ، ۱٥/ مئی ۱۹۹۹ء و (شمارہ: ۱۱۲۸۳ جلد: ۳٦) جريدة المدينة (شمارہ: ۱۳۱۷٤) و الشيخ ابن باز للندوة العالمية (ص: ٥٨۔ ٦١) و من أعلامنا للعسكر (ص: ۱۳۷۔ ۱٤۰) إمام العصر للزهراني (ص: ۳۰۰۔ ۳۰۲)

❸ إمام العصر للزهراني (ص: ۳۰۳۔ ۳۰٤)

شیخ امامِ علم، مخالف سہی لیکن با دلیل آراء رکھنے والوں کا احترام کرنے والے، ائمہ اجتہاد کی قدر و منزلت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کتاب و سنّت اور سلفِ امّت کو اولیّت دینے والے تھے۔ وہ معروف و کثیر الفتویٰ مفتی، مصروف ترین مدرّس، مشغول ترین داعی و مبلّغ، عظیم مصلح، خیر خواہِ امّت، متواضع و منکسر المزاج اور عابد و زاہد تھے۔[1]

(10) علامة الجزيرة و فقيد الأمة (جزیرۂ عرب کے علامہ اور فقیدِ امّت):

قطر میں مقیم، عالم عرب کے معروف فاضل علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی (پانچ صفحات):

شیخ آسمانِ علم کے روشن ستارہ، علامۂ جزیرہ و خلیجِ عرب، علم کے پہاڑ، فقہ کے سمندر، امامِ ہدایت، لسانِ توحید، دین کے ستون اور امت کے رکن تھے، اور تصحیحِ عقائد کے سلسلہ میں ان کی مساعی خاص طور پر قابلِ قدر ہیں۔

وہ بلا خوفِ لومۃ لائم دلیل جس کا ساتھ دیتی وہی رائے و فتویٰ دیتے چاہے وہ حنابلہ کے مذہب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، طلاق کے بارے میں سعودی علماء کا عمومی فتویٰ مذہب کے مطابق ہے مگر شیخ رحمہ اللہ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتویٰ پر ہی اکتفاء کیا۔

شیخ معصوم عن الخطأ تو نہیں تھے مگر اس کے باوجود میں مسلمانوں سے کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو شیخ سے نفرت کا جذبہ پالے ہوئے ہو سوائے اس کے کہ کوئی مشکوک دین وعقیدہ کا مالک ہو۔[2]

---

[1] جريدة عكاظ (شماره: ١١٩٥٢) إمام العصر للزهراني (ص: ٣٠٥_ ٣١٠)

[2] (مجلة المجتمع (شماره: ١٣٥١) ١٠/ صفر ١٤٢٠هـ، إمام العصر (ص: ٣١١_ ٣١٥) من أعلامنا للعسكر (ص: ١٠٠_ ١٠٤)

⑪ وبكىٰ العلماء أمام تواضعه (ان کی انکساری نے علماء کو رلا دیا):

شیخ کے مشیرِ خاص اور آپ کے فتاویٰ کے جامع و مرتّب معالی ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر (چھ صفحات): علم وتقویٰ، خدماتِ دین اور مسلمانوں کے معاملات و مشکلات کو حل کرنے میں کوشاں رہنے کے حوالے سے ممدوح بقیۃ السلف الصالح تھے۔ وہ ایک مشفق باپ، یتیموں کے ماویٰ، مسکینوں کے والی، بیواؤں کے معاون، فقیروں کے غمخوار اور محتاجوں کے مددگار تھے۔

میں گن نہیں سکتا کہ کتنے لوگوں نے صحیح معلومات نہ ہونے کی وجہ سے شیخ کے بارے میں بدظنی رکھی اور پھر تحریری و زبانی (فون و ملاقات میں) معافیاں مانگیں اور شیخ نے انھیں معاف بھی کیا اور ان کے لیے دعائیں بھی کیں۔[1]

⑫ رحمک الله أبا عبد الله (اے ابو عبد اللہ! اللہ آپ پر اپنی رحمتیں نازل کرے):

سماحۃ الشیخ کے ساتھ پچیس سال کام کرنے والے اور ان کے دفتر کے مدیر عام ڈاکٹر عبد اللہ بن حافظ الحکمی (نو صفحات): شیخ ہمیشہ سنّت کے مطابق جمعرات کو سفر کرنا پسند کرتے تھے حتیٰ کہ ان کا سفرِ آخرت بھی جمعرات کو ہی ہوا۔

آپ شمس العلوم والمعارف، زینتِ ایام اور امامِ زمان تھے، آپ کام چھوڑ کر چھٹی لینے اور راحت و آرام کرنے کے ہرگز قائل نہ تھے۔ سینکڑوں دعاۃ و مبلغین کی کفالت کی اور لاکھوں فقیروں اور مساکین کی مدد کی، سینکڑوں مساجد و مدارس بنوائے، دار الحدیث الخیریہ مکہ مکرمہ جس میں غیر ممالک کے کثیر طلبہ پڑھتے ہیں

[1] جريدة الجزيرة (شماره: ٢٨/١/١٤٢٠هـ) إمام العصر للزهراني (ص: ٣١٦-٣٢٠)

اور آج اس کی سند ایم.اے کے برابر ہے اس کی تعمیر وترقی شیخ ہی کی مرہون منت ہے۔ حاکم خاندان کے یہاں شیخ کی بڑی عزت وقدر تھی۔ ❶

⑬ فقدنا شمعة مضيئة من شموع العلم (علم کی شمعوں میں سے ایک روشن شمع گل ہوگئی):

سعودی عرب کی ہیئۃ کبار العلماء کے ممبر اور مشرقی صوبہ (المنطقه الشرقيه) کے تمام شرعی کورٹس کے چیف جسٹس شیخ محمد بن زید آل سلیمان (چار صفحات):

میں نے انھیں ان کے آغازِ عمل (الدلم میں قاضی ومعلم ہونے) کے زمانے سے ایک شاگرد کی حیثیت سے انتہائی قریب سے دیکھا ہے، آپ کتاب وسنّت کے علم کی ایک روشن شمع اور سلف صالحین کے منہج کی روشن مثال تھے۔ ❷

⑭ و مات شيخ العلماء (شیخ العلماء کی وفات):

جمعیۃ الاصلاح الاجتماعی کی خیراتی کمیٹیوں کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر جاسم الیاسین (چار صفحات):

شیخ کی وفات سے میراثِ نبوّت کا ایک حصہ ضائع ہوگیا کیونکہ وہ حقیقتاً انبیاء علیہم السلام کے وارثوں میں سے تھے۔ ان کا چھوڑا ہوا علم آج کل کے علم کو محفوظ کرنے والے تمام وسائل وخزائن (کتاب، کیسٹ، انٹرنیٹ) میں محفوظ ہے جس سے رہتی دنیا تک لوگ استفادہ کرتے رہیں گے۔ ❸

❶ جريدة الرياض (جلد: ٣٦ شماره: ١١٢٨٣) اتوار یکم صفر ١٤٢٠ھ، ١٦ مئی ١٩٩٩ء، إمام العصر (ص: ٣٢٢۔ ٣٣٠) من أعلامنا (ص: ٧٩۔ ٨٥) الشيخ ابن باز للندوة (ص: ٦٢۔ ٦٩) انٹرنیٹ تین صفحات بعنوان: أمور لا يعرفها الناس عن الفقيد.

❷ الشيخ ابن باز للندوة (ص: ٧٠۔ ٧٣، روزنامه اليوم)

❸ مجلة المجتمع (شماره: ١٣٥٠) بابت ٣/ صفر ١٤٢٠ھ و الشيخ ابن باز للندوة (ص: ٧٤۔ ٧٧) من أعلامنا (ص: ١٧١۔ ١٧٣)

⑮ لله ما أخذ وله ما أعطىٰ (جو اللہ نے چھینا وہ اسی کا دیا ہوا تھا):

حفر الباطن میں کلیۃ التربیۃ کی عمیدۃ اور الندوۃ العالمیۃ دومن ونگ کی صدر ڈاکٹر نورۃ بنت محمد الجلیل (دو صفحات):

انھوں نے تمام مسلمان مرد وزن کی تعلیم وتدریس کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ وہ اقوال وآراء کی بحث وتحقیق کرتے اور کتاب وسنّت اور اقوالِ سلفِ امّت سے ثابت وقاطع دلیل والی صحیح رائے کو ترجیح دیتے تھے۔[1]

⑯ فاز ابن باز (شیخ ابن باز فوز وفلاح پا گئے):

الاحساء (الہفوف) میں وزارتِ المعارف کی برانچ کے ایک تربیتی نگران استاذ محمد بن عبدالعزیز الشیخ حسین (چار صفحات):

صحیح دلیل اور راجح قول پر اعتماد، رفق ونرمی اور لین ورحمت، عالم اسلام کے مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے اور ان کی حتیٰ الامکان امداد کرنے، اہلِ علم و فضل کا ادب واحترام کرنے، دعاۃ ومصلحین کی غیبت سے احتراز کرنے، مختلف مواقع کی سرکاری وذاتی دعوتیں قبول کرنے، عالی ہمت، حق کی طرف رجوع کرنے، اپنے ایمانی زادِ راہ کو بڑھاتے رہنے کی کوشش میں لگے رہنے، حدود اللہ کے توڑنے والوں پر غیرت کھانے اور حدود کا دفاع کرنے جیسی صفات نے شیخ کو ممتاز مقام پر فائز کر دیا ہوا تھا۔ دعاۃ ومبلّغین سے بڑی دردمندانہ اپیل ہے:

"لقد فاز ابن باز ... فهل نفوز كما فاز؟"

"شیخ ابن باز فوز وفلاح پا گئے، کیا ہم بھی اسی طرح فوز وفلاح سے سرخرو ہوں گے؟"[2]

---

[1] الشيخ ابن باز للندوة (ص: ٧٨۔ ٨٠)

[2] الشيخ ابن باز للندوة (ص: ٨١۔ ٨٤)

(17) الشیخ ابن باز الامام القدوۃ (امام وقدوہ):

شاہ فہد پٹرولیم یونیورسٹی الظہران کے استاذِ حدیث ڈاکٹر سمیر سلیمان العمران (دوصفحات):

شیخ رحمہ اللہ ہر معاملہ میں قدوۃ ونمونہ تھے۔ آپ کو دیکھ کر ائمہ سلف امام عبد اللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ، علامہ عز ابن عبد السلام، حافظ ابن حجر اور شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہم اللہ کی یادیں تازہ ہوجاتی تھیں۔ آپ فقہ و اصولِ فقہ، تفسیر و حدیث اور لغت کی چلتی پھرتی یونیورسٹی تھے۔[1]

(18) ومضات مضیئۃ (چمکدار روشنیاں):

شاہ فیصل یونیورسٹی الدمام میں شعبہ اسلامیات کے پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد بن عبد الرحمٰن العمیر (چھ صفحات): شیخ بیشمار عمدہ خصال و صفاتِ حمیدہ کا مجموعہ تھے، مسلسل اور بے تکان عمل، تحقیق اور دلیلِ صحیح کی اتباع، وہ چاہے فقہ حنبلی کے مخالف ہی کیوں نہ ہو، حکّام ومحکومین اور ملوک ومسئولین کے مختلف طبقات کے ساتھ حکمت ودانائی سے پیش آنا، ہمیشہ بحث وتحقیق اور مطالعہ میں لگے رہنا۔

حکّام وامراء کا قرب حاصل ہونے کے باوجود انکارِ منکر کی شجاعت سے متصف ہونا اور ہر وقت تلاوتِ قرآن وذکرِ الٰہی سے رطب اللسان رہنا ان کا خاصہ تھا۔[2]

(19) الشیخ والندوۃ ودعوۃ لمبرۃ (وامی سے شیخ کا تعلق وتعاون):

سعودی عرب کی مجلسِ شوریٰ کے ممبر اور الندوۃ العالمیۃ للشباب الاسلامی (WAMY) کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر مانع بن حماد الجہنی رحمہ اللہ (پانچ صفحات):

---

(1) الشیخ ابن باز للندوۃ العالمیۃ (ص: ۸۵۔ ۸۶)

(2) الشیخ ابن باز للندوۃ (ص: ۸۷۔ ۹۲)

آپ عالمِ ربانی، داعی جلیل، ناصح حکیم، اور مربی حلیم تھے۔ شیخ عالمِ اسلام کے مسلمانوں اور غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیات کے مسائل کی پوچھ تاچھ میں بڑی گہری دلچسپی لیتے تھے اور ہر ممکن طریقہ سے ان کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ شیخ کی تمام دینی و علمی، رفاہی وفلاحی اور سماجی خدمات کے پیشِ نظر ہی الندوۃ نے ملک فیصل ایوارڈ کے لیے سماحۃ الشیخ کا نامِ نامی اسمِ گرامی پیش کیا تھا اور آپ کو اس کا بجا طور پر حقدار سمجھتے ہوئے آپ کو یہ ایوارڈ دیا گیا تھا۔

شیخ رحمہ اللہ موجودہ دور میں نادر الوجود قسم کی شخصیت تھے۔ شیخ رحمہ اللہ کے صدقہ جاریہ کے لیے ایک سرکاری خیراتی ادارہ قائم کرنے کی ضرورت ہے جو شیخ کے بعد ان کے کاموں کو جاری رکھ سکے۔ [1]

(20) خطبہ حرم مکی:

امورِ حرمین شریفین کمیٹی کے صدر اور امام وخطیبِ حرمِ مکی معالی الشیخ محمد بن عبد اللہ بن السبیل نے ۲۸/۱/۱۴۲۰ھ کے خطبۂ جمعہ میں سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ کو عالمِ امت، موجودہ دور کے امام اہلِ سنّت و الجماعت، علامۂ زماں، فقیہِ دوراں، علم و بصیرت والے داعی الی اللہ اور مجاہد فی سبیل الحق و الہدیٰ قرار دیا اور ان کی وفات کو امتِ اسلامیہ کے لیے ایک عظیم حادثہ اور دردناک مصیبت سے تعبیر کیا اور لاکھوں مسلمانوں کی موجودگی میں نمازِ جمعہ کے بعد ان کی نمازِ جنازہ بھی حرمِ مکی میں پڑھائی۔ [2]

(21) ولسوف یذکرک الزمان (زمانہ آپ کو یاد کرے گا):

سعودی مجلسِ شوریٰ کے چیئرمین اور امام وخطیبِ حرمِ مکی معالی ڈاکٹر صالح

---

1. الشیخ ابن باز للندوۃ (ص: ۹۳۔ ۹۷) من أعلامنا (ص: ۱۵۱۔ ۱۵۵) جریدۃ الریاض (شمارہ: ۱۱۲۹۳) بابت ۱۱/ صفر ۱۴۲۰ھ۔
2. جریدۃ المدینۃ (شمارہ: ۱۳۱۷٤) إمام العصر للزهراني (ص: ۲۷۲)

بن عبد اللہ بن حمید (چھ صفحات):

شیخ رحمہ اللہ فقہ وفتویٰ میں مرجعِ خلائق تھے۔ متقی و زاہد اتنے کہ نوے سالہ زندگی میں سے آخری ستر سال مسلسل ایسے حال میں گزارے کہ آپ کی ذاتی زندگی میں اور مجلس میں کبھی دنیاوی زینت و مال کو کوئی حیثیت نہ دی گئی۔

شیخ رحمہ اللہ کئی اعتبار سے عبقری انسان تھے۔ بے دین اور دین بیزار قسم کی تحریکوں اور اہلِ مغرب کی ثقافتی وفکری یلغار وغیرہ کوئی چیز شیخ کے منہج پر اثر انداز نہ ہوسکی۔[1]

(22) الإمام العلامة الحبر البحر (حبرِ امت وبحرِ علم وحکمت):

ڈاکٹر صالح بن حمید نے ہی ۱۹/ محرم ۱۴۱۵ھ کو ڈاکٹر ناصر بن مسفر الزہرانی کی شعری کتاب: بازیۃ الدہر کے لیے چار صفحات کا مقدمہ لکھا جو شیخ رحمہ اللہ کی زندگی میں ہی شائع ہوگئی جس میں انھوں نے ممدوح کو امام و علامہ، حبرِ امّت اور بحرِ علم و حکمت قرار دیا اور لکھا کہ ان کے ایمانِ عمیق وعقیدۂ راسخہ، خالص کتاب وسنّت پر مبنی علمِ دین اور روحِ اجتہاد واستنباط نے انھیں اعلیٰ مقام ومرتبہ پر فائز کردیا ہے۔[2]

(23) ابن باز بين الهمة و الخشوع (ہمت وخشوع کا پیکر):

ڈاکٹر صالح بن عبد اللہ حمید (ایک صفحہ):

عصرِ حاضر اور نسلِ نو میں "ابن باز" ایک بہت ہی اونچا نام ہے، ان کے القاب و مقام کو بیان کرنے کی بجائے عربوں کا مقولہ ہی کافی ہے: "وَ هَلْ يَخْفَى الْقَمَرُ" (چاند بھی بھلا چھپا رہ سکتا ہے؟)[3]

---

[1] جريدة المدينه (شماره: ۱۳۱۹۱) مجلة الدعوة (شماره: ۱٦۹٤) بابت ۱۹ صفر ۱٤۲۰هـ (ص: ٦۰۔ ٦۱) ومن أعلامنا للعسكر (ص: ۸٦۔ ۹۱) إمام العصر للزهراني (ص: ۲۹۰۔ ۲۹۵)

[2] بازية الدهر للزهراني مقدمة (ص: ۹۔ ۱۲) إمام العصر للزهراني ايضاً (ص: ۲۹٦۔ ۲۹۹)

[3] (انٹر نیٹ۔ ویب سائیٹ ابن باز)

(24) مصابِ جلل و خطب عظیم (ایک عظیم حادثۂ فاجعہ):

وزیرِ عدل معالی ڈاکٹر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم آل شیخ (تین صفحات):
سماحۃ الشیخ اغراض و مقاصدِ شریعت کی بہت بڑی مقدار کے فہم و ادراک کے مالک اور مرجعِ عالَم تھے۔ شیخ کی وفات کسی ایک عالم یا شخص کی وفات نہیں بلکہ ان کی وفات امّتِ اسلامیہ کے ایک عظیم رکن کا فقدان ہے۔[1]

(25) علاقتی بالوالد عبد العزیز بن باز (اپنے روحانی باپ سے میرا تعلق):

رابطہ عالم اسلامی کے سابق سیکرٹری جنرل اور سعودی مجلسِ شوریٰ کے نائب رئیس معالی ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف کے تاثرات :(تین صفحات) شیخ کی زندگی میں ہی کتاب بازیۃ الدہر (ص: ۵۳۔ ۵۵) اور کتاب الانجاز للشیخ الرحمۃ (ص: ۵۴۰۔۵۴۳) پر یہ تاثرات شائع ہوگئے تھے، جنھیں شیخ عبد العزیز بن عسکر نے من أعلامنا کے (ص: ۹۷۔ ۹۹) پر بھی شائع کردیا ہے اسی طرح وہ جریدۃ المدینہ ملحق الاربعاء ۴ھ صفر ۱۴۲۰ھ (ص: ۱۵) پر بھی شائع ہوئے ہیں اور ان کا خلاصہ ''شیخ اپنے معاصرین کی نظر میں'' کے زیرِ عنوان ذکر کردیا گیا ہے۔ لہٰذا ہم اسی پر کفایت کرتے ہیں تاکہ تکرار نہ ہو۔

(26) إمام العصر سماحة الشيخ ابن باز ورؤيتهٔ للأعلام (ذرائع ابلاغ یا میڈیا پر گہری نظر):

معروف صحافی ڈاکٹر عبد القادر طاش (سات صفحات) : شیخ کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں اور وہ ہر پہلو سے ہی امامِ وقت تھے۔ ذرائع ابلاغ (ریڈیو ٹی وی

[1] كتيبة العربية، نمبر (۲۷، ص: ۱۸) من أعلامنا للعسكر (ص: ۹۴۔ ۹۶) إمام العصر للزهراني (ص: ۲۷۸۔ ۲۸۰)

اور صحافت یا میڈیا) کے ساتھ ان کا گہرا رابطہ تھا۔ وہ اپنے خطابات و رسائل مسلسل بھیجتے رہتے تھے اور صحافیوں سے ملاقاتوں میں انھیں ابلاغ میں انحراف کے خطرات سے متنبہ کرتے رہتے تھے۔

ان کی وفات سے صرف تین ماہ قبل میں نے چند ساتھیوں کے ہمراہ ملاقات کی اور سعودی ٹی وی کے سیٹلائیٹ چینل ''اقرأ'' کے بارے میں بتایا کہ سیٹلائیٹ کے طوفانِ بدتمیزی میں یہ ایک بامقصد چینل ہوگا تو سارے معاملات بڑے غور سے سنے اور ہمارے لیے توفیقِ خیر کی دعائیں کیں۔ جب میں نے اس چینل کے لیے باتصویر متحرک انٹرویو کی خواہش ظاہر کی تو بڑے اچھے انداز سے معذرت کردی اور فرمایا کہ میں ٹیلیویژن میں آنے کو پسند نہیں کرتا البتہ آپ تصویر کے بغیر محض آواز کی حد تک انٹرویو کرسکتے ہیں اور بالفعل میرے ساتھی ڈاکٹر احمد بن سیف الدین نے وہ صوتی انٹرویو کیا جو پہلے ''ملتقی الدعوۃ'' کے زیرِ عنوان نشر ہوا اور پھر کئی بار ری براڈ کاسٹ کیا گیا۔

۱۴۱۱ھ میں جبکہ میں جریدۃ المسلمون کا رئیس التحریر تھا تو میں نے شیخ کا طویل انٹرویو کیا جو المسلمون میں شائع ہوا، اس انٹرویو میں شیخ نے ذرائع ابلاغ کی زبردست اہمیت کو واضح کیا اور فرمایا کہ یہ ''سلاحِ ذو حدین'' (دودھاری تلوار) ہے لہٰذا کارپردازوں کو اللہ سے ڈرتے ہوئے حقائق کی نشر و اشاعت کا اہتمام کرنا چاہیے اور طلبہ و علماء کو ذرائع ابلاغ کے ساتھ تعاون کرنے کی ترغیب دلائی تاکہ یہ صرف اہلِ زیغ و انحراف کا آلہ بن کر نہ رہ جائیں۔[1]

---

[1] من أعلامنا (ص: ۱۰۵ـ ۱۱۱) جريدة المدينة (شماره: ۱۳۱۷۵) مجلة المجتمع (شماره: ۱۳۵۱) بابت ۱۰/ صفر ۱۴۲۰ھ (ص: ۳۴ـ ۳۵) إمام العصر للزهراني (ص: ۴۵۲ـ ۴۵۹)

(27) و یبکیک محراب و یئن منبر (منبر ومحراب یاد کریں گے):

معروف اہلِ قلم استاذ حمد بن عبداللہ القاضی (چار صفحات):

رمضان المبارک کی ایک شام حرم شریف سے تبلیغ وفتویٰ کی مجلس سے اٹھ کر جانے لگے، روزہ بھی تھا، زبان سوکھ رہی تھی، ہونٹ خشک تھے، تکان تھی مگر حرم سے نکل جانے بلکہ رہائش کی جگہ پہنچ جانے تک کسی سوال کرنے والے کو منع نہیں کیا۔[1]

(28) و انطفأ المصباح المضیٔ (روشن شمع بجھ گئی):

معالی الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ (سات صفحات):

شیخ نے ابتداء عمر سے ہی دنیا کو پسِ پشت ڈال دیا اور آخرت کی طرف متوجہ ہوگئے۔ آخری ایامِ مرض میں ڈاکٹر نے کہا کہ آپ مخصوص کھانا تیار کروا کر کھایا کریں مگر انھوں نے انکار کردیا اور کہا کہ جس طرح ساری عمر بہت سارے لوگوں کے درمیان بیٹھ کر کھاتا آیا ہوں اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا۔[2]

(29) العلامۃ ابن باز:

جامعہ ازہر (مصر) کے استاذ پروفیسر ڈاکٹر سالم نجم (تین صفحات):

۱۳۸۹ھ کے حج کے موقع پر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے ہیڈ آفس میں ملاقات کے دوران کچھ اصحابِ ثروت آئے اور انھوں نے بہت بڑی رقم بلا گنے شیخ کے سپرد کی۔ نماز کے بعد فقراء و مساکین آئے، شیخ نے سب سے حالات

---

[1] من أعلامنا (ص: ۱۱۲۔ ۱۱۵) انٹرنیٹ دوصفحات، و کتیب العربیۃ، نمبر (۲۷، ص: ۳۹۔ ۴۱)

[2] (جریدۃ الریاض (شمارۃ: ۱۱۲۸۲) بابت ۲۹/ محرم ۱۴۲۰ھ، من أعلامنا للعسکر (ص: ۱۱۶۔ ۱۲۲) و انٹرنیٹ ویب سائیٹ ابن باز دوصفحات۔

سے، زبانی ہمدردی کا اظہار کیا اور حسبِ ضرورت و حاجت دیتے گئے اور سب کی ضروریات پوری کر دیں۔

۱۴۱۹ھ میں رابطہ کی فقہ اکیڈمی کے ۱۱۔۱۵ ر جب کے سالانہ اجتماع میں مجھے اکیڈمی کے اجلاس میں ماہرِ علومِ طب کی حیثیت سے شرکت کا موقع ملا تو ہفتہ بھر کے دوران شیخ کی فکرِ عمیق اور اجلاس کے سامنے پیش ہونے والے طبی موضوعات کے دقائق کی معرفت سے گہری دلچسپی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ علم میں اضافہ کے لیے ہر وقت مستعد و کوشاں رہتے تھے۔[1]

30 کوکب غار ضوءهٔ (ستارہ ڈوب گیا):

مشہور شاعر و ادیب عبداللہ بن محمد بن خمیس (پانچ صفحات):

شیخ کا وقت اور ان کی جد و جہد ان کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ وہ جمہور کی ملکیت تھے اور شیخ کے لیے امام شافعی کے وہ اشعار صادق آتے ہیں جن کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

اِنَّ لِلّٰهِ عِبَاداً فَطِناً   طَلَّقُوا الدُّنیَا وَ عَافُوا الْفِتَنَا

”اللہ کے کچھ ذہین و فطین بندے وہ بھی ہیں جنہوں نے آسائشِ دنیا کو طلاق دے کر سادہ و روکھی سوکھی زندگی پر قناعت کر رکھی ہے۔“[2]

31 ورحل الوالد العلامة (روحانی باپ کی رحلت):

ڈاکٹر محمد بن خالد الفاضل (چھ صفحات):

[1] مجلة المجتمع (شمارہ: ۱۳۵۳) بابت: ۲۴ / ۵ صفر ۱۴۲۰ھ (ص: ۴۰) و من أعلامنا للعسكر (ص: ۱۲۳۔ ۱۲۵)

[2] جریدہ الجزیرة (شمارہ: ۹۷۴۱) بابت پیر ۱۶ / صفر ۱۴۲۰ھ، من أعلامنا (ص: ۱۲۶۔ ۱۳۰) و إمام العصر (ص: ۳۷۵۔ ۳۸۰)

شیخ نے سلف صالحین کے منہج کے مطابق نشر و اشاعتِ علم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا حتیٰ کہ واش بیسن پر ہاتھ دھو رہے ہوتے تو بھی سوال وفتویٰ کا سلسلہ جاری رہتا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ اکیلے اتنا کام کر گئے ہیں کہ سینکڑوں اشخاص سے بھی نہ ہو پائے۔ ❶

㉜ مثال للمدير الحكيم الحازم (ایک حکیم وحازم اور مثالی مدیر):

شیخ رحمہ اللہ کے شاگرد اور اردن کے معروف عالم ڈاکٹر محمد سلیمان الاشقر (تین صفحات):

آپ کا گھر، مسجد، دفتر اور درمیانی راستہ سب مدرسہ ہی مدرسہ تھا۔ جامعہ اسلامیہ کے مدیر ہونے کے زمانے میں ہی نہیں بلکہ ہمیشہ ساتھیوں سے صلاح و مشورہ (شوریٰ) آپ کا دستور العمل تھا۔

㉝ ابن باز و موقفان مع الندوي و الغزالي (علامہ ابن باز اور مولانا ندوی و شیخ غزالی):

معروف قلمکار ڈاکٹر عبدالحلیم عویس (چار صفحات):

مولانا ابو الحسن علی الندوی کی معیّت میں شیخ سے ملاقات کی تو انھوں نے مولانا کی بڑی عزّت وتعریف کی اور ان کے لیے دعائیں کیں اور جب شیخ محمد الغزالی کے ساتھ گیا تو ان کا گرمجوشی سے استقبال کیا اور انھیں انتہائی عزّت سے نوازا۔ ❷

---

❶ مجلة الشقائق (شمارہ: ۲۱) ماہ صفر ۱۴۲۰ھ (ص: ۳۰۔ ۳۱) و من اعلامنا (ص: ۱۳۱۔ ۱۳۶)

❷ مجلة الدعوة (شمارہ: ۱۶۹۴) بابت صفر، ۱۴۲۰ھ، (ص: ٦٦) من أعلامنا للعسكر (ص: ۱۴۴۔ ۱۴۷)

(34) ملک من ملوک الآخرة (آخرت کے ایک بادشاہ):

ڈاکٹر عویس کے بقول شیخ الغزالی ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ شیخ ابن باز ''آخرت کے بادشاہوں'' میں سے ایک ہیں۔ (1)

(35) لا یجامل أحداً في الحق (وہ حق میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے):

دیارِ شام کے معروف عالم اور کتاب "الفقه الإسلامي و أدلته" کے مصنف اور دمشق یونیورسٹی کے استاد پروفیسر وہبہ الزحیلی (تین صفحات):

شیخ ابن باز کی وفات نے عالمِ اسلام کو ہلا کر رکھ دیا ہے جس کی تین بڑی وجوہات تھیں:

1. خشیتِ الٰہی۔
2. وسعتِ علم ومنہاجِ سلف۔
3. اخلاقِ کریمانہ۔

وہ اعلانِ حق میں کسی چھوٹے بڑے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ (2)

(36) کان یتوق للصلوٰۃ فی المسجد الاقصیٰ (مسجدِ اقصیٰ میں نماز کی تمنّا):

بیت المقدس کی اسلامی امور کی اعلیٰ کمیٹی کے صدر مفتی فلسطین اور خطیبِ مسجدِ اقصیٰ شیخ عکرمہ صبری (دو صفحات):

گہری تفکیر و بصیرت، وسعتِ مطالعہ، تطہیر و تصفیۂ عقیدہ، بیت المقدس و

(1) مجلة الدعوة (شمارہ: ١٦٩٤) بابت صفر ١٤٢٠ھ من أعلامنا (ص: ١٤٤۔ ١٤٧) و الدرر الذهبية للرحمة (ص: ٦٥)

(2) مجلة الشقائق، شمارہ: ٢١/ صفر ١٤٢٠ھ (ص: ١٧) و من معالمنا للعسكر (ص: ١٤٨۔ ١٥٠)

مسجد اقصیٰ کی محبت وخبر گیری اور عالمِ اسلام کا درد ان کی رگ رگ سے عیاں تھا۔ وہ مسجد اقصیٰ کی یہود سے بازیابی اوراس میں نماز کی ادائیگی کے متمنّی تھے۔ ❶

37 وكسفت شمس العلوم (آفتابِ علم گہنا گیا):

شیخ کے شاگرد اورسعودی عرب کے معروف عالم شیخ عائض بن عبداللہ القرنی مصنف "الممتاز في مناقب الشیخ ابن باز" (۸۰صفحات) جو شیخ کی زندگی میں شائع ہوگئی تھی، تعزیتی شذرہ (چار صفحات): وہ علم وعمل کے آفتاب، صدق و نصیحت کے ماہتاب، خیر وتقویٰ کے روشن ستارے، رفق وتواضع کا مجموعہ وپیکر، اخلاقِ نبوی، کرمِ حاتم الطائی اورحلم احنف کے امیر تھے۔ ❷

38 صمام الأمان (امن وسلامتی کا راز):

معروف عالم اورصنعاء (یمن) کی جامعۃ الایمان کے رئیس ڈاکٹر شیخ عبد المجید الزندانی (دوصفحات):

وہ علم سے گہرے تعلق والے، کثیر العمل، کثیر العبادت اور ذکرِ الٰہی میں رطب اللسان جیسی صفات کے جامع اور امن وسلامتی کا راز تھے جبکہ ایسی صفات کی جامع شخصیات کا وجود انتہائی شاذ ونادر رہ گیا ہے۔ ❸

---

❶ مجلة الشقائق، شماره ۲۱ صفر ۱٤۲۰ھ (ص: ۲۱) من أعلامنا للعسكر (ص: ١٥٦ ـ ١٥٧)

❷ جريدة الرياض (شماره: ۱۱۲۸۹) هفته ۷/ صفر ۱٤۲۰ھ (ص: ۱۲) من أعلامنا للعسكر (ص: ١٥٨ ـ ١٦١)

❸ مجلة الشقائق، شماره: ۲۱/ صفر ۱٤۲۰ھ (ص: ۱۷) و من أعلامنا للعسكر (ص: ١٦٢ ـ ١٦٣)

39 رحم الله عالم الأمة (عالمِ امت):

رقیہ بنت محمد المحارب (دو صفحات):

جب لوگ دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہوتے تھے امام ابن باز لوگوں کے لیے دین کمانے (تعلیم وتربیت دینے) میں مشغول ہوتے تھے۔[1]

40 رحمک الله یا أبي (ابو جان! اللہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے):

سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ کی لختِ جگر ہند بنت الشیخ عبدالعزیز بن باز (تین صفحات):

میرے والدِ گرامی ایک شفیق و رحم دل باپ تھے۔ تمام تر مشغولیات کے باوجود انھوں نے ہمیں بلاتمیز بیٹا یا بیٹی بھر پور پیار سے نوازا اور اپنی بیویوں میں کامل عدل کا نمونہ پیش کر دکھایا، دنیا کے کونے کونے سے پوری امتِ اسلامیہ کے افراد نے ہمارے غم میں ذاتی وشخصی اور زبانی وتحریری شرکت کر کے ہماری اس مصیبت کے احساس کی شدت کو قدرے کم کر دیا ہے۔[2]

41 في وداع الإمام (الوداع، اے امامِ اہلِ سنت):

جواہر بنت الشیخ سلیمان المہنا (دو صفحات):

اے مسلمان نوجوانو! اے امت کی امیدو! اگر کسی کو آئیڈیل کی تلاش ہو تو بقیۃ السلف شیخ ابن باز کی سیرت کو اپنا لو جو بلند انسانی اقدار، بے پناہ علم، شفقت کا خزانہ، دینی غیرت کے آتش فشاں اور سادہ فطرت وسادگی کا بہترین نمونہ تھے۔[3]

---

1. جریدة الریاض (شمارہ: ۱۱۲۸۲) بابت ۲۹/ محرم ۱٤۲۰ھ، من أعلامنا للعسکر (ص: ١٦٤ ـ ١٦٥)
2. جریدة الریاض (شمارہ: ۱۱۲۹۳) بابت ۱۱/ صفر ۱٤۲۰ھ (ص: ۳٥) من أعلامنا للعسکر (ص: ١٦٦ ـ ١٦٨ و انٹرنیٹ)
3. مجلة الشقائق، شمارہ: ۲۱ بابت صفر ۱٤۲۰ھ (ص: ۳۱) من أعلامنا ←

42 سماحة الشيخ في رئاسة المجلس التأسيسى للرابطه (رابطہ کی تاسیسی مجلس کے صدر):

معالی الشیخ محمد بن ناصر العبودی (تین صفحات):
شیخ جہاں علمی میدان میں صفِ اول میں تھے وہیں اعلیٰ ادارتی (مینجمنٹ کی) صلاحیتوں سے بھی مالا مال تھے۔[1]

43 ابن باز المصلح القدوة (عظیم مصلح اور بہترین قدوہ ونمونہ):

"من أعلامنا" کے زیرِ عنوان سلسلۂ تاریخ علماء جس کی تین سو صفحات کی ایک پوری جلد سوم شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے ساتھ خاص کر کے شائع کی گئی ہے، اس کے مؤلف شیخ عبدالعزیز بن صالح العسکر کا تعزیتی شذرہ (پانچ صفحات):
سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ کے شاگرد فتویٰ کمیٹی اور ہیئۃ کبار العلماء کے ممبر شیخ عبداللہ بن سلیمان المنیع کے بقول وہ روزانہ ڈھائی ہزار (۲۵۰۰) ریال (تقریباً ۳۵۰۰۰ روپے) محتاجوں کی ضرورتیں پوری کرنے، دین کی نشر و اشاعت کرنے اور جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرتے تھے۔ اگر ان کی اولاد میں سے کوئی کہتا کہ یہ سب خرچ کرتے جاتے ہیں تو ہمارے لیے کیا رکھ رہے ہیں، وہ اللہ کی ذات پر پورے اعتماد کے ساتھ کہتے:

"لَنَا اللّٰهُ، فَهُوَ حَسْبُنَا وَ رَزَقَنَا بِيَدِهِ"

''ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور اسی نے ہمیں اپنے ہاتھوں سے رزق دیا ہے۔''

← للعسكر (ص: ١٦٩ـ ١٧٠)

[1] جريدة المدينة ملحق الاربعاء ٤/ صفر ١٤٢٠هـ (ص: ٤٩) من أعلامنا للعسكر (ص: ١٧٥ـ ١٧٧)

مرض الموت کے دوران ہسپتال کے بیڈ پر بھی دفتری کاروبار نمٹاتے رہے، مدۃ العمر کبھی سرکاری ذمہ داریوں سے چھٹی نہیں لی اور اگر چھٹی لے کر آرام کرنے کا مشورہ دیا جاتا تو کہتے:

"اَلرَّاحَةُ فِي الْجَنَّةِ اِنْ شَآءَ اللّٰهِ"

''اللہ نے چاہا تو آرام جنت میں جا کر کریں گے۔''[1]

(44) یودعنا إلى دار الخلود (دارالخلد کی طرف روانگی):

علماءِ ازہر میں سے شیخ محمد عبد اللہ الخطیب (پانچ صفحات):

وہ اللہ کے لشکر کے سپاہی، اس کے محبوب اور ولی اللہ، عالمِ ربانی اور فتویٰ کے اس منصب پر فائز تھے جو پہلے خود اللہ نے اختیار فرمایا۔ (دیکھیے سورۃ النساء آیت: ۱۲۷، ۱۷۶) وہ علم کی زینت، حق کی حفاظت کرنے والے اور امتِ اسلامیہ کی تاریخ کا ایک روشن باب تھے۔[2]

(45) الباز یات الأربعة (شیخ ابنِ باز کی چار اہم صفات):

استاذ عبد العزیز بن عبد الرحمٰن المقحم (چار صفحات):

شیخ ابن باز ایک سپر نیچر قسم کی شخصیت تھے۔ ان میں اتنی صفاتِ خیر یکجا ہوگئی تھیں کہ عام طور پر ان میں سے کسی میں صرف دو بھی یکجا ہونا مشکل ہے، ان میں سے چار صفات خصوصاً قابلِ ذکر ہیں:

① تبحرِ علمی۔ ② عجیب فیاضی و کرمِ حاتم طائی۔

---

1. جريدة الجزيرة العدد (شماره: ۹۷۳۹) هفته ۱٤/ صفر ۱٤۲۰هـ (ص: ١٤)
2. مجلة المجتمع (شماره: ۱۳٥۱) بابت ۱۰/ صفر ۱٤۲۰هـ (ص: ۳۳) من أعلامنا (ص: ۱۸۲ـ ۱۸٦)

③ دعوت و تبلیغ اور نشر و اشاعت کے تمام میدانوں میں بھرپور خدمات۔
④ نرم خوئی و تواضع۔[1]

46 یا أیھا العزیز: أنرثیک أم نرثی لأنفسنا (عزیز من! ہم کس کا مرثیہ کہیں آپ کا یا اپنا):

زیاد بن عبداللہ الدریس (تین صفحات):

سماحۃ الشیخ ابنِ باز کی مسجد (اور دفتر) گویا اسلامی اقوام متحدہ (UNO) کا ہیڈ آفس تھا۔ جہاں سے ایشیا، یورپ، افریقہ و امریکہ اور تمام بلادِ عالم کے لوگ فیض حاصل کرتے تھے۔[2]

47 ابن باز یتصدّق یومیاً (روزانہ فی سبیل اللہ صدقہ و خیرات):

ڈاکٹر یحییٰ بن ابراہیم الیحییٰ (چھ صفحات):

شیخ الاسلام ابن باز رحمہ اللہ اسلامی علوم میں سے توحید، تفسیر، فقہ، اصول، حدیث، رجال (جرح و تعدیل) فرق و مذاہب اور لغت میں گہرا درک رکھنے والے تھے۔ ہر تین یا چار دنوں میں ایک مرتبہ قرآن ختم کرتے اور کوئی دن ایسا نہ گزرتا کہ جس میں مالی صدقہ نہ کرتے۔[3]

---

[1] مجلۃ الدعوۃ (شمارہ: ۱۶۹۳) بابت ۱۲/ صفر ۱٤۲۰ھ (ص: ٦٦) من أعلامنا (ص: ۱۸۷۔ ۱۹۰)

[2] جریدۃ الریاض (شمارہ: ۱۱۲۹۲) بابت ۱۰/ صفر ۱٤۲۰ھ (ص: ۷) من أعلامنا (ص: ۱۹۱۔ ۱۹۳)

[3] مجلۃ الدعوۃ (شمارہ: ۱٦۹٤) بابت ۱۹/ صفر ۱٤۲۰ھ (ص: ٤٦) من أعلامنا (ص: ۱۹٤۔ ۱۹۹)

(48) هكذا عرفت سماحة الشيخ ابن باز (میں نے انھیں ایسا پایا):

شیخ رحمہ اللہ کی زیرِ ادارت وسرپرستی ایک عرصہ تک کام کرنے والے عبد الکریم بن عبد المحسن الترکی (چار صفحات):

شیخ رحمہ اللہ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ ایک آدمی نے مسجد سے نکلتے وقت بات شروع کی اور شیخ کی گاڑی تک پہنچنے پر بھی بات مکمل نہ ہوئی تو شیخ نے کہا کہ گاڑی میں بیٹھو اور ہمارے ساتھ چلو اور اپنی بات مکمل کرو، اس شخص نے عرض کیا کہ میں مسجد کے دوسرے دروازے سے اندر داخل ہوا تھا اور میرا جوتا وہاں ہے، فرمایا: جاؤ لے آؤ ہم انتظار کرتے ہیں اور بالفعل اس کے آنے تک اس کا انتظار کیا۔[1]

(49) من الفاجعة إلىٰ التصرف (حادثہ فاجعہ، پس چہ باید کرد):

ڈاکٹر حسن بن فہد الہویملی (پانچ صفحات):

تمام اسلامی محفلوں میں سعودی حکومت کا تمام تر اعتماد علامہ ابن باز پر تھا، انھوں نے شاہ عبد العزیز کے عہد سے ہی معلم و قاضی اور واعظ ومسؤل کی حیثیت سے کام شروع کر رکھا تھا۔[2]

(50) كيف نعوّض فقد الشيخ ابن باز (شیخ ابن باز کا نعم البدل کیسے پائیں؟):

ڈاکٹر خالد عبد اللہ القاسم (تین صفحات):

شیخ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کے پُر ہونے پر وقت لگے گا

---

[1] مجلة الدعوة (شمارہ: ١٦٩٤) بابت ١٩/ صفر ١٤٢٠هـ (ص: ٥٣) من أعلامنا (ص: ٢٠٠ ـ ٢٠٣)

[2] جريدة المدينة، ملحق الأربعاء ٤/ صفر ١٤٢٠هـ، و إمام العصر (ص: ٤٤٧ ـ ٤٥١) من أعلامنا (ص: ٢٠٤ ـ ٢٠٨)

کیونکہ وہ سینکڑوں دعاۃ کی کفالت جیسے کتنے ہی بڑے بڑے کاموں کو اکیلے ہی نبھائے چلے جا رہے تھے۔[1]

51 عالم ربّانی فقدته الأمة (امت ایک ربّانی عالم سے محروم ہوگئی):

رابطۂ عالم اسلامی کی فقہ اکیڈمی (جدہ) کے ایک ماہر اور قطر یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر علی محی الدین القرۃ: شیخ رحمہ اللہ ایک بے تکان عالمِ ربانی تھے، انھوں نے شرک و بدعات کے قلع قمع کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، وہ اس صدی کے ایک حقیقی مجدد تھے۔[2]

52 احتجنا لعلمه ... واستغنىٰ عن دنيانا (ہمیں ان کے علم کی ضرورت ہے لیکن وہ ہماری دنیا سے مستغنی ہوگئے):

سعودی وزیرِ حج معالی ڈاکٹر محمود بن محمد مسفر (پانچ صفحات):

بہت کم ایسے لوگ ہوتے ہیں جنھیں پوری امت یاد کرتی ہے، جن کے بارے میں تاریخ لکھی جاتی ہے اور جن کا ذکرِ خیر ہر زبان پر رہتا ہے۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ ایسے ہی لوگوں میں سے تھے انھوں نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اپنے نفس، مال اور اوقات کو وقف کر رکھا تھا۔[3]

---

[1] جريدة الجزيرة (شمارہ: ٩٧٣٧) بابت ١٢/ صفر ١٤٢٠هـ (ص: ٩) من أعلامنا (ص: ٢٠٩-٢١١)

[2] مجلة المجتمع (شمارہ: ١٣٥٢) بابت ١٧/ صفر ٤٢٠هـ (ص: ٤٦) من أعلامنا (ص: ٢١٢-٢١٦)

[3] جريدة الشرق الأوسط (شمارہ: ٧٤٧٧) إمام العصر للزهراني (ص: ٢٨١-٢٨٥)

53 فماذا عن الأمة ... بعد ارتحال الأمة؟ (موت العالِم، موت العالَم):

جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے پروفیسر ڈاکٹر احمد بن عبدالرزاق الکبیسی (۹ صفحات):
شیخ ابن باز حقیقتاً نسلِ نو کے لیے اپنی ذات میں ایک مکمل مدرسہ تھے۔ ان کی وفات گویا پوری امّت کا فقدان ہے۔[1]

54 أعجوبة زمانہٖ (یکے از عجائباتِ زمانہ):

سید ابوالحسن علی ندوی بحوالہ ڈاکٹر الکبیسی :
شیخ ابن باز عجائباتِ زمانہ میں سے تھے۔[2]

55 في وداع الشيخ (الوداع، اے ہمارے شیخ!):

معروف شاعر و ادیب معالی ڈاکٹر غازی القصیبی (سات صفحات):
اگر صرف یہ کہا جائے کہ ''شیخ'' نے کہا ہے تو سب سمجھ جاتے ہیں کہ شیخ سے مراد شیخ ابن باز رحمہ اللہ ہی ہیں اور انھیں یہ لقب جمہورِ عام نے دیا ہوا ہے۔[3]

56 ذکریاتی مع فقيد الأمة (فقیدِ امّت کی چند یادیں، چند باتیں):

شیخ ابن باز کے شاگرد، پچاس سال سے شرف یاب، مسجدِ نبوی کے مدرس اور شیخ کے مساعد رئیس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ شیخ عطیہ محمد سالم (تین صفحات):
شیخ میں تحزّب تھا نہ تعصّب، وہ علم کا سمندر تھے۔ علمِ حدیث و فقہ اور توحید کا تو وہ گویا انسائیکلوپیڈیا تھے۔[4]

---

1. إمام العصر (ص: ۳۳۱۔ ۳۳۹)
2. بحوالہ إمام العصر مقالہ ڈاکٹر الکبیسی پروفیسر جامعہ ام القریٰ مکہ المکرمۃ (ص: ۳۳۱)
3. إمام العصر (ص: ۳۴۰۔ ۳۴۶)
4. جریدۃ عکاظ (شمارہ: ۱۱۹۵۰) إمام العصر (ص: ۳۴۷۔ ۳۴۹)

57 عالم الأمة الشيخ ابن باز (شیخ ابن باز، عالمِ امت):

ماہر و معروف مربی شیخ عثمان الصالح (تین صفحات):

شیخ کی کتب و بحوث، تحقیقات اور فتاویٰ مسلمانوں کے لیے منارۂ نور اور سنگ میل ہیں۔ [1]

58 کان موته موت أمة (ان کی موت گویا پوری امّت کی موت ہے):

پروفیسر ڈاکٹر علی بن سلطان الحکمی (تین صفحات):

شیخ کی موت سے میدانِ علم و فتویٰ، زہد و تقویٰ اور برّ و صلہ اور فقراء و مساکین نیز بیوگان و یتیم بچوں کے لیے جو خلاء پیدا ہوا ہے اس کا جلد پُر ہونا مشکل لگتا ہے۔ [2]

59 الإمام العالم العامل (امام و عالمِ باعمل):

شیخ ابوعبدالرحمٰن ابن عقیل الظاہری (۱۹ صفحات):

سماحۃ الشیخ ابن باز جو شروع میں بزاز یعنی جبہ و چغہ اور کپڑے کا کاروبار کیا کرتے تھے، اپنے ذاتی عملِ پیہم اور منہج کے اعتبار سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے قریب ترین پہنچ چکے تھے۔ [3]

60 وذهب الشيخ إلىٰ ربّه الذي وحّده و أحبه (شیخ اپنے اس خالق سے جا ملے جس کی یکتائی کو مانتے اور جس سے وہ محبت کرتے تھے):

زین العابدین الرکابی (۸ صفحات):

---

1. جريدة الجزيرة (شماره: ٩٧٢٨) إمام العصر (ص: ٣٥٠ـ ٣٥٢)
2. جريدة البلاد (شماره: ١٥٦٥١) و إمام العصر (ص: ٣٥٣ـ ٣٥٥)
3. جريدة الجزيرة (شماره: ٩٧٣٠) إمام العصر (ص: ٣٥٦ـ ٣٧٤)

شیخ رحمہ اللہ فقہ الحدیث کے بھی امام تھے جبکہ تمام علومِ قرآن وسنّت اور لغت میں مہارتِ تامہ بلکہ درجۂ امامت پر فائز تھے۔❶

61 ووجدت ابن باز في جميع أصقاع الأرض (میں جہاں گیا شیخ ابن باز کو پایا):

وزارتِ امور اسلامیہ واوقاف اور دعوت و ارشاد میں امورِ اسلامیہ کے مساعد وکیل (اسسٹنٹ انڈر سیکرٹری) توفیق بن عبدالعزیز السدیری (چار صفحات):

آپ دنیا کے کسی بھی ملک میں چلے جائیں وہیں آپ شیخ رحمہ اللہ کا ذکرِ خیر اور ان کے علم و فضل اور خیر و عمل کا چرچا سنیں گے۔❷

62 بين عظم المصاب و حسن العزاء (عظیم مصیبت اور حسنِ تعزیت):

وزیر امورِ اسلامیہ و اوقاف اور دعوت و ارشاد کے دفتر میں سٹڈی و پروگرامنگ سیکشن کے مدیر ڈاکٹر محمد بن عبدالمحسن الترکی (سات صفحات):

شیخ رحمہ اللہ کی پوری زندگی حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نفاذ کا نمونہ تھی، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ شیخ رحمہ اللہ زمین پر گویا سنّت کا چلتا پھرتا مجموعہ یا انسائیکلوپیڈیا تھے اور وفات کے بعد وہ اپنے فتاویٰ و مقالات، تصنیفات و تالیفات، کیسٹوں اور شاگردوں کی شکل میں گویا ہمارے بین موجود ہیں۔❸

63 مصيبتنا في فقد علامة العصر (علامۂ زماں کے فقدان کی مصیبت):

ہشام بن صالح جامعہ امّ القریٰ، فرع الطائف قسم الدراسات الاسلامیہ (دس صفحات):

---

❶ إمام العصر (ص: ٣٨١ ـ ٣٨٨)

❷ إمام العصر (ص: ٣٨٩ ـ ٣٩٢)

❸ إمام العصر (ص: ٣٩٣ ـ ٣٩٩)

کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کسی ایک علاقے، قوم یا ملک کے بادشاہ نہیں تھے وہ تو تمام مسلمانوں کے دلوں کے بادشاہ تھے، اور شرق وغرب کے مسلمانوں کے مسائل و مشکلات کی خبریں لینا اور ان کے حل کے لیے کوشاں رہنا اس کی روشن دلیل ہے۔[1]

(64) ابن باز حمل هموم الأمة دون كسل أو ملل (امّت کے مسائل کو حل کرنے میں مسلسل و بے تکاں جد و جہد):

ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبدالمحسن الترکی (آٹھ صفحات):

شیخ رحمہ اللہ نے دعوت وارشاد، تعلیم و تعلّم، فتویٰ، امر بالمعروف والنہی عن المنکر، لوگوں کے مسائل و مشکلات کے حل، ناراض خاندانوں، قبیلوں اور جماعتوں کے مابین صلح اور شرق وغرب کے مسلمانوں کے دفاع کا بیڑا بے تکان اٹھائے رکھا۔[2]

(65) أمة في رجل (اپنی ذات میں پوری امّت):

شیخ احمد بن عبدالعزیز الحمدان۔ داعیۃ مرکز الدعوۃ والارشاد، جدہ (چھ صفحات):

شیخ رحمہ اللہ اپنی ذات میں ایک پوری امّت (اپنی ذات میں ایک انجمن) تھے جنھوں نے جان و مال اور زبان و قلم کے ساتھ جہاد کیا۔[3]

(66) الجوانب العلمية في حياة الشيخ ابن باز (ان کی زندگی کے علمی گوشے):

عبدالوہاب بن عبدالعزیز بن زاہر (چھ صفحات):

شیخ رحمہ اللہ کے لیے وہ کلمات صادق آتے ہیں جو امام شافعی رحمہ اللہ نے امام

---

1. إمام العصر (ص: ٤٠٠۔ ٤٠٩)
2. مجلة الدعوة (شمارہ: ١٦٩٣) إمام العصر (ص: ٤١٠۔ ٤١٧)
3. إمام العصر (ص: ٤١٨۔ ٤٢٣)

احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے لیے کہے تھے کہ ”میں بغداد سے روانہ ہوا تو وہاں اس وقت احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے زیادہ علم، ورع وتقویٰ، زہد واستغناء والا اور ماہرِ فقہ اسلامی کوئی نہیں تھا۔“ ❶

(67) عبد العزيز بن باز .. العصامي الزاهد (عابد وزاہد اور پیکرِ شرافت):

روزنامہ جریدۃ الریاض کے چیف ایڈیٹر ترکی عبداللہ السدیری (تین صفحات):

مِلینوں (لاکھوں) کی تعداد میں ہدیے، تحفے، ہبہ جات، صدقات اور تعاون کی رقوم آپ کے ہاتھوں سے گزرتیں مگر آپ کی سادگی وزہد اور بے نفسی و بے لوثی ایسی کہ سننے والا یقین نہ کرے بلکہ محض تخیل وافسانہ سمجھے حالانکہ وہ عین حقیقت ہے۔ ❷

(68) إلىٰ الجنة .. يا أبا عبد الله (اللہ انھیں جنت نشین کرے):

جریدۃ الوطن کے چیف ایڈیٹر اور مجلسِ شوریٰ کے ممبر ڈاکٹر فہد العرابی الحارثی (چار صفحات):

شیخ رحمہ اللہ تہذیبِ اسلامی کی تاریخ کی ایک رمز تھے۔ ❸

(69) غابت الدنيا في عينيه و حضرت الأخرة في قلبه (ان کی آنکھوں سے دنیا غائب اور دل میں آخرت آباد ہوگئی):

ماہرِ نقد ونظر استاذ سعید السدیحی (دس صفحات):

شیخ رحمہ اللہ نے طرزِ زندگی کا وہ راستہ اختیار کیا ہوا تھا جو انھیں سلامتی کے ساتھ آخرت میں پہنچا دے، یہاں تک کہ آخرت کو ہی انھوں نے اپنی دنیا بنا رکھا

❶ مجلة الدعوة (شمارہ: ١٦٩٣) إمام العصر (ص: ٤٢٤۔ ٤٢٩)
❷ جريدة الرياض (شمارہ: ١١٢٨٢) إمام العصر (ص: ٤٣٠۔ ٤٣٢)
❸ جريدة الرياض (شمارہ: ٩٧٢٩) إمام العصر (ص: ٤٣٣۔ ٤٣٦)

تھا کیونکہ وہ دنیا میں تھے مگر اہلِ دنیا میں سے نہیں تھے، ان کی زندگی ایک کھلی کتاب تھی جسے ہم نے طویل عرصے تک پڑھا۔

⑳ قبيل الفقد مفقود المثال (فقيد المثال شخصيت):

جریدۃ المدینہ کے چیف ایڈیٹر ڈاکٹر مازن عبدالرزاق بلیلہ (دو صفحات):

شیخ رحمہ اللہ فکر و دعوت اور علم شرعی کے نادر الوجود بلکہ فقید المثال اشخاص میں سے تھے۔ [1]

㉑ الشيخ ابن باز .. تواضع العلماء دون التفريط في هيبة الدين (ہیبتِ دینی میں کمی کوتاہی لائے بغیر تواضع و انکساری):

جریدۃ المدینۃ کے قلمکار صحافی استاذ محمد خضر (پانچ صفحات):

ہمارے اخبار کے دفتر میں امریکہ، فرانس، برطانیہ، جرمنی اور دنیا کے کتنے ہی ملکوں کے لوگ آئے اور جیسے ہی شیخ ابن باز کا اسمِ گرامی آیا سبھی نے ان کی تعریف ہی کی۔ [2]

㉒ لمثل هذا اليوم فليعمل العاملون (آج جیسے دن کے لیے عمل کرنا چاہیے):

مراکش میں سعودی سفارت خانہ کے سابق ثقافتی اتاشی محمد ابراہیم العبد السلام (آٹھ صفحات):

شیخ رحمہ اللہ فقیدِ علم، فقیدِ دعوت، محدّث و محقّق، فقیدِ انسانیت، فقیدِ امّت اور رہبرِ امّت ہیں۔ [3]

---

[1] جريدة المدينة (شماره: ١٣١٧٤) إمام العصر (ص: ٤٦٠ـ ٤٦١)
[2] جريده المدينة (شماره: ١٣١٧٥) إمام العصر (ص: ٤٦٢ـ ٤٦٦)
[3] جريدة الرياض (شماره: ١١٢٨٩) إمام العصر (ص: ٤٦٧ـ ٤٧٤)

(73) وداعاً أيها الوالد .. وداعاً أيها الإمام (اے ہمارے روحانی باپ اور امام وقت ..! الوداع):

ڈاکٹر سعود بن حسن مختار (چار صفحات):

شیخ رحمہ اللہ کو ان کی وسعتِ قلبی، تواضع اور شفقت کی وجہ سے عام طور پر ان سے کم عمر والے لوگ انھیں ''والد'' کے لقب سے یاد کرنے کو پسند کرتے تھے۔ بلا مبالغہ وہ ایسے لوگوں میں سے تھے جنھیں دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے۔[1]

(74) الرحيل الأخير (سفرِ آخرت):

وزارتِ تعلیم و معارف کے جناب عبد العزیز بن ناصر البراک مؤلف کتاب: " ابن باز في الدلم .. قاضياً و معلماً " (چار صفحات):

شیخ صالح العلی نے اپنے اشعار میں سماحۃ الشیخ الوالد رحمہ اللہ کو کبھی ''علامہ الشرق'' کہا تھا اور اب ہم کہتے ہیں کہ وہ "علامه العالم الإسلامي قاطبةً" تھے۔[2]

(75) غداً نلقى الأحبة (کل ہم اپنے پیاروں سے ملیں گے):

انسٹنٹ (لوئر) کورٹ الریاض کے جج شیخ سلیمان بن محمد المہنا (دو صفحات):

دنیا ان کے قدموں پر ڈھیر ہوگئی مگر انھوں نے اسے جوتے کی نوک سے ٹھوکر ماردی۔ وہ زبانِ حال سے (حضرت بلال بن رباح کے الفاظ میں) فرمایا کرتے تھے:

"غَداً نَلْقَى الأَحِبَّة .. مُحَمَّداً وَ صَحْبَه"

''کل ہم اپنے پیاروں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملنے والے ہیں۔''[3]

---

[1] جريدة المدينة (شماره: ١٣١٧٤) إمام العصر (ص: ٤٧٥ ـ ٤٧٨)

[2] إمام العصر (ص: ٤٧٩ ـ ٤٨٢)

[3] إمام العصر (ص: ٤٩٠ ـ ٤٩١)

76 عاش مسكيناً مع المساكين (وہ مسکینوں کے ساتھ مسکین بن کر زندہ رہے):

کویت کے معروف مبلّغ و داعیہ شیخ احمد القطان (انٹرنیٹ کے دو صفحات):

میں نے اس مجدّدِ دین کو دیکھا ہے کہ وہ روزانہ ۱۸ گھنٹے سے زیادہ بلا تکان دماغی کام کرتے ہیں، اور میں نے سنا ہے کہ ۵۰ سال سے انھوں نے کبھی گھر والوں کے ساتھ دوپہر کا کھانا نہیں کھایا بلکہ مہمانوں اور فقراء و مساکین کی بھیڑ کے ساتھ کھانا کھاتے رہے۔ [1]

77 حقيقة ما كان بيني و بين الشيخ ابن باز (میرے اور شیخ ابن باز کے باہمی تعلقات):

ڈاکٹر یوسف القرضاوی (انٹرنیٹ کے دو صفحات):

علامہ ابن باز کے ساتھ اپنے تعلقات پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ لکھتے ہیں:

شیخ رحمہ اللہ کو قطر میں عالمی سیرت کانفرس کے علاوہ دنیا بھر سے دعوتیں آئیں اور باوجود لوگوں کے بھرپور اصرار اور رغبت کے انھوں نے ہمیشہ سعودی عرب سے باہر جانے سے معذرت ہی کی اور کبھی ملک سے باہر نہیں نکلے۔ [2]

78 ابن باز طالب صيد الآخرة (علامہ ابن باز طالبِ آخرت تھے):

ڈاکٹر انور عبدالمجید الجبرتی (دو صفحات، انٹرنیٹ):

کئی سیاسی، سماجی، اجتماعی، اخلاقی اور اقتصادی بحران آئے اور گزر گئے مگر شیخ رحمہ اللہ ہر حال میں حق پر قائم رہے۔ [3]

---

1. انٹرنیٹ۔ ویب سائیٹ ابن باز۔ دو صفحات.
2. انٹرنیٹ۔ ویب سائیٹ ابن باز۔ دو صفحات.
3. انٹرنیٹ۔ ویب سائیٹ ابن باز۔ دو صفحات..

دار الامتیاز للنشر والتوزیع (نشر وطباعت وتوزیع مؤلفات سماحۃ الشیخ ابن باز):

شیخ ابن باز کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں نے اس نام کا ایک بہت بڑا اشاعتی ادارہ قائم کردیا ہے جو شیخ کے تمام رسائل وکتابیں شائع کرنے کا خصوصی اہتمام کرے گا جو ان کے قلمِ سیّال سے نکلیں یا آڈیو ویڈیو کیسٹوں میں ان کی زبانی محفوظ ہوئیں، ان سب کو کتابی شکل میں ڈھال کر عمدہ انداز سے شائع کیا جائے گا۔ شیخ کے صاحبزادوں نے اس سلسلہ میں کام شروع کردیا ہے۔[1]

انٹرنیٹ پر خاص ویب سائیٹ:

شیخ رحمہ اللہ کے نام سے انٹرنیٹ پر ایک خاص ویب سائیٹ بنادی گئی ہے جو ان کے بیٹے شیخ احمد بن باز کی زیرِ نگرانی شیخ کے سوانحی خاکہ کے علاوہ ان کے فتاویٰ اور مؤلفات کو دنیا کے سامنے افادۂ عام کے لیے پیش کرنا شروع کرچکی ہے۔ انٹرنیٹ پر ان کی ویب سائیٹ کا ایڈریس یہ ہے:

WWW.BINBAZ.ORG.SA/-

غَفَرَ اللّٰهُ لَنَا وَ لَهُ وَ لِلْمُسْلِمِيْنَ أَجْمَعِيْنَ .

ابو نادیہ محمد منیر قمر نواب الدین

۱۴۲۸/۴/۲۱ھ = ۲۰۰۷/۵/۸ء

ترجمان سپریم کورٹ وداعیہ متعاونِ مراکز دعوت و ارشاد

الدمام، الظهران، الخبر

سعودی عرب

[1] بحواله من اعلامنا (ص: ٦٤)

فہرست مصادر و مراجع

١ القرآن الكريم .

٢ الإنجاز في ترجمة الإمام ابن باز، عبد الرحمن بن يوسف الرحمة .

٣ الاحتجاج بالاثر على من أنكر المهدي المنتظر، للشيخ حمود التويجري .

٤ إمام العصر، ڈاکٹر ناصر الزهراني.

٥ الإيجاز في سيرة و مؤلفات ابن باز، صالح بن راشد الهويملي .

٦ ابن باز في الدلم قاضياً و معلماً، شيخ عبد العزيز بن ناصر البراك

٧ بازية الدهر، ڈاکٹر ناصر الزهرانی .

٨ البداية و النهاية لابن كثير .

٩ براءة أهل السنة من الوقيعة في علماء الأمة، للشيخ بكر أبو زيد.

١٠ تذكرة الحفاظ للذهبي.

١١ حكم بناء الكنائس و المعابد الشركية في بلد أهل الإسلام للشيخ إسماعيل محمد الأنصاری .

١٣ الربا،للعلّامة بكر أبو زيد .

١٤ السنة و مكانتها في التشريع الإسلامي، ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی

١٥ صحيح بخاري .

١٦ صحيح الجامع الصغير، علّامة محمد ناصر الدين ألباني.

١٧ صحيح مسلم .

١٨ علماء و مفكرون عرفتهم للشيخ محمد المجذوب

١٨ ظهورِ امام مهدي از مؤلّف

١٩ الفتح الرباني، أحمد البنّا.

٢٠ كتيب العربية ٢٧ مع الجريدة

٢١ الممتاز في مناقب الشيخ ابن باز، عائض عبد الله القرني.

٢٢ مجموع فتاویٰ ومقالات ابن باز، جمع و ترتيب محمد بن سعد الشويعر

٢٣ من أعلامنا للعسكر .

٢٤ مواقف مضيئة في حياة الإمام ابن باز،

٢٤ الدرر الذهبية من عيون القصص البازية للشيخ عبد الرحمن بن يوسف الرحمه للشيخ حمود عبد الله المطر .
٢٥ مسند إمام أحمد.
٢٦ مستدرك إمام حاكم .
٢٧ الشيخ عبد العزيز بن باز.. بقية السلف وإمام الخلف، وامي .
٢٨ سنن نسائي .
٢٩ همسات قلب للشيخ محمد المجذوب .
٣٠ خود نوشت سوانح حيات از علامه ابن باز

جرائد و مجلات

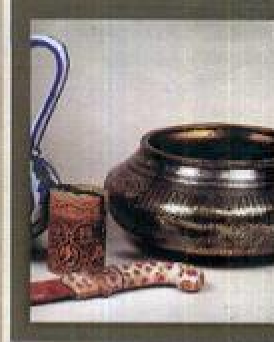
٣١ ١) هفت روزه الاعتصام، لاهور
٣٢ ٢) ماهنامه محدّث، بنارس .
٣٣ ٣) مجلة صوت الأمة، بنارس.
٣٤ ٤) مجلة الدعوة .
٣٥ ٥) جريدة الاقتصادية .
٣٦ ٦) مجلة الشقائق .
٣٧ ٧) جريدة الجزيرة .
٣٨ ٨) جريدة المدينة المنورة .
٣٩ ٩) جريدة البلاد .
٤٠ ١٠) جريدة عكاظ .
٤١ ١١) جريدة اليوم .
٤٢ ١٢) جريدة الرياض .
٤٣ ١٣) جريدة الشرق الأوسط .
٤٤ ١٤) مجلة المجتمع .

كيسٹس

٤٥ ١ـ الامام ابن باز، صفحات مشرقة من حياته ومواقف مضيئة .
٤٦ ٢ـ عبرات و عبارات .
٤٧ ٣ـ لقاء مع أعيان طلبة العلم في
٤٨ ٤ـ وانطفأ السراج
٤٩ ٥ـ ورحل الإمام ابن باز

٥٠ـ انٹرنیٹ: ویب سائٹ ابن باز





سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ عالم اسلام کی عظیم شخصیت اور اعاظم رجال سے ہیں جنھوں نے اپنی پوری زندگی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں صرف کی۔ اُن کی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ ایک عالم دین کی حیثیت سے انھوں نے لوگوں میں قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا شعور اجاگر کیا۔ ایک مصلح اور مدبر ہونے کے اعتبار سے رموز مملکت میں عمائدینِ حکومت کی راہنمائی کی اور اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری بااحسن طریق انجام دی۔ اور اسلام اور مسلمانوں کے ایک ہمدرد وخیر خواہ ہونے کی بنا پر نقشِ عالم پر لازوال خدمات رقم کیں۔ جزاہ اللہ عن الإسلام والمسلمین خیر الجزاء

زیرِ نظر کتاب میں اسی عالمِ بے بدل کی زندگی کے حالات وواقعات کو بیان کیا گیا ہے جن میں ہمارے لیے دعوتِ فکر کا سامان اور اصلاحِ احوال کا سبق ہے۔ تقبل اللہ منا وجعلہ في میزان حسناتنا.



UMM UL QURA PUBLICATIONS
Sialkot Road, Fattomand Gujranwala
www.umm-ul-qura.org